مَكَانَةُ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ ﷺ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ

قرآن کریم میں
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مقام

اے مسلمانو! اپنے پیارے نبی ﷺ کو پہچانو

تالیف

مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر مدنی دامت برکاتہم

مدرس مسجد نبوی شریف واستاذ سابق جامعہ طیبہ

ابن حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری مُہاجر مَدنی نوَّر اللہ مرقدہ



ZAM ZAM PUBLISHERS

زمزم پبلشرز

اِس کتاب میں قرآنِ حکیم سے اُن آیات کا اِنتخاب مع ترجمہ وتفسیر کیا گیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں، اور ترتیبِ قرآنی کے مطابق ان آیات کو جمع کیا گیا ہے
اِن آیات میں تدبر کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ بلند مرتبہ اور سب سے اعلیٰ مقام خوب اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے، اُردو زبان میں اپنے موضوع پر سب سے پہلی کتاب۔

کتاب کا نام ــــ قرآن کریم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مقام

تاریخ اشاعت ــــ اکتوبر ۲۰۱۸ء

صفحات ــــ ۲۵۶

ناشر ــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

0092-302-8478551 :

0092-21-32729089 :

zamzampublisher@gmail.com :

www.zamzampublishers.com.pk :

ZAM ZAM PUBLISHERS

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم (اردو بازار، کراچی) فون: 021-32726509
- مکتبہ بیت العلم (اردو بازار، لاہور) فون: 042-37112356
- مکتبہ زید بن ثابت (گلشن اقبال۔ کراچی) فون: 021-34976339
- مکتبہ القرآن (بنوری ٹاؤن، کراچی) فون: 021-34856701
- اسلامی کتب خانہ (بنوری ٹاؤن، کراچی) فون: 021-34927159
- ادارۃ المعارف (جامعہ دارالعلوم کورنگی، کراچی) فون: 021-35032020
- فہم دین (ڈیفنس فیز 4، کراچی) فون: 021-35313229
- مکتبہ اصلاح وتبلیغ (مارکیٹ ٹاور، حیدرآباد) فون: 022-2621622
- احمد بک کارپوریشن (کمیٹی چوک، راولپنڈی) فون: 051-5558320
- سعید بک بینک (F-7 مرکز، اسلام آباد) فون: 051-2651656-7
- دارالاخلاص (محلہ جنگی، پشاور) فون: 091-2567539
- البلاغ اسلامک بکس (اسلام آباد) فون: 051-2350045
- مکتبہ دارالسلام (لاہور) فون: 042-37120054

Available in UK

- **Darul Kutub (Dewsbury)** Tel: (01924) 488082
- **Islamic Book Centre** Tel: 01204 389080
- **Islamic Impressions** Tel: 0208 552 8509
- **Usmani Book Centre** Tel: 0121 344 4165

Available in U.S.A

- **Albalagh Book Store** Tel: 0714 322 3049
- **Darul Uloom Madina** Tel: 0716 892 2606
- **Zeenat Emporium** Tel: 0773 430 8055

Available in South Africa

- **Darul Uloom Zakariyya** Tel: 0027 83 951 0492

Available in Zambia

- **Bait ul Khair (Makeni Lusaka)** Tel: 00260 955 880990

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰۤى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰۤى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٥
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى
اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰۤى
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰۤى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٥

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين المبعوث رحمة للعالمين وصفوة خلق الله وعلى آله وأصحابه أجمعين.

اما بعد!

یہ کتاب جو آپ حضرات کے سامنے ہے محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اوراس کے فضل سے معرض وجود میں آئی ہے، اس میں سرور دوعالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات عالی کے بعض پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے، اورآنحضرت ﷺ کا بلند مقام جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ شانہ نے ذکر فرمایا ہے اس کو واضح کیا گیا ہے، تاکہ عام مسلمان بھی سرور کونین کی ذات اقدس سے متعارف ہوسکیں اوروہ اپنے نبی پاک ﷺ کی شخصیت عظیمہ سے واقف ہوسکیں، آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں پر علماء نے مستقل بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی ہیں، اور بہت سی زبانوں میں کتابیں موجود ہیں، تاہم ایسی کتاب کی شدید ضرورت تھی جو آپ ﷺ کے اُس مقام عالی کوواضح کرے جو قرآن کریم میں مذکور ہے، ہم نے کوشش کی ہے کہ یہ کتاب ایسی ہو جس میں آسان اسلوب اور سہل انداز میں آنحضرت ﷺ کے عالی مقام کے اُن گوشوں کو اجاگر کیا جائے جو اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنی سب سے زیادہ مقدس وافضل کتاب یعنی قرآن حکیم میں بیان فرمائے ہیں، ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہم نے اپنی اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کے جملہ فضائل اور عالی مقام کے سارے گوشے ذکر کردیئے ہیں بلکہ یہ ایک نہایت متواضع کوشش ہے جو قارئین کے سامنے ہے، آج کے اس دور میں جب کہ اکثر افراد دنیا کی فکر میں منہمک اوردین سے دور ہیں، یہ مختصر کتاب ان شاء اللہ چشم کشا ثابت ہوگی، حالات سے سب ہی واقف ہیں کہ موجودہ وقت میں امت مسلمہ کواس بات کی شدید ضرورت ہے کہ وہ اپنے پیارے نبی

حضرت محمد ﷺ کی شخصیت مبارکہ سے خوب واقف ہو، اور یہی نہیں کہ خود واقف ہو بلکہ دنیا میں پھیلے ہوئے اربوں انسانوں کو بھی ایسی مبارک و جامع الکمالات شخصیت سے متعارف کرائے جن کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، آنحضرت ﷺ کی ذات عالی صرف مسلمانوں کے لئے ہی رحمت نہیں بلکہ ساری کائنات کے لئے رحمت ہے، عموماً مسلمان اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذات عالی سے خود بھی ناواقف رہے اور دوسروں کو بھی واقف نہیں کرایا نتیجہ یہ ہوا کہ سر پھرے اور کم عقل بلکہ احمق اور بے وقوف اور بے ادب اپنی جہالت ونادانی یا سرکشی وعدوانی سے آنحضرت ﷺ کی ذات عالی میں گستاخیاں کرنے لگے، جس کی تازہ مثال ڈنمارک کے اخبارات میں چھپنے والے بے ہودہ مضامین اور ناشائستہ کارٹون ہیں، جن کی اشاعت نے سارے عالم کے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے، اور ہر مسلمان کا دل اس واقعہ سے حزین وغمگین ہے، ڈنمارک کی ان بے ہودہ حرکتوں کو زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ انڈیا کے ایک اخبار نے بھی اس قسم کی گستاخانہ حرکت کی، جس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا، اور اس سے زیادہ احتجاج ہونا چاہیئے بلکہ پورے عالم کے مسلمانوں کی طرف سے اس قسم کی گستاخی اور بے ہودہ حرکت کرنے والوں کی سرکوبی کے لئے متحد ہو جانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو ضرور سزا دیتے ہیں، ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدِ ٱسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِٱلَّذِينَ سَخِرُواْ مِنْهُم مَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٤١﴾﴾ (الأنبياء)

"اور بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا گیا، پھر جن لوگوں نے استہزاء کیا ان کو اُس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔"

ان گستاخوں کو یقیناً دنیا میں بھی ضرور سزا ملے گی، اور آخرت میں تو ان کے لئے دردناک

عذاب ہے ہی۔

آج مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے پیارے نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ سے واقف ہو کر دوسرے انسانوں کو خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں آنحضرت ﷺ کی شخصیت سے واقف کرائیں اور آنحضرت کے ﷺ مقام عالی کو خوب عام کریں، خود بھی آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ سے محبت کریں اور اپنی نئی نسلوں کو اور سارے انسانوں کو بھی محبت رسول (ﷺ) پر اُبھاریں کہ یہ محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کو کھینچنے والی ہے، آنحضرت ﷺ سے محبت کرنا ایمان کی سب سے بڑی دلیل ہے، رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے، ہم نے اختصار کے ساتھ اس کتاب میں قرآنی آیات کی روشنی میں عظمت رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے مقام عالی کو بیان کیا ہے۔

کتاب کی تالیف میں اکثر و بیشتر حصہ والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کی تفسیر انوار البیان سے لیا گیا ہے اور بعض مقامات پر دیگر تفاسیر سے بھی استفادہ کیا ہے جن کا حوالہ اُسی جگہ پر ذکر کر دیا ہے۔

ان تفاسیر میں سے معارف القرآن مؤلفہ حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور معارف القرآن مؤلفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نور اللہ مرقدہ، اور انوار القرآن مؤلفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ عربی کی معتبر سے بھی لیا ہے، جیسے تفسیر طبری، تفسیر رازی، تفسیر آلوسی وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس متواضع کوشش کو قبول فرماکر ذریعۂ نجات اور ذخیرۂ آخرت بنائے اور اس کتاب کی تالیف میں جنھوں نے ساتھ دیا جیسے عزیز نور چشم حافظ حماد الرحمن سلمہ اللہ تعالیٰ اور عزیز مولانا محمد جاوید اشرف مدنی الندوی کو خوب خوب دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے، اور دونوں کو دینی و دنیوی و اخروی خوب ترقیات سے

نوازے، اور اپنے بندوں کو اس کتاب سے خوب زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہر پڑھنے والوں کا دل آنحضرت ﷺ کی محبت سے لبریز فرمائے۔ آمین

وماذلك على الله بعزيز، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبى الرحمة سيدنا محمد بن عبدالله الأمين وعلى آله وصحبه ومن اهتدى بهديه إلى يوم الدين.

قارئین سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

بندہ ابو محمد عبدالرحمن الکوثر "عفاالله عنه وعافاه وجعل آخرته خيراً من أولاه"

ابن حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

استاد جامعہ طیبہ مدینہ منورہ (علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام)

۴رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۵ اگست ۲۰۰۹ء

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا فرمایا

رسول اکرم ﷺ کے بڑے بڑے فضائل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سورۂ فاتحہ اور قرآن حکیم عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ شانہ کا ارشاد عالی ہے:

﴿ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِى وَٱلْقُرْءَانَ ٱلْعَظِيمَ ﴿٨٧﴾ ﴾ (الحجر)

ترجمہ: ”اور ہم نے آپ (ﷺ) کو سات آیتیں عطا فرمائیں۔ جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم عطا فرمایا۔“

سورۂ فاتحہ مکی ہے، بعض علماء نے اسے مدنی بھی کہا ہے اور بعض علمائے تفسیر نے فرمایا کہ یہ سورت دوبار نازل ہوئی ہے ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں، اس سورت کے بہت سے نام ہیں سب سے زیادہ مشہور نام الفاتحہ ہے۔ تفسیر اتقان میں پچیس نام ذکر کئے ہیں جن میں چند نام یہ ہیں:

فاتحة الكتاب، فاتحة القرآن، أم الكتاب، أم القرآن، السبع المثانی، سورة المناجاة، سورة السؤال، سورة الحمد، سورة الشكر.

﴿السبع﴾ (سات) اس لئے فرمایا کہ اس میں سات آیات ہیں اور مثانی اس لئے فرمایا کہ یہ سورت باربار پڑھی جاتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب صحیح بخاری (۲/ ۶۴۲) میں فرماتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کا نام ام الکتاب اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ مصاحف میں بالکل شروع میں لکھی جاتی ہے اور نماز میں بھی اسی سے قراءت شروع کی جاتی ہے اور سورۂ فاتحہ کی یہ بھی بڑی فضیلت ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔

احادیث شریفہ میں سورۂ فاتحہ کی بہت سی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں صحیح بخاری (۲/ ۶۴۲) میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سورۂ فاتحہ کو اعظم سورۃ فی القرآن (یعنی قرآن کی عظیم ترین سورت) فرمایا سنن ترمذی میں ہے کہ انحضرت ﷺ نے سورۂ فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ کی قسم اس جیسی سورت نہ توریت میں اتاری گئی نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ قرآن میں ﴿باب ماجاء فی فضل فاتحة الكتاب﴾ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سورۂ فاتحہ کو افضل القرآن بتایا۔ (درمنثور)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں اس خزانہ سے اتاری گئی ہیں جو عرش کے نیچے ہے ان چار کے علاوہ اس میں سے کوئی چیز نہیں اتاری گئی، ❶ ام الکتاب ❷ آیۃ الکرسی ❸ سورۂ بقرۃ کی آخری آیات ❹ سورۂ کوثر۔ (درمنثور (ص:۵، ج:۱) عن الطبرانی والضیاء المقدسی فی المختارۃ)

حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابلیس ملعون چار مرتبہ رویا، ایک تو اس وقت رویا جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی، دوسرے اس وقت جب وہ ملعون قرار دیا گیا، تیسرے جب زمین پر اتارا گیا، چوتھے جب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام فخر عالم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی، حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا ہے جو اس سے پہلے نہیں کھولا گیا، تھا، ایک فرشتہ نازل ہوا، حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس فرشتہ نے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ آپ خوش خبری سن لیجئے، دو نور آپ کو ایسے ملے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔

❶ فاتحہ الکتاب، ❷ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں (ان میں دعا ہے اور چونکہ یہ دعا اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہے اس لئے مقبول ہے) ان دونوں میں سے جو بھی کچھ آپ تلاوت

کریں گے اللہ تعالیٰ ضرور آپ کا سوال پورا فرمائیں گے۔

تفسیر اتقان میں ہے کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ میں (اجمالی طور پر) قرآن شریف کے تمام مقاصد اور مضامین جمع کر دیئے ہیں یہ سورت مطلع القرآن ہے اور یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ یہ سورت پورے قرآن شریف کے لئے براعت استہلال کا حکم رکھتی ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ قرآن شریف اور تمام آسمانی ادیان چار علوم پر مشتمل ہیں اور علم الاصول جس میں تین چیزیں ہیں:

1. اللہ پاک کی ذات وصفات کو جاننا اس کی طرف سورۂ فاتحہ میں شروع کی دو آیتوں میں ارشاد ہے:

﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢﴾ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴿٣﴾﴾

2. نبوت ورسالت اور اس کی طرف ﴿ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ میں اشارہ ہے۔

3. قیامت، اس کی طرف ﴿مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ﴾ میں اشارہ ہے۔ دوم علم العبادات، اس کی طرف ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ میں اشارہ ہے۔ سوم، علم السلوک یعنی نفس کو آداب شرع کا پابند بنانا اور احکام خداوندی کی فرماں برداری پر آمادہ کرنا اس کی طرف ﴿وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ میں اور ﴿ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ﴾ میں اشارہ ہے۔ چہارم علم القصص یعنی گزشتہ امتوں کے واقعات، ان واقعات سے یہ غرض ہے کہ فرماں برداروں کی سعادت وکامیابی اور نافرمانوں کی بدبختی وبربادی معلوم کر کے عبرت حاصل کی جائے، اس مقصد کی طرف ﴿صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾ میں اشارہ ہے۔

فضیلت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد ﷺ کو ایسی کتاب عطا فرمائی جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور اس میں ہدایت ہے متقیوں کے لئے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الٓمٓ ﴿۱﴾ ذَٰلِكَ ٱلْكِتَٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۲﴾ ٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِٱلْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۳﴾ وَٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِٱلْءَاخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿۴﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ
عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿۵﴾

﴿الٓمٓ﴾ یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں اس میں ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔ جو ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قائم کرتے ہیں نماز کو اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اُس پر جو اُتارا گیا ہے آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ بڑی ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے اور یہ لوگ ہی کامیاب ہیں۔

تفسیر وتشریح: اس آیت میں فرمایا کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں یعنی یہ واقعی سچی کتاب ہے جو رسول اکرم ﷺ پر نازل کی گئی ہے اور یہ ہدایت ہے متقیوں کے لئے اور سورۃ البقرۃ رکوع نمبر ۲۳ میں فرمایا ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ یعنی لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ دونوں باتیں صحیح ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت عام ہے آپ ﷺ کو قرآن پاک جو عطا کیا گیا اس میں ہر انسان کو حق قبول کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

فضیلت:

یہ کتاب یعنی قرآن عظیم رسول انور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے

یہ قرآن کریم رسول اکرم کا سب سے بڑا معجزہ ہے اور ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا، جو لوگ اس کتاب میں شک کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے چیلنج فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٣﴾﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: "اور اگر تم اس کتاب کی طرف سے شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کی تو لے آؤ کوئی سورت جو اس جیسی ہو اور بلالو اپنے مددگاروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم سچے ہو۔"

تفسیر و تشریح: حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ خاتم النبیین ﷺ کی بعثت عامہ سارے عالم کے انسانوں کے لئے ہے، قیامت آنے تک آپ ہی رسول ہیں۔ آپ ہی کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے میں نجات ہے آپ ﷺ کے معجزات لکھتے ہوئے امام بیہقی ایک ہزار تک پہنچے ہیں اور امام نووی فرماتے ہیں کہ ایک ہزار دو سو تک پہنچے ہیں اور بعض علماء نے حضرت محمد ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار ذکر فرمائی ہے، اور حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات بے شمار ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ کا ہر قول اور ہر فعل اور ہر حال عجیب وغریب مصالح اور اسرار وحکم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے خارق للعادات ہے اور معجزہ ہے رسول اکرم ﷺ کے ہزاروں معجزات متصل اسانید کے ساتھ مروی ہیں اور صدہا ان میں سے متواتر اور مشہور ہیں اور جلالت شان وندرت میں

تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بڑھ کر ہیں، آنحضرت ﷺ کے معجزات کی بہت سی قسمیں ہیں معجزات عقلیہ اور معجزات حسیہ اور معجزات علمیہ اور معجزات عملیہ، وماالی ذلک، اور یہ معجزات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔ ان معجزات میں سب سے بڑا معجزہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی جس کا نام قرآن مجید ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ فصاحت وبلاغت کا بہت چرچا تھا اور مخاطبین اوّلین چونکہ اہل عرب ہی تھے۔ اس لئے یہ ایک ایسا معجزہ دے دیا گیا جس کی فصاحت وبلاغت کے سامنے تمام شعراء عرب عاجزرہ گئے (اور اُس کو دیکھ کر بہت سے شعراء نے کلام کہنا ہی چھوڑ دیا جن میں حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کا قصیدہ بھی اُن قصائد میں شامل ہے جن کو مقابلہ کے لئے کعبہ شریف پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے دریافت کرایا کہ زمانہ اسلام میں آپ نے کیا اشعار کہے ہیں اُنہوں نے جواب دیا۔ ''أبدلنی اللہ بالشعرسورۃ البقرۃ و سورۃ آل عمران.''

(الإصابۃ، ص:۳۲۶، ج:۳)

مذکورہ بالا آیت میں اہل عرب کو قرآن جیسی کوئی سورت بنا کر پیش کرنے کے لئے تحدی کی گئی ہے یعنی مقابلہ میں کوئی سورت لانے کا چیلنج کیا گیا ہے۔

چیلنج کے تین مرحلے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو سچا نبی ہونا ثابت فرماتے ہوئے قرآن پاک کو دلیل نبوت قرار دیا اور چیلنج فرمایا کہ اس جیسا بنا کر لا کر دکھاؤ اور یہ چیلنج تین مرحلوں پر تھا:

پہلا مرحلہ: کہ اس جیسا قرآن بنا کر دکھاؤ۔

﴿ قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿٨٨﴾ ﴾ (الإسراء)

ترجمہ: ''آپ (ﷺ) فرمادیجئے کہ یہ بات ضروری ہے کہ اگر جمع ہو جائیں تمام انسان

اور تمام جنات کہ وہ لے آئیں اس قرآن جیسا تو نہیں لائیں گے اس جیسا اگر چہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔"

دوسرا مرحلہ: کہ اس جیسی صرف دس سورتیں بنا کر لا کر دکھاؤ۔

﴿أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِۦ مُفْتَرَيَٰتٍ وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١٣﴾﴾ (ھود)

ترجمہ: "کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ اس نے خود سے بنالیا ہے آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ جو بنائی ہوئی ہوں اور اللہ کے سوا جس کو بھی بلا سکتے ہو بلالو اگر تم سچے ہو۔"

بس اس جیسی دس سورتیں بنانے سے عاجز رہ گئے پھر حکم ہوا کہ ان کو آپ قرآن جیسی ایک سورت بنانے کا چیلنج کیجئے۔

تیسرا مرحلہ: قرآن جیسی ایک سورت بنا کر لا کر دکھاؤ۔

﴿أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِسُورَةٍ مِّثْلِهِۦ وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣٨﴾﴾ (یونس)

ترجمہ: "کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کو آپ نے اپنے پاس سے بنالیا ہے۔ آپ فرما دیجئے تم اس جیسی (ایک) سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جن لوگوں کو بلا سکتے ہو انہیں بلالو اگر تم سچے ہو۔"

یعنی تم سب اپنے حامیوں اور مددگاروں کو بلالو اور اللہ تعالیٰ کے سوا سارے حمایتیوں کو جمع کرو پھر قرآن کریم جیسی کوئی سورت بنا کر پیش کرو۔ پہلے دس سورتیں بنا کر لانے کا چیلنج کیا گیا تھا پھر ایک سورت لانے کے لئے فرمایا گیا تمام فصحاء بلغاء ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت بھی بنا کر نہ لا سکے اور یکسر عاجز رہ گئے۔

قرآن کریم کا معجزہ ہونا ایسی ظاہر بات ہے جو سب کے سامنے ہے اور سب کو اس کا

اقرار ہے دُشمن بھی اس کو جانتے اور مانتے رہے ہیں۔ زمانہ نزولِ قرآن میں بعض جاہلوں نے تو یہ کہہ کر اپنی خفت مٹانے کی کوشش کی کہ ﴿لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَآ ۝٣١﴾ (الأنفال) (اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کہہ دیں) لیکن کر کچھ نہ سکے اور کچھ لوگوں نے قرآن کے مقابلہ میں کچھ عبارتیں بنائیں پھر خود ہی آپس میں مل بیٹھے تو اس بات کا اعتراف کر لیا کہ یہ قرآن جیسی نہ بنی اور آج تک بھی کوئی بنا کر نہ لا سکا اور نہ لا سکے گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا۟ وَلَن تَفْعَلُوا۟ فَٱتَّقُوا۟ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَٰفِرِينَ ۝٢٤﴾ (البقرة)

ترجمہ: "سو اگر تم نہ کرو اور ہر گز نہیں کر سکو گے، سو ڈرو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، وہ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔"

تفسیر و تشریح: اس آیت میں فرمایا ہے کہ تم ہر گز قرآن کے مقابلہ میں اس جیسی کوئی سورت بنا کر نہیں لا سکتے ہو اور کبھی نہ لا سکو گے۔ اس میں رہتی دُنیا تک کے لئے قرآن کے دنیا میں باقی رہنے کی پیشین گوئی کے ساتھ یہ پیشین گوئی بھی ہے کہ اس جیسا کوئی بھی جماعت یا کوئی فرد نہیں بنا سکتا۔ یہ دونوں پیشین گوئیاں صادق ہیں سچی ہیں سب کے سامنے ہیں چونکہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت عام ہے تمام افراد انسانی جب تک بھی دنیا میں رہیں ان پر فرض ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کا دین قبول کریں۔ چونکہ سارے انسانوں کے لئے سارے زمانوں اور سارے مکانوں میں آپ ﷺ کی دعوت ہے اور یہ دعوت قیامت آنے تک ہے اس لئے کسی ایسے معجزہ کی بھی ضرورت تھی جو ہمیشہ زندہ اور تابندہ رہے یہ معجزہ قرآن مجید ہے جو اللہ کا کلام ہے اور اس کا مقابلہ کرنے سے ہمیشہ کے لئے تمام انسان اور جنات افراد اور جماعتیں عاجز ہیں اور عاجز رہیں گے۔ اور حضرت محمد ﷺ کے سچا نبی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

قرآن موجود ہے اس کی دعوت عام ہے اس کی حقانیت اور سچائی واضح ہے پھر بھی کفر میں اور شرک میں بے شمار قومیں کروڑوں افراد مبتلا ہیں قرآن سنتے ہیں اور اس کو حق جانتے ہیں لیکن مانتے نہیں۔ عناد اور ضد اور تعصب قومی اور مذہبی نے ان کو دعوت قرآن کے ماننے سے اور اسلام قبول کرنے سے روک رکھا ہے سب کچھ جانتے ہوئے پھر اسلام قبول نہ کرنا اپنے لئے عذاب آخرت مول لینا ہے اسی لئے ارشاد فرمایا کہ اگر تم قرآن کے مقابلہ میں کوئی سورت نہیں لا سکتے اور ہرگز نہیں لا سکو گے تو دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ یعنی قرآن لانے والے (حضرت محمد ﷺ) کی رسالت اور دعوت کے منکر ہو کر عذاب دائمی کے مستحق نہ بنو اور دیکھتے بھالتے دہکتی ہوئی آگ کا ایندھن نہ بنو اور آگ کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ انسان تو وہی ہیں جو اس کے منکر ہیں اور ایمان لانے کو تیار نہیں اور پتھروں کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ پتھر جن کی دنیا میں مشرکین عبادت کیا کرتے تھے، دوزخ میں ہوں گے۔ سورۂ انبیاء میں فرمایا:

﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَٰرِدُونَ ﴿٩٨﴾﴾ (الأنبياء)

ترجمہ: ”بے شک تم اور وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، دوزخ کا ایندھن ہو گے، تم اس پر وارد ہونے والے ہو۔“

تفسیر و تشریح: در منثور میں (ص۳۶ ج۱) بحوالہ طبرانی، حاکم اور بیہقی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ پتھر جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے: ﴿وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ﴾ میں فرمایا ہے کبریت (گندھک) کے پتھر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جیسے چاہا پیدا فرما دیا۔

فضیلت:

آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت آداب کے ملحوظ رکھنے کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقُولُوا۟ رَٰعِنَا وَقُولُوا۟ ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُوا۟ ۗ وَلِلْكَـٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ ﴾ (البقرة)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم ”راعنا“ مت کہا کرو، بلکہ ”انظرنا“ کہو اور دھیان سے سنا کرو، اور یہ کافر دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔“

تفسیر وتشریح: آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ یہود از روئے شرارت آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آپ ﷺ کو ”راعنا“ کہتے تھے، ”راعنا“ عبرانی زبان میں برے معنی میں استعمال ہوتے ہے، رعونت سے مشتق کر کے اس کو احمق کے معنی میں استعمال کیا جاتا تھا، اسی طرح راعی عربی زبان میں چرواہے کو بھی کہتے ہیں، یہود آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت یہ لفظ بولتے تھے، جبکہ مسلمان اس لفظ کو رعایت کے معنی میں استعمال کرتے تھے یعنی یا رسول اللہ ﷺ ہماری رعایت فرمایئے، مگر چونکہ لفظ کئی معنی رکھتا تھا، اس لئے اُس برے معنی کا احتمال اور شائبہ بھی مسلمانوں کو نہ تھا جو معنی یہود مراد لیتے تھے، اس لئے مسلمانوں کو حکم دے دیا گیا کہ وہ اس کو استعمال نہ کریں، تاکہ یہود کو برے معنی کے لفظ سے مخاطبت کا موقع میسر نہ آئے، یہودی شرارت آمیزی سے کسی موقع پر بھی نہیں چوکتے تھے، حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ سے گفتگو میں بھی ذو معنیین لفظ استعمال کر کے اپنی شرارت کرتے تھے، مسلمان بھی یہ لفظ استعمال کرتے تھے مگر ان کا ذہن یہود کی شرارت کی طرف نہیں گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مقام

عالی کو ایسا صاف شفاف فرمایا کہ اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ یہ "راعنا" کا لفظ استعمال نہ کریں جس کو یہود استعمال کر کے شان رسالت میں گستاخی کرتے ہیں۔

یہود لفظ "راعنا" سے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے اور پھر اپنی بیٹھکوں میں بیٹھ کر باہم ہنستے اور خوش ہوتے کہ دیکھو اب تک تو ہم پیٹھ پیچھے ہی ان کو (مراد آنحضرت ﷺ) برا کہتے تھے، اب علانیہ طور پر بھی برا کہنے کی ایک تدبیر ہاتھ آگئی، اور مسلمان بھی ہماری تفریح اور مذاق کا موضوع بن گئے۔

یہود ملاعین کو کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کی شرارت سے خوب واقف ہے، اور وہ کیونکر اپنے حبیب ﷺ پر کسی کو ہنسنے کا موقع دے گا، اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کے استعمال سے اہل ایمان کو بالکل منع فرمادیا، اور حکم فرمایا کہ اس لفظ کے بجائے "انظرنا" کہا کرو، جس میں یہودیوں کے لئے شرارت کا امکان نہیں۔

معالم التزیل میں ہے کہ حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ یہود کی زبان جانتے تھے، انہوں نے محسوس کرلیا کہ یہودی "راعنا یا محمد ﷺ" کہتے ہیں اور آپس میں ہنستے ہیں، لہٰذا انہوں نے یہودیوں سے کہا کہ آئندہ تم میں سے کسی نے یہ لفظ بولا تو میں گردن ماردوں گا، وہ کہنے لگے کہ تم لوگ بھی تو کہتے ہو، اس پر یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔

آیت مبارکہ سے آنحضرت ﷺ کے مقام عالی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ہرگز گوارہ نہیں کہ کوئی اس کے حبیب ﷺ کی شان میں ایسا لفظ استعمال کرے جس میں گستاخی کا کوئی پہلو ہو۔

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَٰهِـۧمُ ٱلْقَوَاعِدَ مِنَ ٱلْبَيْتِ وَإِسْمَٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَٱجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾﴾ (البقرة)

ترجمہ: ”اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم کعبہ کی بنیادیں اور اسمٰعیل بھی اے ہمارے رب قبول فرمالے ہم سے بے شک تو ہی خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب اور بنا دے ہم کو تو اپنا فرمانبردار، اور بنا دے ہماری اولاد میں سے ایک اُمت جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں بتادے ہمارے حج کے احکام، اور ہماری توبہ قبول فرما۔“

تفسیر وتشریح: اس آیت میں حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا کا تذکرہ ہے، کعبہ شریف بناتے ہوئے جو دعائیں ان دونوں حضرات نے کی تھیں، ان میں سے ایک دعا یہ بھی ہے کہ اے ہمارے رب ان میں سے ایک رسول مبعوث فرما، اس رسول سے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ مراد ہیں جو عربی بھی تھے اور مکی بھی اور حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام دونوں کی نسل میں سے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے سب انہی کی نسل میں سے تھے، اور حضرت سرور دوعالم خاتم النبیین ﷺ کے علاوہ سب بنی اسحاق تھے اور آپ ہی بنی اسماعیل میں سے ہیں، مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے (ج ۱۸۴۱) مسند احمد سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کا ابتدائی تذکرہ اولاً کیسے شروع ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ:
"دعوة أبي ابراهيم وبشرى عيسى، ورأت أمي أنه يخرج منها نور أضاءت منها قصور الشام" یعنی میں اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا ہوں، اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت ہوں، اور میری والدہ نے جو خواب دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا میں اس خواب کا مظہر ہوں۔

(مسند أحمد حديث أبو أمامه الباهلی)

یہ حدیث صاحب مشکوٰۃ نے بھی شرح السنۃ سے نقل کی ہے، اس میں یوں ہے کہ: میں اپنی والدہ کے خواب کا مظہر ہوں، جنھوں نے وضع حمل کے وقت دیکھا تھا ان کے لئے ایک نور روشن ہوا، جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ حدیث نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مطلب یہ کہ سب سے پہلے جنھوں نے میرا تذکرہ کیا اور لوگوں میں مجھے مشہور کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ یہ تذکرہ دعا کی صورت میں تھا، ذکر مشہور ہوتا رہا، یہاں تک کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے جو آخری نبی تھے، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام انھوں نے آپ ﷺ کا نام کر بشارت دی، اور بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا:

﴿يَـٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُم بِٱلْبَيِّنَـٰتِ قَالُوا۟ هَـٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٦﴾﴾ (الصف)

ترجمہ: "اے بنی اسرائیل بلاشبہ میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں، میرے سامنے جو تورات ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور ایک ایسے رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہو گا۔"

تفسیر و تشریح: زمانۂ حمل میں آپ ﷺ کی والدہ نے خواب دیکھا تھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہو گئے، انہوں نے اپنا خواب اپنی

قوم کوسنایاجولوگوں میں مشہور ہو گیا، اور یہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے لئے ایک بہت بڑی تمہید تھی آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کو معبوث فرمایا جن کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی، اور عیسیٰ علیہ السلام نے جن کی بشارت دی تھی، آپ ﷺ کا نام احمد بھی ہے، اور محمد ﷺ بھی، آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت ختم فرمادی، اور سارے عالم کے انسانوں کے لئے رہتی دنیا تک آپ ﷺ کو نبی اور رسول بناکر بھیج دیااور سورۂ احزاب میں آپ ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا اعلان فرمادیا، اورآپ ﷺ نے "لانبی بعدی" میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور "ختم بی النبییون" (مجھ پر نبیوں کی آمد ختم ہوگئی) اور "إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي" (بلاشبہ رسالت ونبوت ختم ہوگئی، اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی ہے) اعلان فرمادیا، آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت عامہ کا اعلان فرمائے کے لئے سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الأعراف:158)

"آپ فرمادیجئے کہ اے لوگو بے شک میں تم سب کی طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں۔"

اللهمّ صلّ على محمّد النّبيّ الأمّيّ وعلى آله وسلّم تسليمًا

فضیلت:

حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا میں حضرت سیدنا محمد ﷺ کی بعض صفات کا ذکر

حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اپنی نسل میں جو حضرت محمد ﷺ کے مبعوث ہونے کی دعا کی تھی ان کی صفات ﴿يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِكَ﴾ اور ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾ (البقرۃ:۱۲۹) میں فرمایا تھا سورۂ آل عمران میں بھی آپ ﷺ کی یہ صفات مذکور ہیں، اور سورۂ جمعہ میں بھی آپ ﷺ کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں، یہ کام اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سپرد فرمادیئے تھے، آپ ﷺ نے ان کو پوری طرح سے انجام دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے مقاصد بعثت میں سورۂ بقرۃ میں اول تو یہ فرمایا کہ: ﴿يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِكَ﴾ (البقرۃ:۱۲۹) کہ وہ نبی لوگوں کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت فرمائے گا، حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید، اللہ کا کلام بھی ہے اور اللہ کی کتاب بھی، اس کے الفاظ کا پڑھنا پڑھانا اور سننا اور سنانا تلاوت کرنا صحیح طریقہ پر ادا کرنا بھی مطلوب اور مقصود ہے۔

بہت سے جاہل جو تلاوت کا انکار کرتے ہیں، اور بچوں کو قرآن مجید حفظ کرانے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح رٹنے سے کیا فائدہ؟

یہ لوگ کلام الٰہی کا مرتبہ و مقام نہیں سمجھتے، دشمنوں کی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں، قرآن مجید کو لوگوں کے آپس کے خطوط پر اور انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں پر قیاس کرتے ہیں، اور اپنی جہالت سے یوں کہتے ہیں، کہ قرآن کے معانی اور مفاہیم کا سمجھنا کافی ہے، اس کا پڑھنا اور یاد کرنا ضروری نہیں، (والعیاذ باللہ) یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ قرآن مجید کے الفاظ کو محفوظ رکھنا فرض کفایہ ہے، صحیفوں پر اعتماد کئے بغیر سینوں میں یاد رکھنا لازم ہے، تاکہ اگر مطبوعہ مصاحف (العیاذ باللہ) معدوم ہو جائیں تب بھی قرآن شریف اپنی تمام قراءتوں کے ساتھ محفوظ رہ سکے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ
الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

کتاب اور حکمت کی تعلیم

رسول اللہ ﷺ کا دوسرا کام ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ ﴾ (آل عمران:١٦٤)

ارشاد فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی فریضہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دیں، کتاب اللہ کے الفاظ بھی سکھائیں، اور معانی بھی سمجھائیں، عربی زبان جاننا قرآن سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہے، قرآن کی تفسیر وہی معتبر ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بتائی اور جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیکھی، پھر ان سے تابعین اور تابع تابعین اور سلف صالحین سے ہوتے ہوئے امت تک پہنچی، سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾ (النحل:٤٤)

ترجمہ: ”اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ بیان کریں جو ان کی طرف تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا۔“

آج کل بہت سے لوگ ایسے ہیں جو تھوڑی بہت عربی جان کر قرآن شریف کے معانی اور مفاہیم اپنی طرف سے بتانے لگے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تفسیر سے بے نیاز ہو کر گمراہ ہو رہے ہیں، اور گمراہ کر رہے ہیں، یہ لوگ اپنی جہالت اور گمراہی سے کہتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا خط ہے، جو مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے، اور رسول ﷺ کی حیثیت محض ایک ڈاکیہ کی ہے (معاذاللہ)، اور ڈاکیے کا کام خط پہنچا دینا ہے، خط پڑھ کر سنانا

سمجھنا اس کا کام نہیں، یہ فرقہ منکرین حدیث کا ہے جو ایسی جاہلانہ و کفریہ باتیں کرتا ہے، قرآن مجید نے تو اپنے بارے میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا خط ہے، جو مخلوق کی طرف آیا ہے، اس کو خود ہی سمجھ لینا، اور اس کے لانے والے سے مت سمجھنا، بلکہ قرآن نے تو رسول اللہ ﷺ کے فرائض میں کتاب و حکمت کی تعلیم دینا بتایا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو درمیان سے نکال کر قرآن سمجھنا کفر کی دعوت اور اشاعت ہے، اللہ تعالیٰ امت مرحومہ کو ان لوگوں کے فریب سے بچائے۔

آیت شریفہ میں "الکتاب" اور "حکمت" دو لفظ مذکور ہیں ان دونوں کی تعلیم دینا رسول اللہ ﷺ کے منصب رسالت کے فرائض میں شمار فرمایا ہے، مفسر بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے، اور الحکمت سے مجاہد کی تفسیر کے مطابق فہم القرآن مراد ہے، اور بعض حضرات نے اس سے احکام قضا مراد لئے ہیں، اور بعض حضرات نے حکمت کی تفسیر العلم والعمل سے کی ہے۔

صاحب روح المعانی نے بعض مفسرین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ الحکمۃ سے کتاب اللہ کے حقائق ودقائق اور وہ سب چیزیں مراد ہیں جن پر قرآن مجید مشتمل ہے، اس صورت میں تعلیم کتاب سے مراد اس کے الفاظ سمجھنا اور اس کی کیفیت ادا بیان کرنا مراد ہے، اور تعلیم حکمت سے اس کے معانی اور اسرار اور جو کچھ اس میں ہے اس سے واقف کرانا مراد ہے، اور بعض حضرات نے حکمت کی تفسیریوں کی ہے "ما تکمل به النفوس من المعارف والأحکام"، یعنی وہ تمام معارف اور احکام جن سے نفوس کی تکمیل ہوتی ہے، حکمت سے وہ سب مراد ہے۔

درحقیقت حکمت کے جو معانی حضرات مفسرین نے بتائے ہیں وہ ایک دوسرے کے معارض اور منافی نہیں ہیں مجموعی حیثیت سے ان سب کو مراد لیا جاسکتا ہے۔

تزکیہ نفوس:

رسول اللہ ﷺ کا تیسرا فرض منصبی ''وَيُزَكِّيهِمْ'' بیان فرمایا، لفظ یزکی تزکیہ سے مضارع کا صیغہ ہے، تزکیہ لغت میں پاک صاف کرنے کو کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا کام صرف کتاب اللہ کا پڑھا دینا اور سمجھا دینا ہی نہیں تھا، بلکہ نفوس کا تزکیہ بھی آپ ﷺ کے فرض منصبی میں داخل تھا ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ﴾ میں ''تحلية النفوس بالفضائل ﴿ويزكيهم﴾'' میں ''تخلية النفوس عن الرذائل'' کا ذکر ہے، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو توحید خداوندی سے آراستہ فرمایا، اور کفر و شرک کی نجاست سے پاک کیا، ایمان اور یقین دیا، شک سے بچایا، گناہوں کی گندگی سے دور کیا، نفوس کے رذائل دور کئے، اخلاق عالیہ اور اعمال صالحہ بتائے، اور عمل کر کے دکھایا، گناہوں کی تفصیل بتائی ان کے اثرات ظاہرہ وباطنہ دنیویہ اور اخرویہ سے باخبر فرمایا، نیکیوں کی تفصیلی فہرست بتائی، اوران کے منافع دنیویہ اور اخرویہ سے مطلع فرمایا، حسد، بخل، کینہ، تکبر، حرص، لالچ، حب جاہ کی مذمت فرمائی، حب فی اللہ، اور تواضع اور فروتنی، صلہ رحمی، سخاوت، ضعیف کی مدد، بڑوں کی خدمت، یتیم کے ساتھ رحمدلی، تقویٰ، اخلاص، اکرام اہل ایمان، نرمی، حسن الجوار، غصہ پی جانا، وغیرہ وغیرہ کی تعلیم دی، انسان کو انسان بنایا، حیوانیت اور بہیمیت سے بچایا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بعثت لأتمم مكارم الأخلاق'' (کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں)۔ (رواه الإمام مالك فى المؤطا)

نفوس کا تزکیہ صرف زبانی طور پر بتا دینے سے نہیں ہو جاتا ہے، اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہوتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ کے لئے انسانوں ہی میں سے انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے، تا کہ وہ عملی طور پر ان کا تزکیہ کر سکیں، اور تا کہ ان کی صحبت سے انسانوں کے نفوس خیر کی طرف پلٹ سکیں، اور اعمال صالحہ کے خوگر وعادی ہو جائیں، اور نفوس کی شرارتوں کو سمجھ سکیں اور ان سے بچ سکیں۔

سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ﴿١١٩﴾ ﴾ (التوبة)

ترجمہ: "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

اس آیت شریفہ میں سچوں کے ساتھ ہونے کی تعلیم فرمائی ہے، جو لوگ اپنے اخلاص اور عمل میں سچے ہیں ان کے ساتھ رہنے سے طبیعت اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوتی ہے، اور نفس و شیطان کی مکاریوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے، پھر ان کا توڑ بھی سمجھ میں آجاتا ہے، جس کسی کی صحبت اختیار کرے پہلے دیکھ لے کہ وہ متبع سنت ہے یا نہیں؟ اس میں کتنی فکر آخرت ہے؟

اور حب دنیا اور جلب زر کے لئے تو مرشد بن کر نہیں بیٹھا، جس کسی کو متبع سنت اور آخرت کا فکر مند پائے اس کی صحبت اٹھائے، مال و جاہ کا حریص مصلح اور مرشد نہیں ہو سکتا، اس کی صحبت میں رہنا زہر قاتل ہے۔

اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليما

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے درجات خوب زیادہ بلند فرمائے

اللہ تعالیٰ نے اس روئے زمین پر بہت سے انبیاء علیہم السلام بھیجے اوران میں باہم فرق مراتب بھی رکھا جس کی طرف اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿تِلْكَ ٱلرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ ٱللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَٰتٍ﴾ (البقرۃ:۲۵۳)

ترجمہ: ”یہ رسول ہیں ہم نے فضیلت دی ان میں بعض کو بعض پر، ان میں بعض سے اللہ نے کلام فرمایا ہے، اور بعض کو درجات کے اعتبار سے بلند فرمایا۔“

تفسیر و تشریح: لفظ ﴿تِلْكَ﴾ اسم اشارہ ہے اس کا مشارالیہ المرسلین ہے یعنی یہ پیغمبر جن کا ذکر ابھی ابھی ہوا ان کو ہم نے آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت دی، کہ بعض کو ایسی منقبت سے متصف فرمادیا جو بعض دوسروں میں نہیں تھیں۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہاں ﴿بَعْضَهُمْ﴾ سے سرور دوعالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مراد ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کو وہ خواص علمیہ و عملیہ عطاء فرمائے کہ زبانیں ان کو پوری طرح ذکر کرنے سے عاجز ہیں، آپ رحمۃ للعالمین ہیں، صاحب الخلق

العظیم آپ کی صفت ہے، آپ پر قرآن کریم نازل ہوا، جو پوری طرح محفوظ ہے، آپ کا دین ہمیشہ باقی رہنے والا ہے جو معجزات کے ذریعہ مؤید ہے، مقام محمود اور شفاعت عظمیٰ کے ذریعہ آپ ﷺ کو رفعت دی گئی ہے، اور آپ ﷺ کے فضائل اور مناقب اتنے زیادہ ہیں جن کا شمار کرنا بندوں کے بس سے باہر ہے، حضرات علماء کرام نے آپ ﷺ کے معجزات اور مناقب اور خصائص پر مشتمل کتابیں تالیف کی ہیں، حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخصائص الکبری، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ کا مطالعہ کیا جائے، آخر الذکر کتاب سات جلدوں میں ہے جو کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

رسول اکرم ﷺ سے حجت بازی کرنے والوں کے لئے اعلان مباہلہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا۟ نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَـٰذِبِينَ ﴿٦١﴾﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: "سو جو شخص ان کے بارے میں آپ سے جھگڑا کرے۔ اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا ہے تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم بلا لیں اپنے بیٹوں کو اور تم بلا لو اپنے بیٹوں کو اور ہم بلا لیں اپنی عورتوں کو اور تم بلا لو اپنی عورتوں کو اور ہم حاضر کر دیں اپنی جانوں کو اور تم بھی حاضر ہو جاؤ اپنی جانوں کو لے کر پھر ہم سب مل کر خوب سچے دل سے اللہ سے دعا کریں اور لعنت بھیج دیں جھوٹوں پر۔"

تفسیر و تشریح: اس آیت میں دعوت مباہلہ کا ذکر ہے۔ مفسر ابن کثیر نے (ص ۳۷۸ج ۱) میں محمد بن اسحٰق بن یسار سے نقل کیا ہے کہ نجران کے نصاریٰ کا ایک وفد جو ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں چودہ اشخاص ان کے اشراف میں سے تھے جن کی طرف ہر معاملہ میں رجوع کیا جاتا تھا اُن میں سے ایک شخص کو سید کہتے تھے جس کا نام "اَیْھَمْ" تھا اور ایک شخص ابو حارثہ تھا اور بھی لوگ تھے اُن میں عاقب ان کا امیر تھا اور صاحب رائے سمجھا جاتا تھا اُسی سے مشورہ لیتے تھے اور اس کی ہر رائے پر عمل کرتے تھے اور سید اُن کا عالم تھا۔ ان میں مجلسوں اور محفلوں کا وہی ذمہ دار تھا اور ابو حارثہ اُن کا پوپ تھا جو ان کی دینی تعلیم و تدریس کا ذمہ دار

تھا بنی بکر بن وائل کے قبیلے سے تھا اور عرب تھا لیکن نصرانی ہو گیا تھا۔ رومیوں نے اس کی بڑی تعظیم کی اس کے لئے گرجا گھر بنا دیئے اور اس کی طرح طرح سے خدمت کی۔ اس شخص کو رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے کا علم تھا کتب سابقہ میں آپ ﷺ کی صفات مذکور ہیں اُن سے واقف تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری پر بھی نصرانیت پر مصر رہا۔ دنیاوی اکرام اور عزت و جاہ نے اس کو اسلام قبول کرنے سے باز رکھا۔

جب یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نماز عصر سے فارغ ہوئے تھے اور مسجد ہی میں تشریف رکھتے تھے ان لوگوں نے بہت ہی بڑھیا کپڑے پہن رکھے تھے اور خوبصورت چادریں اوڑھ رکھی تھیں ان کی اپنی نماز کا وقت آگیا تو انہوں نے مسجد نبوی میں مشرق کی طرف نماز پڑھ لی۔ ان میں سے ابو حارثہ عاقب اور سید نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی اور وہی اپنی شرکیہ باتیں پیش کرنے لگے کسی نے کہا عیسیٰ اللہ ہے کسی نے کہا ولد اللہ ہے کسی نے کہا ثالث ثلاثہ (یعنی ایک معبود عیسیٰ ہے، ایک اس کی والدہ اور ایک اللہ تعالیٰ ہے) ان لوگوں نے گفتگو میں یہ سوال کیا کہ اے محمد! (ﷺ) عیسیٰ کا باپ کون تھا؟ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کے شروع سے لے کر اسّی سے کچھ زائد آیات نازل فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب تفصیل کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وحی نازل ہو گئی اور ان سے مباہلہ کرنے کی دعوت کا حکم نازل ہو گیا تو آپ نے اس کے مطابق ان کو مباہلہ کی دعوت دی۔

مباہلہ کا طریقہ:

دعوت یہ تھی کہ ہم اپنی اولاد اور عورتوں سمیت آجاتے ہیں تم بھی اپنی اولاد اور عورتوں اور اپنی جانوں کو لے کر حاضر ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دونوں فریق مل کر خوب سچے دل سے دعا کریں گے کہ جو بھی کوئی جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو جائے، جب

آنحضرت ﷺ نے مباہلہ کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ ابو القاسم (ﷺ) ہمیں مہلت دیجئے ہم غور و فکر کر کے حاضر ہوں گے۔

نصاریٰ کا مباہلہ سے فرار! جب آپ ﷺ کے پاس سے چلے گئے اور آپس میں تنہائی میں بیٹھے تو عبد المسیح سے کہا کہ تیری کیا رائے ہے اس نے کہا کہ یہ تو تم نے سمجھ لیا کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اور انہوں نے تمہارے صاحب (حضرت عیسیٰ ﷺ) کے بارے میں صاف صاف صحیح باتیں بتائی ہیں اور تمہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ جس کسی قوم نے کسی نبی سے کبھی کوئی مباہلہ کیا ہے تو کوئی چھوٹا بڑا اُن میں باقی نہیں رہا۔

اگر تمہیں اپنا بیچ ناس کھونا ہے تو مباہلہ کر لو۔ اگر تمہیں اپنا دین نہیں چھوڑنا تو ان سے صلح کر لو اور اپنے شہروں کو واپس ہو جاؤ، مشورے کے بعد وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے ابو القاسم (ﷺ) ہمارے آپس میں یہ طے پایا ہے کہ ہم آپ سے مباہلہ نہ کریں آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے دین پر چھوڑ دیں اور ہم اپنے دین پر رہتے ہوئے واپس لوٹ جائیں اور آپ ﷺ اپنے آدمیوں میں سے ایک شخص کو بھیج دیں جو ہمارے درمیان ایسی چیزوں میں فیصلہ کر دے جن میں ہمارا امالیاتی سلسلہ میں اختلاف ہے آپ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ (معالم التنزیل ص ۱۰۳ ج ۱) میں لکھا ہے کہ جب رسول ﷺ اللہ نے ﴿نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ﴾ آیت آخر تک نجران کے نصاریٰ کے سامنے پڑھی اور اُن کو مباہلہ کی دعوت دی تو انہوں نے کل تک مہلت مانگی جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے آپ ﷺ پہلے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے ہوئے اور حضرت حسن کا ہاتھ پکڑے ہوئے تشریف لا چکے تھے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پیچھے پیچھے تشریف لا رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن کے پیچھے تھے آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا یہ منظر دیکھ کر نصاریٰ نجران

کا پوپ کہنے لگا کہ اے نصرانیو! میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ سے یہ سوال کریں کہ وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹادے تو ضرور ہٹادے گا لہٰذا تم مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا یہ سن کر کہنے لگے کہ اے ابوالقاسم (ﷺ) ہماری رائے یہ ہے کہ ہم مباہلہ نہ کریں اور آپ کو آپ کے دین چھوڑدیں اوراپنے دین پر رہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں مباہلہ سے انکار ہے تو اسلام قبول کرو اسلام قبول کرنے پر تمہارے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور تمہاری وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو مسلمانوں کی ہیں انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہوگی وہ کہنے لگے کہ ہم جنگ کی طاقت نہیں رکھتے ہم آپ سے صلح کر لیتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ
الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو قرار دیا

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: ”آپ فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا، اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔“

تفسیر وتشریح: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول حضرت محمد کی اتباع کا حکم دیا ہے، اتباع اپنے مقتدا کے پیچھے چلنے اور اس کی راہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں، جتنی بھی مذہبی قومیں ہیں وہ اللہ کو مانتی ہیں، (اگرچہ ماننے کے طریقے مختلف ہیں) اور انھیں یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ سے اپنی کتاب میں اعلان کروادیا کہ محبت صرف دعوی کرنے کی چیز نہیں اس کا ایک معیار ہے اور وہ محبت معتبر ہے جو محبوب کی مرضی کے مطابق ہو، اس محبت کا معیار جو اللہ کے نزدیک معتبر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کا اتباع کیا جائے، آپ نے ﷺ جو کچھ بتایا ہے اور جو کچھ کرکے دکھایا ہے اسے اختیار کریں، اور اسے عمل میں لائیں، اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ کو بھی اس سے محبت ہوگئی، اور یہ محبت دنیا اور آخرت میں خیر وخوبی کا ذریعہ بنے گی، اتباع کے ساتھ اطاعت کا بھی حکم دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، فرمایا:

﴿قُلْ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ ۖ﴾ (آلِ عمران:٣٢)

ترجمہ: "آپ (ﷺ) فرمادیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی۔"

ان دونوں اطاعتوں سے اعراض کرنے والے کو کافر قرار دیا اور فرمایا:

فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: "اگر وہ اعراض کریں تو اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔"

فرماں برداری عقائد میں بھی ہے اور ارکان دین میں بھی، اور فرائض میں بھی ہے، اور واجبات دین میں بھی ہے، عقائد اسلامیہ سے اعراض کرنا تو کفر ہے ہی۔۔۔۔۔۔ فرائض کی فرضیت کا انکار بھی کفر ہے، اگر کسی کے عقائد صحیح ہوں اور فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہو اور فرائض کو فرائض مانتا ہو تو ترک فرائض کی وجہ سے اس کا کفر اعتقادی نہیں بلکہ عملی ہوگا۔

جو لوگ دین اسلام قبول نہیں کرتے، اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے دعویدار ہیں ان کے لئے تو آیت شریفہ میں تنبیہ ہے کہ جب تک محبوب رب العالمین خاتم النبیین ﷺ کی دعوت پر لبیک نہ کہو گے، ان کی دعوت اور ان کا دین قبول نہ کرو گے، تو اللہ سے محبت کرنے والوں میں اللہ کے نزدیک شمار نہ ہوں گے، اور تمہاری محبت اور محبت کا دعویٰ سب ضائع ہو جائے گا، بیکار ہو جائے گا، اور اکارت ہو جائے گا، ساتھ ہی ان مسلمانوں کو بھی تنبیہ ہے جو اللہ سے محبت کے بھی دعویدار ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی محبت کا بھی بڑھ چڑھ کر دعوے کرتے ہیں، لیکن نبی اکرم ﷺ کے اتباع اور اطاعت سے دور ہیں، کاروبار بھی حرام ہے، پھر بھی اللہ و رسول ﷺ سے محبت ہے، داڑھی منڈی ہوئی ہے، پھر بھی محبت کا دعوی ہے، لباس نصرانیوں کا ہے پھر بھی مدعیان محبت ہیں، ملکوں کو کافروں کے قوانین کے مطابق چلاتے ہیں پھر بھی محبت کے دعوے کرنے والے ہیں، یہ محبت نہیں محبت کا دھوکہ ہے اور جھوٹا دعوی ہے۔ (انوار البیان)

فضیلت:

رسول اکرم ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سب سے زیادہ قریب تر ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَوْلَى ٱلنَّاسِ بِإِبْرَٰهِيمَ لَلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا ٱلنَّبِيُّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: ”بلاشبہ انسانوں میں ابراہیم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا اتباع کیا اور یہ نبی ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سب مومنین کا ولی ہے۔“

تفسیر و تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ خصوصی تعلق والا کون ہے؟ پھر فرمایا:

﴿إِنَّ أَوْلَى ٱلنَّاسِ بِإِبْرَٰهِيمَ لَلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ﴾

”بلاشبہ انسانوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ خصوصیت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا اتباع کیا۔“

یہود و نصاریٰ نے نہ صرف یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنا تعلق ظاہر کیا بلکہ یہ دعویٰ کیا کہ وہ یہودی اور نصرانی تھے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کی تکذیب فرمائی اور فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی شریعت کا اتباع کیا وہ یہ نبی تھے یعنی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور جو لوگ ان پر ایمان لائے یہ ابراہیم علیہ السلام کے قریب تر ہیں کیونکہ یہ امت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہے۔ جیسا کہ

سورۂ حج کے آخر میں فرمایا﴿ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ﴾ (الحج:۷۸) توحید اور عقیدۂ معاد میں تمام انبیاء علیہم السلام مشترک ہیں لیکن شریعت محمد یہ کے احکام کثیر تعداد میں ایسے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے موافق ہیں توحید کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو محنت کی، جان جوکھوں میں ڈالی، اس کے لئے آگ میں ڈالے گئے، وطن چھوڑا۔ اسی طرح اُمت محمد یہ نے پوری طرح محنت اور کوشش کر کے جانوں اور مالوں کی قربانی دے کر اس دعوت توحید کے لئے اور توحید پر خود باقی رہنے اور دوسروں کو باقی رکھنے کے لئے اُمت محمد یہ نے جو قربانیاں دی ہیں اس کی نظیر دوسری اُمتوں میں نہیں ملتی ہیں۔ یہود و نصاریٰ تو مشرک ہو گئے۔ انہوں نے تو توحید کی دعوت ختم ہی کر دی اُن کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔

اللهم صل على محمد النبي الامي وعلى اله وسلم تسليما

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے حضرت سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کرنے کا عہد لیا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ ۚ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِى ۖ قَالُوٓا۟ أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَٱشْهَدُوا۟ وَأَنَا۠ مَعَكُم مِّنَ ٱلشَّٰهِدِينَ ﴿٨١﴾﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: ”اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں جو کچھ بھی تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں پھر آجائے تمہارے پاس رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور ضرور اس کی مدد کرو گے۔

فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور تم نے اس پر میرا مضبوط عہد قبول کرلیا؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کرلیا، فرمایا سو تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے گواہ ہوں۔“

تفسیر و تشریح: مفسرین نے فرمایا ہے کہ رسول مصدق سے مراد اس آیت میں ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، اور کوئی نبی ایسا نہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے عہد نہ کیا ہو کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کو معبوث کروں گا اگر وہ تمہارے زمانہ میں آئیں تو تم ان

پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور اپنی امت کو اس کی وصیت کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اور اخذ میثاق میں نبی اکرم ﷺ کی جس عظمت شان کا بیان ہے وہ پوشیدہ نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر انبیاء کرام کے زمانہ میں آپ کی بعثت ہوتی تو آپ ﷺ ان کے لئے مرسل ہوتے اور اس طرح سے آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت تمام مخلوق کو عام ہو گئی۔ آدم علیہ السلام سے لے اخیر زمانے تک۔ اور اس طرح سے حضرت انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتیں سب آپ ﷺ کی امت میں داخل ہیں اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "بُعِثْتُ إلى الناس كافة" صرف انہیں لوگوں سے متعلق نہیں ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک ہوں گے بلکہ ان لوگون سے بھی متعلق ہے جو آپ سے پہلے تھے، اور اس سے آپ کے ارشاد " كُنْتُ نَبِياًوآدمُ بَيْنَ الرُّوحِ و الْجَسَد" (یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) روح اور جسم کے درمیان تھے) کا معنی بھی واضح ہو جاتا ہے۔ خیر الانبیاء اور سید الانبیاء ﷺ کی برکت سے آپ ﷺ کی امت بھی خیر الامم قرار دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نہ صرف خیر الانبیاء وخاتم الرسل بنایا بلکہ آپ کی عزت وکرامت کو مزید شرف بخشتے ہوئے آپ ﷺ کی امت کو بھی خیر الامم کے عظیم منصب سے نوازا اور ساری امتوں میں افضل قرار دیا، ارشاد عالی ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ (آلِ عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: "تم سب امتوں سے بہتر امت ہو جو نکالی گئی ہے لوگوں کے لئے بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔"

تفسیر وتشریح: اس آیت شریفہ میں امت محمد ﷺ کو خیر امت فرمایا ہے، اور اس امت کے نبی ﷺ بھی خیر الانبیاء اور سید الانبیاء ہیں، جس کا آیت: ﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ

وَلَتَنصُرُنَّهُ﴾، میں ذکر فرمایا ہے، نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "أنا سید ولد آدم" (کہ میں قیامت کے دن آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں گا۔ (رواہ مسلم) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں گا، اور بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں، اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا، اور بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں، اور اس دن آدم ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور نبی ہوں سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا جس سے زمین پھٹے گی (یعنی قبر سے سب سے پہلے ظاہر ہوں گا) اور میں بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں۔ (رواہ الترمذی)

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ
الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا

فضیلت:

نبی رحمت ﷺ رحمت الٰہی سے نرم وخوش مزاج تھے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى ٱلْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: ”سواللہ کی رحمت کے سبب آپ ان کے لئے نرم ہوگئے اور اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے سو آپ ﷺ ان کو معاف فرمادیجئے اوران کے لئے استغفار کیجئے اور کاموں میں ان سے مشورہ لیجئے، پھر جب آپ پختہ عزم کرلیں، تو آپ اللہ پر توکل کیجئے بے شک توکل کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔“

تفسیر وتشریح: آیت بالا میں جہاں آپ ﷺ کی خوش خلقی اور نرم مزاجی اور رحمت وشفقت کا ذکر ہے وہاں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو آپ ﷺ کے پاس جمع ہیں جو آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں وہ آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے اور منتشر ہو جاتے، لیکن آپ ﷺ کی خوش طبعی وخوش مزاجی اوراخلاق کریمانہ اور نرم دلی کی وجہ سے یہ حضرات آپ کے پاس جمے رہتے ہیں۔

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کی گواہی آپ ﷺ کی امانت داری پر

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی بہت سی صفات بیان فرمائی ہیں اور بہت سی صفات کے بارے میں آپ ﷺ کے متصف ہونے کی خبر دی ہے، انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سرور کونین ﷺ کی امانت داری کی گواہی دی ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ وتبارک وتعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ ۚ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: "اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو شخص خیانت کرے گا، وہ اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا، پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا، اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔"

تفسیر وتشریح: در منثور میں ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر مال غنیمت میں سے ایک سرخ چادر نہیں مل رہی تھی، بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے لے لی ہو، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ غلول کرے، غلول کے اصل معنی خفیہ طریقہ سے کوئی چیز لے لینا، اور مطلق خیانت کو بھی غلول کہتے ہیں۔ (تفسیر انوار البیان)

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کو خوب پاکیزہ بیان فرمایا۔

تنبیہ: در منثور میں جو یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے (یہ چادر) لے لی ہو، ان کہنے والوں سے مراد منافقین ہیں کیونکہ منافقین ہی ایسی بات کرسکتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسی بات سوچ بھی نہیں سکتے، چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت سے اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد نقل کیا ہے کہ منافقین نے ایسی بات کہی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی براءت میں یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیر ابن کثیر)

اور خود حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔(در منثور)

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر مؤمنین پر احسان فرمایا ہے

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: ”درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر احسان فرمایا جب کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اوران کا تزکیہ کرتا ہے اوران کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، اوراس میں شک نہیں کہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔“

تفسیر وتشریح: اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرما کر ساری انسانیت اور سارے جنات پر عموماً اوران میں سے مؤمنین پر خصوصاً احسان کا معاملہ فرمایا، اللہ جل شانہ بہت بڑے کریم ہیں، صدیوں سے لوگ شرک اور کفر کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے بجز خال خال چند افراد کے، اللہ تعالیٰ کو ماننے والے دنیا میں رہے ہی نہ تھے، جو لوگ اپنے خیال میں اللہ تعالیٰ کو مانتے اور جانتے تھے وہ بھی عموماً مشرک تھے، اور عجم سب پر شیاطین کا تسلط تھا، پوری دنیا کفر کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی، ایسے موقع پر اللہ جل شانہ نے نبی آخر الزمان سیدنا حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ ﷺ کی ذات گرامی سے تاریکیاں

چھوٹ گئیں، ایمان کا نور پھیل گیا، لاکھوں افراد جو کفر اور شرک کی وجہ سے مستحق دوزخ ہو چکے تھے انہوں نے اسلام قبول کیا، اور وہ خود اور ان کی قیامت تک آنے والی نسلیں جو دین اسلام قبول کریں گی، وہ سب جنتی بن گئے، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، اللہ تعالیٰ شانہ نے انسانوں میں سے رسول بھیجا تا کہ وہ قول سے بھی بتائے اور عمل سے بھی کر کے دکھائے، اور انھیں کے اندر رہتے ہوئے ان کی اصلاح کرے، ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات بھی سنائے، اور ان کو کتاب اور حکمت بھی سکھلائے، اور ان کا تزکیہ بھی کرے۔ یعنی ان کے نفسوں کو صفات رذیلہ اور اخلاق ذمیمہ سے پاک کرے۔(تفسیر انوار البیان)

آیت مذکورہ کے متعلق ایک ضروی تشریح یہ ہے کہ قرآن کریم کی دوسری آیات کی رو سے یہ بات عیاں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وجود مبارک ساری کائنات کے لئے رحمت ہے جیسا کہ آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ "رحمۃ للعالمین" ہیں یعنی سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا وجود نعمت کبریٰ اور احسان عظیم ہے، اس آیت کریمہ میں احسان کو مؤمنین کے ساتھ خاص فرمانے کی وجہ ایسی ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم کو ساری انسانیت کے لئے ہدایت نامہ بنا کر نازل کیا گیا، اور بعض جگہ ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن پاک متقین کے لئے ہدایت ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ بلاشبہ قرآن کریم تو ساری انسانیت کے لئے ہدایت نامہ اور سرچشمہ ہدایت ہے مگر اس سے منتفع ہونے اور فائدہ اٹھانے والے مؤمنین و متقین ہی ہیں، ایسے ہی اگرچہ رسول اللہ ﷺ کا وجود سارے عالم اور ہر مؤمن و کافر کے لئے نعمت کبریٰ اور احسان عظیم ہے مگر مؤمنین ہی آپ ﷺ سے فائدہ اٹھانے والے ہیں، اور اُن پر اللہ تعالیٰ کا احسان نہ ماننے والوں یا کفار و مشرکین سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو جیسے زمرۂ انبیاء میں امامت وسیادت کا منصب حاصل ہے، اسی طرح انسانوں کو صحیح انسان بنانے میں بھی آپ ﷺ کی شان تمام انبیاء علیہم السلام سے بہت ممتاز

ہے، آپ ﷺ نے مکی زندگی میں یہی کام افراد سازی کا انجام دیا، اور انسانوں کا ایسا معاشرہ تیار کر دیا جس کا مقام فرشتوں کی صفوف سے آگے ہے، اور زمین و آسمان نے اس سے پہلے ایسے انسان نہیں دیکھے، ان میں سے ایک ایک رسول اللہ ﷺ کا زندہ معجزہ نظر آتا ہے، ان کے بعد کے لئے بھی آپ ﷺ نے جو تعلیمات اور ان کے رواج دینے کے جو طریقے چھوڑے ہیں اس پر پورا عمل کرنے والے بڑا مقام حاصل کر سکتے ہیں، یہ تعلیمات سارے عالم کے لئے ہیں، اس لئے آپ ﷺ کا وجود مبارک پورے عالم انسان کے لئے احسان عظیم ہے گو پورا نفع مؤمنین ہی نے اٹھایا۔ (معارف القرآن بحذف)

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا

فضیلت:

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کر دے گا

ارشاد تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ ﴾ (النسآء)

ترجمہ: ”جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف کسی دوسرے راستے کا اتباع کرے تو ہم اس کو وہ کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔“

تفسیر و تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مؤمنین کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ کا اتباع کرے ہم اسے وہ کرنے دیں گے جو کرتا ہے (یعنی اپنے اختیار سے جس بُرائی میں لگا ہوا ہے دنیا میں ہم اسے کرنے دیں گے اس کا اختیار سلب نہیں کریں گے) اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے (یہ اس کو آخرت میں سزا ملے گی) اور دوزخ بُری جگہ ہے۔ اس آیت میں دو باتوں میں دوزخ کے داخلہ کی خبر دی گئی اوّل یہ کہ جو شخص ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔ وہ تمام لوگ جن کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا علم ہوا اور پھر اسلام قبول نہ کیا اور ہر وہ شخص جس نے اسلام قبول کر لیا اور پھر اسلام قبول کر کے اسلام سے پھر گیا وہ سب لوگ اس آیت کی وعید میں شامل ہیں۔ چوری کرنے والا وہ شخص جس کا واقعہ ان آیات کا سبب نزول بنا، مرتد ہو کر چلا گیا تھا اس لئے اس بات کو یہاں ذکر کیا گیا لیکن مفہوم اس کا عام ہے ہمیشہ جب کبھی بھی کوئی شخص اسلام قبول

کرے پھر مرتد ہو جائے اس آیت کا مضمون اس پر صادق آئے گا یعنی وہ دوزخ میں جائے گا۔

اجماع امت بھی حجت ہے

دوسری بات یہ بتائی کہ جو شخص مؤمنین کے راستہ کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ اختیار کرے گا وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسا کہ دین اسلام میں قرآن وحدیث حجت ہیں۔ اسی طرح اجماع امت بھی حجت ہے کیونکہ قرآن مجید کا مطلب اور عقائد واعمال کی تفصیلات جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر ہر زمانے کے علماء، صلحاء اور مشائخ کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے اُن کو ماننا اور اُن پر عمل کرنا ہی ذریعۂ نجات ہے۔ اوران ہی کے ذریعہ سے قرآن مجید کی تفسیر ہم تک پہنچی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بتائی آپ سے سمجھ کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تابعین رحمۃ اللہ علیہم کو بتائی پھر انہوں نے آگے اس کی روایت کی۔ عقائد بھی انہی حضرات کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں اور فرائض وواجبات کا بھی انہی کے ذریعہ سے پتہ چلا ہے، اب جو کوئی شخص ان حضرات کو بیچ میں سے نکال کر خود اپنے پاس سے قرآن کی تفسیر کرے گا اور آیات کے معانی ومفاہیم اپنے پاس سے تجویز کرے گا اور احکام اسلام کی اپنے طور پر تشریح کرے گا یا حجیت حدیث کا منکر ہو گا یا امت مسلمہ کے مسلّمہ عقائد کا انکار کرے گا۔ وہ کافر ہو گا، دوزخی ہو گا۔ جو لوگ قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہیں یا جو لوگ پانچ نمازوں کے منکر ہیں یا جو لوگ رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہونے کے منکر ہیں یا جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل ہونے یا ان کی طبعی موت واقع ہونے کے قائل ہیں، یہ سب لوگ کافر ہیں اور دوزخی ہیں کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اب تک پوری امت کے جو عقائد ہیں یہ لوگ ان کے منکر ہیں، اپنے تراشیدہ عقیدہ کے حامل ہیں (اہل السنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ مقتول ہوئے نہ طبعی موت سے دنیا سے تشریف لے گئے وہ قیامت سے قبل دنیا میں تشریف

لائیں گے امن وامان اور عدل وانصاف قائم کریں گے)

روح المعانی (ص ۱۴۶ ج ۵) میں ہے کہ حضرت امام شافعی سے ایک شخص نے کہا کہ اجماع کے حجت ہونے کی کیا دلیل ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تین دن تک روزانہ رات اور دن میں تین تین بار پورا قرآن مجید پڑھا اُن کو یہ آیت مل گئی جس سے انہوں نے اجماع امت کے حجت ہونے پر استدلال کیا۔ آنحضرت سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ اللہ نے مجھ سے میری امت کے بارے میں تین وعدے فرمائیں اور اُن کو تین چیزوں سے امان دی ہے۔

اوّل: یہ کہ کبھی پوری امت قحط کے ذریعے ہلاک نہ ہوگی۔

دوم: یہ کہ ان کا کوئی دشمن ان کا بالکل ہی ایک ایک فرد کر کے ختم نہ کر سکے گا۔

سوم: یہ کہ ان کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا۔ (رواہ الدارمی کمافی المشکوٰۃ ص ٥١٤)

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تین چیزوں سے امان دی۔

اوّل: یہ کہ تمہارا نبی تم پر بددعا نہ کرے گا جس سے تم ہلاک ہو جاؤ۔

دوم: یہ کہ باطل اہل حق پر غلبہ نہ پائیں گے (جس سے حق مٹ جائے اور نور حق ختم ہو جائے)۔

سوم: یہ کہ تم لوگ گمراہی پر جمع نہ ہوں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص:۵۱۳، ج:۲)

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ کی رسالت اطاعت ہی کے لئے ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُوا۟ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ (النساء)

ترجمہ: ''ہم نے جو بھی کوئی رسول بھیجا اسی لئے بھیجا کہ بحکم خداوندی اس کی اطاعت کی جائے، اور جب انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، آپ کے پاس آتے پھر اللہ سے مغفرت مانگتے، اور رسول ان کے لئے استغفار کرتے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی فرمانے والا پاتے۔''

تفسیر وتشریح: آیت سے تک جو آیتیں ہیں ان کا سبب نزول بیان کرتے ہوئے صاحب معالم التنزیل نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اور وہ یہ ہے کہ بشر نامی ایک منافق تھا، اس کے اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا تھا، دونوں کو فیصلہ کرانا تھا، یہودی نے کہا کہ محمد ﷺ کے پاس چلیں ان سے فیصلہ کرا لیں گے، لیکن بشر منافق نے کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں، کعب بن اشرف یہودیوں کا سردار تھا، یہودی نے کہا کہ نہیں میں تو محمد ﷺ ہی کے پاس لے چلوں گا، جب منافق نے یہ دیکھا کہ یہ کسی اور جگہ فیصلہ کرانے کو تیار نہیں تو دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، آنحضرت ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا، جب دونوں باہر آئے تو بشر منافق نے یہودی سے کہا کہ چلو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے یہودی نے پورا واقعہ سنایا اور بتادیا کہ محمد (رسول اللہ ﷺ)

نے ہمارے بارے میں یہ فیصلہ کر دیا ہے، اوراب یہ چاہتا ہے کہ آپ سے فیصلہ کرائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر وہ اندر تشریف لے گئے اوراندر سے تلوار لے کر نکلے جس سے بشر منافق کو انھوں نے قتل کر دیا، اور فرمایا کہ: جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو ہمارے نزدیک اس کا یہ فیصلہ ہے، اس پر یہ آیت بالا نازل ہوئی، اور حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر کے دکھایا، اسی وجہ سے ان کو فاروق کہا جانے لگا۔

صاحب روح المعانی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ جس شخص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا، اس کے ورثاء خون کا بدلہ طلب کرنے کے لئے حاضر ہوگئے، اور جب ان کے سامنے یہ بات لائی گئی کہ تمہارا آدمی رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ سن کر دوبارہ فیصلہ کرانے کے لئے اپنے ساتھی یعنی یہودی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کیوں لے گیا؟ اور حضور اکرم ﷺ کے فیصلہ سے کیوں ناراض ہوا جو کہ سراسر کفر ہے، تو وہ اپنے آدمی کے اس عمل کی تاویلیں کرنے لگے۔

رسول کا کام اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانا ہے، اور رسول ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ ہی کی نافرمانی ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمادیا تو اس سے بشر منافق راضی نہ ہوا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پھر سے مقدمہ پیش کرنے کی ضد کی، اس میں سراسر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے، نافرمانی کے باعث بشر منافق تو مقتول ہو گیا، لیکن اس کے متعلقین نے جو اس کے عمل کی تاویل کی اور عمل شر کو عمل خیر بنانے کی کوشش کی ان لوگوں نے بھی اللہ کی نافرمانی کی، ان کو چاہیے تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور آپ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا فرماتے، تو اس طرح ان کی مغفرت اور بخشش کی صورت بن جاتی، سچی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیتے ہیں،

خواہ تنہائی میں توبہ کی جائے، یا مجمع میں، لیکن خاص طور سے ان لوگوں کے لئے یہ فرمانا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور آپ ﷺ بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو اللہ کو تواب اور رحیم پالیتے۔ اُس سے جو خدمت عالی میں حاضر ہونے کی شرط مفہوم ہو رہی ہے، اس کے بارے میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ چونکہ انھوں نے آپ کے منصب نبوت پر حملہ کیا اور آپ کے فیصلہ کو نظر انداز کرنے کا تاویلوں کے ذریعہ جواز نکالنا چاہا اور آپ ﷺ کو دکھ پہنچایا اس لئے ان کے جرم کی توبہ کے لئے یہ شرط لگائی گئی کہ آپ ﷺ خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور یہ بھی کہ آپ ﷺ ان کے لئے استغفار کریں، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ طریقے پر اور اعلانیہ گناہ کی توبہ اعلانیہ طور پر ہو، یہ توبہ کا اصول ہے، ان کی حرکت معروف و مشہور ہو گئی، اور رسول اللہ ﷺ کو ان سے دکھ پہنچ گیا، لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ بارگاہ عالی میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کریں۔ (انوار البیان)

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دل و جان سے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے والا نہ بن جائے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾﴾ (النسآء)

ترجمہ: ''سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ مؤمن نہ ہوں گے جب تک کہ جو ان کے آپس کے جھگڑے ہوں ان میں آپ کو فیصلہ کرنے والا بنا کر آپ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں کسی بھی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں، اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔''

تفسیر و تشریح: صحیح بخاری کتاب التفسیر میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زبیر بن العوم رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری شخص (جو کہ نسباً انصاری تھا دین کے اعتبار سے نہ تھا) سے کاشت کے سیراب کرنے کے سلسلہ میں جھگڑا ہو گیا، دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (پانی کا بہاؤ کچھ اس طرح سے تھا کہ پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زمین پڑتی تھی) آپ اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے زبیر! تم اپنی کھیتی کو سیراب کر لو پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو، اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے اس لئے آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا، اور اس کو ترجیح دے دی، رسول اللہ

ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے زبیر تم اپنی زمین کو سیراب کرو، اور پانی کو یہاں تک روک لو کہ تمہاری کیاریوں کے اوپر تک آجائے، پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو، آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے غصہ دلانے والے کلمات کی وجہ سے زبیر رضی اللہ عنہ کو انصاف کا پورا حق دلا دیا، حالانکہ آپ ﷺ نے پہلے ایسی بات فرمائی تھی جس میں دونوں کے لئے گنجائش تھی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں خیال کرتا ہوں کہ یہ آیت ﴿وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ میرے ہی بارے میں نازل ہوئی، مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر جب فریق مقابل راضی نہیں ہوا بلکہ اعتراض بھی کر دیا، کہ آپ نے اپنی پھوپھی کے بیٹے کو ترجیح دی ہے، تو اس پر تنبیہ فرمانے کے لئے آیت شریفہ نازل ہوئی۔

حضور اقدس ﷺ نے حضرت زبیر کو اپنی زمین کو سیراب کرنے کا حق پہلے اس لئے دیا کہ ان کی زمین پہلے پڑ رہی تھی، اور آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ پہلے اپنی کیاریوں میں اوپر تک پورا پانی بھر لینا بلکہ صرف اتنا فرمایا تھا کہ تم اپنی زمین سیراب کر کے اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دینا، لیکن اس شخص نے جب ایسی بات کہہ دی جو اوپر مذکور ہوئی تو آپ ﷺ نے زبیر کو ان کا پورا پورا حق دے دیا، کہ پہلے تم اچھی طرح سیراب کر لو، پھر پانی چھوڑ دو، پہلا فیصلہ اس شخص کے حق میں بہتر تھا، اس نے یہ تو نہ دیکھا کہ زبیر کو پوری کیاریاں پر کرنے کو نہیں فرمایا ہے، بلکہ یہ دیکھ لیا کہ ان کو پہلے اپنی زمین سیراب کرنے کا حق دیدیا۔

آیت بالا میں مستقل یہ قانون بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں پر دل وجان سے راضی ہونا، یہی ایمان کا تقاضا ہے جب آنحضرت ﷺ کا کوئی فیصلہ سامنے آجائے تو اس کے خلاف اپنے نفس میں ذرا بھی کچھ تنگی محسوس نہ کرے، سبب نزول خواہ ہی ہو جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا لیکن آیت کے عموم نے بتا دیا کہ جب بھی کوئی واقعہ

پیش آجائے جہاں ایک شخص دوسرے پر دعوی کرتا ہو اور ان کے جھگڑے مٹانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ موجود ہو تو ہر فریق دل وجان سے اسی پر راضی ہو جائے، ذرا سا بھی کوئی تکدر اور میل اپنے دل میں نہ لائے، بہت سے لوگ جو اپنے معاملات اور مخاصمت میں غیر اسلامی قوانین کی طرف دوڑتے ہیں اور ان کے سامنے قرآن وحدیث کا فیصلہ لایا جاتا ہے، تو اس سے راضی نہیں ہوتے، ایسے لوگ اپنے ایمان کے بارے میں غور کرلیں، اللہ تعالیٰ شانہ نے آیت بالا میں قسم کھا کر خوب واضح طریقہ سے بتادیا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کو اپنے جھگڑوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا نہ بنائیں، اور فیصلہ کرا کر آپ ﷺ کے فیصلہ پر دل وجان سے راضی نہ ہوں، اور پوری طرح فیصلے کو تسلیم نہ کرلیں، تو ایسے لوگ مؤمن نہ ہوں گے، جب تک آنحضرت ﷺ اس دنیا میں تھے، اس وقت تک آپ ﷺ کی ذات اطہر سامنے تھی اور آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد قرآن مجید اور آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ موجود ہیں، آپ ان کو سامنے رکھ کر اپنے فیصلے چکائیں، اور جو مسلمان قاضی اور حاکم ہیں انہیں کے مطابق فیصلے کریں، اگر ایسا نہ کریں گے تو قرآن مجید کی تصریح کے مطابق ''لا یؤمن'' کا مصداق ہوں گے۔

دور حاضر کے لوگوں کی بدحالی لوگوں کے ذہن مغرب کے بنائے ہوئے ظالمانہ قوانین سے اس قدر مغلوب اور مانوس ہو چکے ہیں کہ ان کے مطابق ظالم بننے اور مظلوم بننے کو تیار ہیں لیکن اسلام کے عادلانہ قوانین پر عمل کرنے کو تیار نہیں، زناکاری کے عام ہو جانے پر خوش ہیں، چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں جنہیں بھگتتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے قوانین نافذ کرنے کے لئے تیار نہیں، ان قوانین کو نہ صرف دل سے برا جانتے ہیں بلکہ صاف الفاظ میں ظالمانہ کہہ کر کفر اختیار کرلیتے ہیں، اگر چوروں کے ہاتھ کاٹے جائیں اور زانیوں کو سنگسار کرنے اور کوڑے لگانے کی حد جاری کی جائے اور شراب پینے والوں کو کوڑے لگائے جائیں اور

ڈاکوؤں کے ساتھ وہ معاملہ کیاجائے جو سورۂ مائدہ میں مذکورہے، کہ ان کو (حسب واردات) قتل کیاجائے، یاسولی پر چڑھایا جائے، یاان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں، یاجیل میں ڈالاجائے، اور قاتلوں سے قصاص دلایاجائے، اوردیت کے احکام نافذہوں، تویہ جھگڑے، فسادات، چوریاں، ڈکیتیاں اورزناکاری کاوجود ختم ہوجائے، کہنے کو مسلمان ہیں لیکن احکام قرآنیہ پرراضی نہیں، کافروں کے قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں، اور فیصلے کراتے ہیں، ایسے لوگ غور کرلیں، ان کا کیادین وایمان ہے، آیت بالامیں فرمایاکہ مؤمن ہونے کے لئے صرف یہی شرط کافی نہیں کہ اپنے جھگڑوں کے فیصلے رسول اللہ ﷺ سے کرائیں بلکہ یہ بھی شرط ہے کہ آپ ﷺ کے فیصلے پردل میں ذراسی بھی تنگی محسوس نہ کریں۔(تفسیر انوارالبیان)

اللّٰھمّ صلّ علی محمّد النّبیّ الأمّیّ وعلی آلہٖ وسلّم تسلیمًا

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ (النسآء:۸۰)

ترجمہ: ”جس شخص نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔“

تفسیر وتشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ نے رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کو اپنی ہی فرماں برداری قرار دیا، اس آیت کریمہ کے شان نزول (معالم التنزیل، ص: ۴۵۵، ج:۱) میں یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ ”من أطاعنی فقد أطاع الله ومن أحبنی فقد أحب الله“ (جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی) تو بعض منافقین نے کہا کہ بس جی یہ آدمی تو یہی چاہتا ہے کہ ہم اسے رب ہی بنالیں، جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو رب بنایا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا نازل فرمائی، جس میں یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری اللہ تعالیٰ ہی کہ فرماں برداری ہے، کیونکہ آپ جو کچھ حکم دیتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے، پیغام پہنچانے والے کے واسطہ سے جو پیغام پہنچے اور اس پر عمل کیا جائے وہ پیغام بھیجنے والے ہی کے حکم پر عمل کرنا ہوتا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پیغام لانے والا رب ہو جائے۔

نصاریٰ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت ورسالت کی وجہ سے آگے بڑھا دیا، ان کو خدا کا بیٹا دیا، اور ان کو الوہیت کا درجہ دے دیا، کہاں نصاریٰ کی جہالت اور حماقت اور کہاں رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَـٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝٥٩﴾ (النسآء)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی، اوران لوگوں کی فرمانبرداری کرو جو اولوالامر ہیں تم میں سے، پس اگر تم آپس میں کسی چیز کے بارے میں جھگڑنے لگو تو اس کو لوٹادو، اللہ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بہت خوب تر ہے۔“

آپس کے اختلاف کے رفع کرنے لئے اس آیت میں سب سے بڑا سنہری اصول بتایاہے، اور وہ یہ کہ جب اللہ پر ایمان لے آیا، اور آخرت کے دن پیشی اور وہاں کے حساب کتاب کو بھی جزء ایمان بنالیا، تو مؤمن کی شان یہ ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرے، آپس میں جب کوئی نزاع ہو جائے تو نمٹانے کے لئے ہر فریق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرے، اور جو کتاب وسنت کا فیصلہ ہے اس پر راضی ہو جائے، اور اپنی رائے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشاد کے سامنے ختم کر دے، مؤمن بندے کا یہ طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ پر راضی رہے۔

فضیلت

رسول اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بڑا فضل ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُۥ لَهَمَّت طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ أَن يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ ۖ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِن شَىْءٍ ۚ وَأَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾ ﴾ (النسآء)

ترجمہ: "اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی، تو اُن میں سے ایک گروہ نے یہ ارادہ کر ہی لیا تھا کہ آپ کو بہکادیں، اور وہ نہیں بہکاتے مگر اپنی ہی جانوں کو، اور آپ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچائیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے آپ پر کتاب، اور حکمت، اور آپ کو وہ باتیں بتائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔" (انوار البیان)

تفسیر و تشریح: اس آیت شریفہ کے سبب نزول میں مفسرین نے ایک واقعہ لکھا ہے، جس کو ہم تطویل کے خوف سے یہاں نظر انداز کرتے ہیں۔ (انوار البیان)

اس آیت کریمہ میں تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول حضرت ﷺ پر انعامات کا ذکر فرمایا۔

پہلا انعام: کہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

دوسرا انعام: آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

تیسرا انعام: کہ جو آپ کو راہ راست سے ہٹانے کی کوشش کرے وہ ناکام و نامراد ہو جائے گا، اور آپ ﷺ کو دینی اعتبار سے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا، جیسا کہ امام

فخر الرازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے، اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اس کے ذیل میں دنیوی نقصان سے محفوظ رہنے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

چوتھا انعام: آپ ﷺ پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی، اور یہ کتاب قرآن کریم ہے جو تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اور ان کے جملہ مضامین پر حاوی ہے، اور تحریف و تبدیل سے قیامت تک محفوظ ہے، باطل اس کی طرف کسی بھی جانب سے نہیں آسکتا، اور اس کتاب کے اتنے فضائل ہیں کہ اس پر مستقل کتابیں علماء کرام نے تحریر فرمائی ہیں، اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے فرقان سے بھی موسوم فرمایا یعنی حق اور باطل میں تمیز کرنے والی کتاب، اور حلال و حرام، اور خیر و شر کے درمیان فرق ظاہر کرنے والی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نور سے بھی موسوم فرمایا کیونکہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور جملہ مؤمنین کے قلوب کو منور فرمایا، اور رسول اللہ ﷺ نے رب العالمین کے حکم سے لوگوں کو اس کتاب کے ذریعہ کفر اور شرک کی اندھیریوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل فرمایا ہے، اور اس کتاب کو اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے لئے مکمل دستور حیات بنایا ہے، اور اس کتاب کو اللہ جل جلالہ نے روحانی و جسمانی شفا بنایا، اور اس کتاب کی تلاوت کے وقت خاموش رہنے کا حکم فرمایا، اور اس کتاب کا حفظ کرنا نہایت آسان فرمادیا، اور اس کے معانی کو اپنے پیارے نبی ﷺ پر کھول دیا، اور آپ ﷺ نے ان معانی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھادیا، اور کتاب کو بغیر طہارت کے ہاتھ لگانا حرام قرار دیا، اور اس کی تلاوت کے وقت فرشتوں کا اور سکینہ کے نازل ہونے کے مقدر فرمایا، اور اس کتاب کو عقائد اسلامیہ کی اساس، اور رسول اللہ ﷺ کے سچا نبی ہونے کی سب سے بڑی حجت قرار دیا، اس کتاب کے تلاوت پر ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اور ایک نیکی دس کے برابر ہے، اور اس میں تدبر کرنے کا حکم فرمایا، اور اس کا سننا قیامت کے دن باعث نور ہے، اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بہت سی قوموں کو

بلند فرمادیتے ہیں، اور بہت سوں کو پست فرمادیتے ہیں، اس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو چیلنج فرمایا کہ اس جیسی کتاب لاکر دکھاؤ، سارے انسان اور جنات عاجز رہ گئے اور قیامت تک عاجزی رہیں گے، پھر دوسرا چیلنج اس جیسی دس سورتیں بنانے کا فرمایا، اس پر بھی سب ہی عاجز رہ گئے، پھر تیسرا چیلنج اس جیسی ایک سورت بنانے کا فرمایا، اس پر بھی سب عاجز رہ گئے، اور تا قیامت عاجز رہیں گے، اس کتاب کی تلاوت سے قلوب کا زنگ دور ہوتا ہے اور قلوب میں نورانیت پیدا ہوتی ہے، اور تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے، اور یہ کتاب اپنی فصاحت وبلاغت میں بے مثال ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ نے صفت کریمی سے موصوف فرمایا، اوراس کو عظیم قرار دیا، اوررحمت سے متصف فرمایا، اس میں حکمت بھرے مضامین ہیں، اور یہ قول فیصل ہے، اور اس کو حفظ کرنے والا اور عمل کرنے والا جنت کے سب سے اونچے مقامات پر فائز ہوگا۔

آیت بالا میں "حکمت" سے کیا مراد ہے، اس سلسلہ میں مفسرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے اقوال مختلف ہیں، سب کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے، یعنی اس سے مراد سنت نبویہ ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے، مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "حکمت" سے مراد "القضاء بالوحی" یعنی وحی کی روشنی میں فیصلے فرمانا ہے۔

درحقیقت لفظ حکمت اپنے اندر نہایت جامعیت رکھتا ہے جس سے مراد دینی تفقہ اور دینی سمجھ ہے، جس میں میں سنت نبویہ درجہ اول کی حکمت ہے کہ قرآن کریم کے بعد سنت نبویہ اور احادیث مبارکہ سے زیادہ کس میں حکمت ودانائی اور عقلمندی ودانشمندی کی باتیں ہوسکتی ہیں؟

پانچواں انعام: ﴿ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ﴾ اور آپ کو وہ باتیں بتائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے یعنی آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کے احکام کا علم عطا فرمایا، علم اولین وآخرین عطا فرمایا، پچھلی امتوں کے مفصل قصے بیان فرماکر آپ ﷺ کے علم

میں اضافہ فرمایا، قیامت تک آنے والے حالات کا علم بھی عطا فرمایا، جنت و دوزخ، قبر و حشر، حساب و کتاب کے بارے میں تفاصیل بتائیں، اور اپنے علم غیب سے جتنا چاہا سکھایا، مطلق علم غیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے، لیکن اس میں سے بہت کچھ آنحضرت ﷺ پر واضح فرمایا، جیسا کہ اس آیت کریمہ و دیگر آیات کریمات اور احادیث نبویہ میں واضح فرمادیا گیا ہے۔

چھٹا انعام: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ﴾ اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ آپ (یعنی آنحضرت ﷺ) پر اس کا بہت بڑا فضل ہے، اس میں آنحضرت ﷺ کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات واکرامات عطاء فرمائے گئے ہیں سب ہی داخل ہیں یہاں پر کچھ انعامات واکرامات درج کئے جاتے ہیں:

مؤمنین کو آپ ﷺ سے مخاطب ہونے کا طریقہ سکھایا، آپ ﷺ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہیں، آپ ﷺ کو کتاب و حکمت عطا فرمائی گئی، انسانیت کی تربیت کی ذمہ داری کا عظیم شرف عطا فرمایا، آنحضرت ﷺ کو حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا، تمام انبیاء و رسل علیہم السلام میں آپ کا مقام بلند فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو اپنے رسول ﷺ کی اطاعت پر موقوف فرمایا، آنحضرت ﷺ کی عظمت شان اور بلندی کہ آپ پر ایمان لانے کا عہد تمام انبیاء سابقین علیہم السلام سے لیا، آپ ﷺ کی برکت سے یہ امت بھی خیر الامم قرار دی گئی، آپ ﷺ ساری اولاد آدم کے سردار ہیں، آپ ﷺ کی طبیعت میں رحمت ورافت اور پیار و محبت خوب ودیعت کر دی گئی، آپ ﷺ کی دیانت و امانت پر اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے مبعوث فرمانے پر مؤمنین کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا اُن پر احسان ہے، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی اطاعت فرض قرار دی، رحمۃ للعالمین ہونے کا اعزاز عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی

جان کی قسم کھائی ہے، کسی کے ایمان کا اس وقت تک اعتبار نہیں جب تک کہ وہ آنحضرت ﷺ کے فیصلوں پر راضی برضا نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، آنحضرت ﷺ کی ذات عالی کو لوگوں پر حجت بنایا، آپ ﷺ کو بشر بھی بنایا گیا، اور نور بھی قرار دیا گیا، آنحضرت ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ ہی کے ذریعہ یہ اعلان کروایا کہ کہہ دو میری عبادتیں، میری زندگی و وفات سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اور یہ کہ آخر الامم میں آپ ﷺ سب سے پہلے مسلمان ہیں، آپ ﷺ کی آمد سے پہلے آپ ﷺ کا ذکر مبارک سابقہ آسمانی کتابوں میں نازل کیا گیا، دنیائے انسانیت کو بتایا گیا کہ آپ ﷺ کا وجود مسعود لوگوں کے لئے عذاب الٰہی سے بچنے کا ذریعہ تھا، اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت میں آپ ﷺ کا حصہ مقرر فرمایا، آپ ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ آپ جس دین کی طرف دعوت دینے کے مکلف فرمائے گئے ہیں، یہ دین سارے دینوں پر غالب ہو جائے گا، نیز یہ کہ یہ دین کسی کے مٹانے سے نہ مٹ سکے گا، آنحضرت ﷺ کی رسالت پر اللہ تعالیٰ نے بذات خود شہادت دی، آنحضرت ﷺ کو کتاب عظیم قرآن کریم کی تفسیر و تشریح کی عظیم ذمہ داری عطا کی گئی، آپ ﷺ کو سفر اسراء و معراج کرا کے آسمانوں، اور جنت و دوزخ کی سیر کرائی گئی، اور وہاں ملأاعلیٰ کی قربت سے آپ کو سرفراز کیا گیا، سفر اسراء میں آپ ﷺ سے تمام انبیاء رسولوں (علیہم السلام) کی امامت کرا کے مقام بلند کا اظہار کرایا گیا، آپ ﷺ کو مقام محمود سے نوازا جائے گا، مقام محمود وہ مقام ہے جس پر اولین و آخرین سب ہی رشک کریں گے، آنحضرت ﷺ کی ذات عالی کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرنے پر دردناک عذاب کی وعید سنائی، آنحضرت ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا کہ آپ ﷺ کی ذات عالی کا تعلق مؤمنین سے اس سے بھی زیادہ ہے جو ان کا اپنی جانوں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو مؤمنین کی مائیں

قرار دیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول انور ﷺ کے فیصلہ سے انحراف ہونے کو سراسر گمراہی قرار دیا، آنحضرت ﷺ ہی کو وہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت ﷺ سے آسمانوں پر ہوا، آپ ﷺ کی ذات عالی پر ہی سلسلہ نبوت کا اختتام ہوا، یعنی آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور قیامت تک اب کوئی نبی نہیں آئے گا، آنحضرت ﷺ کو دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ چیزوں پر فضیلت بخشی۔

١ آپ ﷺ کو جوامع الکلم دیئے گئے۔

٢ دشمنوں کے دلوں میں آپ ﷺ کا رعب ڈال دیا گیا۔

٣ آپ ﷺ کے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔

٤ ساری زمین کو آپ ﷺ کے لئے جائے سجود اور ذریعہ طہارت بنا دیا گیا، آنحضرت ﷺ کو تمام مخلوقات کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

٥ آنحضرت ﷺ کو شاہد (گواہ) بشیر (خوشخبری دینے والے) نذیر (ڈرانے والے) بنا کر بھیجا گیا۔

٦ داعی الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے) سراج منیر (روشن کرنے والے چراغ) بنا کر بھیجا گیا ہے، آنحضرت ﷺ کو نکاح میں وہ خصوصیتیں عطا کی گئیں جو کسی کو عطا نہیں ہوئیں، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے سلسلہ میں دلداری کی گئی، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ تنبیہ فرمائی کہ ایسا کام نہ کریں جس سے میرے نبی ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچے، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ بھیجتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں درود و سلام بھیجیں، جنات کی جماعت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے قرآن سن کر ایمان قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے دنیا میں بعض عظیم خوشخبریوں کا اعلان

فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو اپنی بیعت قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے اہل ایمان کو آداب سکھائے، آنحضرت ﷺ کی آواز سے بلند آواز کرنے پر اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال اکارت ہو جانے کا اعلان فرمایا، آپ ﷺ کو عام لوگوں کی طرح پکارے جانے سے منع فرمایا، آنحضرت ﷺ کی دعا سے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور یہ عظیم معجزہ آپ ﷺ کی رسالت پر بڑی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ایسے لوگ ذلیل ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی اطاعت فرض فرمائی، اور اطاعت نہ کرنے پر سخت وعید بیان فرمائی، آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہیں، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ذات عالی پر طعن کرنے والوں کی تردید فرمائی، اور آپ ﷺ کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والے اجر کا اعلان فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس کا اعلان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نہایت بلند اخلاق ہیں، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے لئے مکہ مکرمہ کو حلال فرما کر آنحضرت ﷺ کا اکرام فرمایا، اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر یہ فرمایا کہ اُس نے آپ ﷺ کو چھوڑا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں فرمایا، یقیناً آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی محبوبیت کا اظہار فرمایا، آپ ﷺ کے ذکر مبارک کو بلندی عطا کی گئی، آپ ﷺ کو کوثر عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے خاص اکرام واعزاز فرمایا، اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین کو ان کے ناموں سے پکارا، مثلاً: یا آدم، یانوح، یا ابراہیم، یاداود، یاموسیٰ۔۔ فرمایا، مگر آنحضرت ﷺ کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر اس طرح بھی فضیلت بخشی کہ آپ ﷺ کا نام لے کر نہیں پکارا بلکہ آپ ﷺ کو صفت رسالت یا صفت نبوت سے پکارا، یاایہاالرسول، یاایہاالنبی وغیرہ، ایمان وہ معتبر قرار پایا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی ذات پر بھی ہو، آنحضرت ﷺ کی شفاعت اور سفارش اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے، آپ ﷺ کی

ذات عالی صفات کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے خود وعدہ فرمایا، نیز یہ بھی فرمایا کہ آپ ﷺ پر طعن کرنے والوں کے لئے اللہ کافی ہے، کفار کی تکذیب سے آنحضرت ﷺ دل برداشتہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تسلی فرماتے، آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملائکہ نے قتال فرمایا، آپ ﷺ پر طعن کرنا اللہ تعالیٰ کے دین میں طعن کرنا ہے آپ ﷺ کی یہ صفت تھی کہ آپ اپنے پشت کی جانب سے بھی دیکھتے تھے، آنحضرت ﷺ کی شکل وصورت میں شیطان نہیں آسکتا، آپ کی خاتم نبوت (مہر نبوت) آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان عیاں تھی، آپ ﷺ کو علم غیب سے حظ وافر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا، چنانچہ قبر وحشر، برزخ وآخرت، جنت ودوزخ، ملائکہ وحساب وکتاب میزان وپل صراط وغیرہ وغیرہ بہت سی مغیبات سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مطلع فرمادیا تھا، آپ ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت کے عظیم مقام سے نوازا جائے گا، آپ ﷺ کے ماننے والوں کی تعداد سارے انبیاء کرام علیہم السلام کے متبعین کی بہ نسبت زیادہ ہوگی، روز حشر میں سب سے پہلے آپ ﷺ ہی اٹھیں گے، آپ ﷺ ہی سب سے اول جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، سب سے پہلے آپ ﷺ ہی شفاعت کرنے والے ہوں گے، آپ ﷺ ہی سب سے پہلے پل صراط کو عبور فرمائیں گے، آپ ﷺ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، وغیرہ وغیرہ بے شمار آپ ﷺ کے فضائل ہیں جو قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں منثور وبکھرے موتیوں کی شکل میں ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی قدر ومنزلت پہچاننے کی ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو توفیق عطا فرمادیں، اور ہر انسان کے قلب میں آنحضرت ﷺ کی عظمت ومحبت پیدا فرمادیں، اور آپ ﷺ پر ایمان لانے، اوران کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمادیں آمین۔

فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرماتے تھے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾﴾ (النسآء)

ترجمہ: "بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ دیں جو اللہ نے آپ کو سمجھایا اور نہ ہو جایئے خیانت کرنے والوں کے طرف دار۔"

تفسیر و تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کا مقام عالی بیان فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو قرآن حکیم کا مفسر و شارح بتایا، اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ پر قرآن کے معانی واضح فرماتے تھے پھر آپ ﷺ اسی کی روشنی میں قرآن کریم کے معانی کی تفسیر فرمایا کرتے تھے۔

منکرین حدیث کی تردید

حضرت والد ماجد مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ اس آیت کی تفسیر میں منکرینِ حدیث کی تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے اولاً تو اپنے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ پر کتاب اُتاری تاکہ آپ

لوگوں کے درمیان اپنی اس سمجھ کے ذریعہ فیصلے فرمائیں جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا اور قرآن کے معانی اور مفاہیم بھی آپ کو بتائے ہیں۔ دور حاضر میں ایک ایسا فرقہ پیدا ہوا جو یہ کہتا ہے کہ العیاذ باللہ نبی کی حیثیت ایک ڈاکیہ کی ہے۔ اُس نے قرآن لا کر دے دیا آگے ہم اپنی سمجھ سے سمجھ لیں گے۔ یہ اُن لوگوں کی جہالت ہے آیت بالا سے ان لوگوں کی کھلی تردید ہو رہی ہے، سورۂ نحل میں فرمایا:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾ ﴾ (النحل)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے لئے بیان کریں جو اُن کی طرف اتارا گیا اور تاکہ وہ فکر کریں۔"

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا کام صرف کتاب کا پہنچانا ہی نہ تھا بلکہ کتاب کا سمجھانا اور اس کے معانی اور مفاہیم کا بیان کرنا بھی منصب نبوت میں شامل تھا۔

اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی الہ وسلم تسلیما

فضیلت

آنحضرت ﷺ کی ذات عالی لوگوں پر حجت ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَـٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾﴾ (النسآء)

ترجمہ: "اے لوگو بے شک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کی طرف سے، اور ہم نے اتارا ہے تمہاری طرف واضح نور۔"

تفسیر وتشریح: برہان دلیل کو کہتے ہیں، اس جگہ دلیل اور نور مبین سے کیا مراد ہے اس سلسلہ میں اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ دلیل سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی اور نور مبین سے مراد قرآن مجید ہے، اور بلاشبہ قرآن کریم حجت بھی ہے اور نور مبین بھی اور نبی اکرم ﷺ کی ذات عالی حجت بھی ہے اور نور مبین بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے خاتم النّبیین ﷺ کو معجزات کثیرہ کے ساتھ مبعوث فرمایا، آپ ﷺ کی ذات گرامی ساری مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حجت ہے، اور آپ ﷺ کے اوصاف اور کمالات اخلاق اور صفات اور آپ ﷺ کی دعوت توحید اور دلائل توحید اس قدر واضح ہیں کہ کسی بھی شخص کے لئے جو اپنی عقل کو ذرا سا بھی استعمال کرے ان سے منحرف ہونے اور کفر اختیار کرنے کا کوئی بھی جواز نہیں ہے، آپ ﷺ کی ذات گرامی حجت ہے اور نور مبین ہے کہ آپ نے کھول کر ہدایت کے راستے بتائے اور خیر وشر کا امتیاز واضح

فرمایا، پھر جس طرح آپ ﷺ کی ذات گرامی لوگوں پر حجت ہے اور نور مبین ہے اسی طرح قرآن کریم بھی عظیم معجزہ ہونے کے اعتبار سے لوگوں پر حجت ہے جس نے واضح طور پر توحید کے دلائل بیان کئے، اور کافروں اور مشرکوں کی گمراہی بیان کی اور صالحین اور طالحین کا انجام بتایا اور حجت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ نور مبین بھی ہے جس نے خالق ومالک کو راضی کرنے کے طریقے سکھائے احکام شرعیہ کو واضح فرمایا اور صلاح وفلاح کے راستے بتائے۔

اللّٰهمّ صلّ على محمّد النّبيّ
الأمّيّ وعلى آله وسلّم تسليمًا

فضیلت

رسول اللہ ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

﴿قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَـٰبٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾﴾ (المآئدة)

ترجمہ: ”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور ایک ایسی کتاب آئی ہے جو واضح کرنے والی ہے۔“

تفسیر و تشریح: جب دنیا میں ظلمت ہی ظلمت اور ہر طرف تاریکی ہی تاریکی پھیلی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے سارے عالم میں ایمان کی روشنی پھیلانے کے لئے آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا، اور آپ ﷺ کو نور (یعنی روشنی) قرار دیا، چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے تو کفر و شرک کی تاریکی چھٹی اور ظلمت کافور ہوئی، اسی کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو ہماری طرف سے تمہارے پاس نور اور کھلی ہوئی کتاب آئی ہے۔

آیت کریمہ میں نور سے مراد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے ان دونوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سلامتی کے راستہ کی ہدایت فرماتا ہے، نور روشنی کو کہتے ہیں، آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے سارا عالم کفر و شرک کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا توحید کے ماننے والے خال خال ہی دنیا کے کسی گوشہ میں اکادکا پائے جاتے تھے، خاتم النّبین حضرت سیدنا محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ نے توحید کی دعوت دی اور اس بارے میں خوب محنت فرمائی اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھائیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سارا عالم جگمگا اٹھا، کفر و شرک کی ظلمتیں چھٹ گئیں اور ایمان و یقین کے نور سے قلوب منور ہو گئے۔

بَلَغَ العُلٰی بِکَمَالِہٖ

حضور اقدس ﷺ اپنے کمالات کی بدولت

(جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے) بلندیوں کو پہنچ گئے۔

کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

آپ ﷺ کے جمال سے ظلمتیں دور ہو گئیں۔

حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ

آپ ﷺ کی تمام خصلتیں بہت اچھی ہیں۔

صَلُّوا عَلَیہِ وَآلِہٖ

آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر درود بھیجو!

بہت سے لوگ نور کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ آپ بشر نہیں تھے ان کی اس جاہلانہ بات کی قرآن کریم کی آیت:

﴿ قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ﴾ (الإسراء)

ترجمہ: "آپ فرما دیجئے کہ میں اپنے رب کی پاکی بیان کرتا ہوں میں نہیں ہوں مگر بشر رسول ہوں۔"

تردید کر رہی ہے۔(مأخوذ از انوار البیان)

فضیلت:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ کو تسلی دینا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَـٰرِعُونَ فِى ٱلْكُفْرِ مِنَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا بِأَفْوَٰهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ﴾ (المآئدة:٤١)

ترجمہ: ''اے رسول! آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو دوڑ دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے منہ سے کہا کہ ہم ایمان لائے اور حال یہ ہے کہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔''

اور ارشاد باری ہے:

﴿وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ ۚ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرْجَعُ ٱلْأُمُورُ ﴿٤﴾﴾ (فاطر)

ترجمہ: ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں، اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹائے جائیں گے۔''

اور ارشاد باری ہے:

﴿فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾﴾ (یٰس)

ترجمہ: ''سو آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ نہ کریں بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔''

اورارشاد باری ہے:

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٤﴾ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾﴾

(الصافات)

ترجمہ: "سو آپ مختصر زمانہ تک ان سے اعراض فرمایئے اور ان کو دیکھتے رہیے سوعنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔"

اس کے علاوہ اور بھی بہت آیات ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو تسلی دی ہے، دشمنانِ اسلام کی طرف سے جب رسول انور ﷺ کو ایذاء پہنچائی جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنی آیات کا نزول ہوتا تھا جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو تسلی ہوجاتی تھی۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَـٰفِرِينَ ﴿٦٧﴾ ﴾ (المائدة)

ترجمہ: "اے رسول آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام نہ پہنچایا اور لوگوں سے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے گا بیشک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔"

تفسیر وتشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ ۗ ﴾ فرما کر حفاظت کی ضمانت دے دی ہے اس پر یہ شبہ وارد نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے جب حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا تو پھر رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک کیسے زخمی کیا گیا اور دانت مبارک کیسے شہید کیا گیا اس طرح کی ایذائیں کیسے دی گئیں کیونکہ یہ نزول آیت سے پہلے کے واقعات ہیں کیونکہ سورۂ مائدہ قرآن کی تمام سورتوں سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چوکیداری (رات کو) کی جاتی تھی یہاں تک کہ اللہ نے ﴿ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ ۗ ﴾ آیت نازل فرمائی (اس کے بعد آپ نے لوگوں سے اپنی حفاظت ترک کرا دی اور) خیمہ کے اندر سے سر نکال کر فرمایا، لوگو واپس چلے جاؤ اللہ نے میری حفاظ کر دی ہے، اسی حدیث میں ہے کہ یہ آیت لیلی فراشی ہے یعنی رات کو جب رسول اللہ ﷺ اپنے بستر پر تھے اس وقت اس کا نزول ہوا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (اپنی حفاظت کی خاطر شب کو) بیدار رہتے تھے، جب آپ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو فرمایا اگر میرے رفقاء میں سے کوئی شخص آج رات میرا پہرا دیتا تو مناسب تھا اتنے میں ہم نے ہتھیاروں کی کچھ آواز سنی حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے ادھر سے آواز آئی میں سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) ہوں، حضور ﷺ کا پہرہ دینے آیا ہوں (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ سو گئے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ منجملہ حفاظتی گارڈ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے پھر جب آیت ﴿وَٱللَّهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِۗ﴾ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے چوکیداری چھڑوادی۔ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ حطمی کا بیان نقل کیا ہے کہ رات میں ہم رسول اللہ ﷺ کا پہرہ دیا کرتے تھے آخر جب آیت ﴿وَٱللَّهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِۗ﴾ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے چوکی دارہ چھڑوادیا۔

ابن حبان نے صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب ہوتے (اور کہیں پڑاؤ ہوتا تو) حضور ﷺ کے لئے ہم سب سے بڑا درخت اور اس کا سایہ چھوڑ دیتے تھے آپ ﷺ اس کے نیچے فرش ہوتے تھے ایک روز آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے اترے اور تلوار درخت میں لٹکادی (اور سو گئے) اچانک ایک آدمی نے آکر تلوار لے لی اور بولا محمد (ﷺ) اب مجھ سے تم کو کون بچائے گا حضور ﷺ نے فرمایا اللہ بچائے گا تلوار رکھ دے اس نے فوراً تلوار رکھ دی اور آیت ﴿وَٱللَّهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِۗ﴾ نازل ہوئی۔

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کی تمام عبادتیں اور حیات و وفات سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اور آپ ﷺ سب سے پہلے مسلمان ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾ ﴾ (الانعام)

ترجمہ: ”آپ نے فرما دیجئے کہ بلاشبہ میری نماز اور میری تمام عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔“

تفسیر وتشریح: آیت کریمہ میں یہ جو فرمایا کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں، یہ اولیت اس امت کے اعتبار سے ہے، یعنی امت موجودہ میں جو آخر الامم ہے سب سے پہلا مسلم ہوں، اور اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہوں، دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اپنی اپنی امتوں میں سب سے پہلے مسلم اور فرماں بردار تھے۔ ”وهذا شأن كل نبي بالنسبة إلى أمته“

(روح المعانی، ص:۷۱، ج:۸، تفسیر انوار البیان، ج:۳۱۲۳۰)

سیدنا محمد رسول ﷺ کا سب سے پہلے مسلمان ہونا علی الاطلاق بھی درست ہے، کیونکہ حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے" کنت نبیًا وآدم منجدل فی طینتہ"، یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) اپنی مٹی کے خمیر میں پیدائش کے مرحلہ میں تھے۔ (رواہ أحمد:٤:١٢٧) والبخاری فی تاریخه (التاریخ الکبیر ج٦:٦٨) والحاکم فی المستدرك (ج٢:٤١٨) وأقره الذهبی، وابن حبان (ج٨:١٠٢) وصححه ورواه الطبرانی فی المعجم الکبیر ج ٨:٢٥٢١) وابن سعد (الطبقات الکبری ج١:١٤٨) والبیهقی (دلائل النبوة ج١٨٠)(مأخوذمن کتاب عظیم قدره ﷺ)

اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليما

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک سابقہ آسمانی کتابوں میں کہ وہ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتے ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلْأُمِّيَّ ٱلَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَىٰهُمْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَـٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَـٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَـٰلَ ٱلَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلنُّورَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ أُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾﴾ (اعراف)

ترجمہ: "جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جنہیں وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، کہ وہ انھیں نیکی وہ کا حکم دیتے ہیں، اور برائی سے روکتے ہیں، اور اُن کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال، اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں، اور اُن لوگوں پر سے بوجھ اُتارتے ہیں جو اُن پر لدے ہوئے تھے، اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے، لہٰذا جو لوگ اُن پر ایمان لائیں اور ان کی حمایت ونصرت کریں اور ان کے نور کا اتباع کریں جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

تفسیر وتشریح: آیت بالا میں اَلرَّسُوْلَ اور اَلنَّبِیَّ سے مراد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ ﷺ کو اَلْاُمِّیَّ سے ملقب فرمایا، عرب کے محاورہ میں اُمی اسے کہتے ہیں جس نے کسی مخلوق سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وقدرت سے آپ ﷺ کو وہ علوم عطا فرمائے جو کسی کو نہیں دیئے، مخلوق میں آپ ﷺ سے بڑھ کر

کوئی بھی صاحب علم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو علوم دیئے تھے ان ہی میں سے وہ سب خبریں ہیں جو آپ ﷺ نے کائنات کی ابتدا سے لے کر جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے شخص کے داخلہ تک بتادیں، اور اہل دوزخ کے احوال بتادیئے، اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کے احوال اور واقعات بیان فرمائے جن میں سے کسی ایک کی بھی یہودی تکذیب نہ کرسکے، ایسے اُمی پر کروڑوں اہل علم قربان ہوں۔

حضرت عطاء بن یسار تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو میں نے کہا کہ توریت میں جو رسول اللہ ﷺ کی صفات بیان کی گئی ہے وہ مجھے بتایئے، انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں جو آپ ﷺ کی صفات بیان کی گئیں ہیں اُن میں سے بعض صفات توریت شریف میں بھی ہیں، یعنی یہ کہ: اے نبی ہم نے آپ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور امیین (یعنی عرب) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا، تو میرا بندہ ہے، میں نے تیرا نام متوکل رکھا، جو درشت خو اور سخت مزاج نہیں ہے، اور بازاروں میں شور مچانے والا نہیں، اور جو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا، لیکن معاف کرتا ہے، اور بخش دیتا ہے، اور اللہ اسے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ اس کے ذریعہ کجی والی ملت کو سیدھا نہ کردے، اس طرح سے کہ وہ لوگ لاالہ الااللہ کہیں گے، اور اس کے ذریعہ سے ان کی اندھی آنکھوں کو کھول دے گا، اور بہرے کانوں کو اور غلاف چڑھے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ بیان صحیح بخاری سے مشکوۃ المصابیح (ص ۵۱۲) میں نقل کیا ہے، سنن دارمی (ص ۱۴ ج ۱) میں بھی یہ مضمون ہے۔ (انوار البیان)

کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

کعب احبار پہلے یہودی تھے، پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں انہوں نے اسلام قبول کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم توریت میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ:

محمد اللہ کے رسول ہیں، میرے برگزیدہ بندہ ہیں، نہ درشت خو ہیں نہ سخت مزاج ہیں، وہ بازاروں میں شور مچانے والے نہیں ہیں، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے، لیکن معاف کرتے ہیں، اور بخش دیتے ہیں، ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی، اوران کی ہجرت کی جگہ طیبہ (مدینہ منورہ) ہے اور ان کا ملک شام ہوگا (ملک شام اولین وہ سرزمین ہوگی جہاں ان کے اصحاب کی حکومت ہوگی) اوران کی امت کے لوگ خوب زیادہ حمد بیان کرنے والے ہوں گے، یہ لوگ اللہ کی حمد بیان کریں گے، خوشحالی میں بھی اور سختی میں بھی، وہ ہر منزل میں اللہ کی تعریف کریں گے، اور ہر بلندی پر اللہ کی بڑائی بیان کریں گے، یہ لوگ آفتاب کی نگرانی کریں گے (یعنی جب نماز کا وقت ہو جائے گا نماز ادا کریں گے) آدھی پنڈلیوں پر تہبند باندھیں گے، وہ وضو میں اپنے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں دھوئیں گے، اُن کا مؤذن فضاء آسمانی میں اذان دے گا، اوران کی ایک صف قتال میں اور ایک صف نماز میں ہوگی، دونوں صفیں (اخلاص وعزیمت میں) برابر ہوں گی، رات کو ان (کے ذکر) کی آواز ایسی ہوگی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ (مصابیح میں یہ روایت (ص ۱۷۰) پر اور سنن دارمی میں (ص۱۵ ج۱) پر موجود ہے، اس کے بعد صاحب مصابیح نے حضرت عبد اللہ بن سلام سے نقل کیا ہے کہ توریت میں حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت بیان کی ہیں۔

موجودہ انجیل میں آنحضرت ﷺ کے متعلق پیشن گوئی: بہت سی تحریفات وتغیرات کے باوجوداب بھی انجیل یوحنا میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں بعض بشارتیں موجود ہیں، باب ۱۲ میں ہے لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر میں جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔

(پھر چند سطر کے بعد ہے) لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کے راہ دکھائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا جو کچھ سنے گا وہی کہے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

فضیلت:

حضرت محمد ﷺ کی بعثت قیامت تک آنے والے تمام انسانوں اور جنات کے لئے عام ہے، اور آپ ﷺ نبی امی ہیں، اور آپ ﷺ کی اتباع عین ہدایت ہے

قرآن کریم میں اس کا اعلان فرمایا:

﴿قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَـٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾﴾

(اعراف)

ترجمہ: ”آپ فرمادیجئے کہ اے لوگو بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، جس کے لئے بادشاہت ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔“

تفسیر وتشریح: اس آیت کریمہ میں نبی امی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت عامہ کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کو خطاب کرکے فرمادیں کہ بلاشبہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف بھیجا ہے، میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے، ان میں جو کچھ ہے، وہ سب اللہ کی مخلوق و مملوک ہے، تم سب بھی اللہ کی مخلوق و مملوک ہو، اس کے ملک اور اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی، لہٰذا اس پر ایمان لاؤ، اور اس کے رسول کی تصدیق کرو، یہ رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے، جو اُمّیؐ ہے، یعنی اس نے کی انسان سے نہیں پڑھا، وہ خود بھی اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اور اس کے کلمات پر یعنی اس کے احکام کی

تصدیق کرتا ہے، لہٰذا تم اس کا اتباع کرو تا کہ ہدایت پا جاؤ۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت عامہ کا دیگر مواضع میں بھی قرآن مجید میں تذکرہ فرمایا ہے، سورۂ سبا میں فرمایا:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةٗ لِّلنَّاسِ بَشِيرٗا وَنَذِيرٗا وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ ﴿٢٨﴾﴾ (سبا)

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ کو سارے ہی انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔''

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو جو اللہ تعالیٰ شانہ نے خصوصی امتیازات اور فضائل عطا فرمائے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت عام ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: ① رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی، ② ایک ماہ کی مسافت تک دشمن مجھ سے ڈرتے ہیں ③ پوری زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی فرمادی گئی، (کہ مسجد کے علاوہ بھی ہر پاک جگہ نماز ہو جاتی ہے) پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم سے حدث اصغر اور حدث اکبر دور ہو جاتے ہیں) سو میری امت کے جس شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے، نماز پڑھ لے، ④ میرے لئے غنیمت کے مال حلال کر دیئے گئے، اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کئے گئے، ⑤ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی (یعنی شفاعت کبریٰ جو قیامت کے دن ساری مخلوق کے لئے ہو گی)، ⑥ اور مجھ سے پہلے ہر نبی خاص کر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں عامۃ الناس (یعنی) تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ (بخاری، ص:٤٨)

نیز آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''والذی نفس محمد بیدہ لا یسمع بی أحد من ھذہ الأمة یھودی ولا

نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی أرسلت بہ إلا کان من أصحاب النار.''

(مسلم، کتاب الایمان)

ترجمہ: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، اس امت میں جس کسی کو کبھی میری بعثت کا علم ہوا خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی پھر وہ اس حالت میں مر جائے کہ میں جو دین لے کر بھیجا گیا ہوں اس کو اس نے نہ مانا تو وہ ضرور دوزخ والوں میں سے ہوگا۔''

چونکہ آپ ﷺ کی بعثت عامہ ہے، اس لئے ہر فرد بشر کے لئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں، آپ ﷺ کا دامن پکڑے بغیر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کر سکتا، خواہ کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرتا ہو۔

دلائل مذکورہ کی وجہ سے تمام امت کا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت عامہ اور خاتمیت رسالت پر اجماع ہے، اور اس کا منکر کافر ہے، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کسی خاص قوم یا ملک کے لئے نہیں آئے، بلکہ تمام نبی نوع جن و بشر کے لئے آئے، اور آنحضرت ﷺ کی دعوت یکساں طور پر سب کے لئے ہے، یہ دعوت سب کے سروں کو ایک خدا کے سامنے جھکانا چاہتی ہے جس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے سب راستے بند ہیں، سوائے رسول اللہ ﷺ کے راستہ کے۔ (انوار القرآن، ج:۳)

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ کی نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کا نزول

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾﴾ (انفال)

ترجمہ: "جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے سو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کروں گا جو مسلسل آتے رہیں گے۔"

تفسیر وتشریح: صاحب روح المعانی (ج۹ص ۱۷۲) بحوالہ مسلم وابوداود وترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ بدر کے دن نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ پر نظر ڈالی تو یہ حضرات تین سو دس سے کچھ اوپر تھے (ان حضرات کی مشہور تعداد ۳۱۳ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں صفحہ ۵۶۴ میں ذکر ہے) مشرکین پر نظر ڈالی تو وہ ایک ہزار سے کچھ زیادہ تھے آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا پھر ہاتھ پھیلا کر اپنے پروردگار سے خوب زوردار دعا کرتے رہے دعا کے الفاظ یہ ہیں:

"اَللّٰهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَاوَعَدْتَنِي اَللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الإِسْلَامِ لَاتُعْبَدْ فِي الأَرْضِ."

ترجمہ: "اے اللہ آپ نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے پورا فرمائیں اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں آپ کی عبادت نہ کی جائے گی۔"

مطلب یہ تھا کہ اہل ایمان واسلام کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا پھر آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

آپ ﷺ نے یہ بات ناز کے انداز میں بارگاہ الٰہی میں عرض کردی جس سے آنحضرت ﷺ کا رب العالمین سے خاص محبت کا تعلق واضح ہو رہا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اگر کوئی بھی نہ کرے اور کبھی بھی نہ کرے تو اس بے نیاز وحدہ لاشریک لہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا)۔ آپ ﷺ قبلہ رخ ہو کر ہاتھ پھیلائے ہوئے برابر دعا میں مشغول رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر بھی آپ کے کاندھوں سے گر گئی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور آپ کی چادر لیکر آپ کے مونڈھوں پر ڈال دی، پھر آپ سے چمٹ گئے اور عرض کیا: یا نبی اللہ بس کیجئے آپ نے اپنے رب سے بہت زوردار دعا کی ہے یہ کافی ہوگئی بے شک آپکا رب اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اس پر آیت ﴿فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ نازل ہوئی یعنی اللہ نے تمہاری دعا قبول فرمائی، اور ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ مدد کرنے کا وعدہ فرمایا۔(انوار البیان)

آنحضرت ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور اس کے ثمرات ظاہر ہوئے فرشتوں کا نزول ہوا اور فرشتوں نے قتال میں حصہ لیا اور اہل ایمان کے قلوب کو جمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَٰٓئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ ءَامَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾﴾ (انفال)

"جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو تم ایمان والوں کو جماؤ عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے ہر پورے پر مارو۔"

غزوہ بدر میں فرشتوں کے قتال کرنے کے بارے میں متعدد روایات حدیث اور سیر کی کتابوں میں مروی ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ بدر کے دن فرشتوں کی نشانی یہ تھی کہ انہوں نے سفید عمامے باندھے ہوئے تھے اور ان کے شملے اپنی کمروں پر ڈال رکھے تھے البتہ حضرت جبریل علیہ السلام کا عمامہ زرد رنگ کا تھا۔

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کا وجود مبارک لوگوں کے لئے عذاب الٰہی سے بچنے کا ذریعہ تھا

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْۚ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾﴾ (انفال)

ترجمہ: ”اور اللہ انہیں اس حالت میں عذاب نہیں دے گا جبکہ آپ ان میں موجود ہوں، اور اللہ تعالیٰ انھیں اس حال میں عذاب نہیں دے گا کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔“

تفسیر و تشریح: آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی قانون ہے کہ جس بستی میں اللہ کا کوئی نبی موجود ہو اس پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں فرماتا، جب تک مجرموں کے درمیان سے اپنے نبی کو نہ نکال لے، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں پر بھی عذاب آیا جب کہ یہ حضرات بستیوں سے باہر جاچکے تھے، خاتم الانبیاء جو رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں آپ کسی بستی میں موجود ہوں اور وہاں عذاب آجائے یہ نہیں ہو سکتا، مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کا موجودہ ہونا عذاب آنے سے مانع تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اہل مکہ کے لئے دو چیزیں امان کی تھیں، ایک نبی اکرم ﷺ کی

ذات گرامی اور دوسرے استغفار، جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے تشریف لے آئے تو ان کے پاس امان کی صرف ایک چیز رہ گئی یعنی استغفار۔(تفسیر طبری)

لہٰذا اہل مکہ پر عمومی عذاب نہ آیا، صرف بدر کے دن ستر سرغنے مارے گئے، اور فتح مکہ کے دن چند افراد قتل کر دیئے گئے جو بہت زیادہ شریر تھے اور چند افراد کے علاوہ سب نے اسلام قبول کرلیااور آئندہ کے لئے عذاب سے محفوظ ہو گئے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ
الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت میں سے اپنے حبیب ﷺ کا حصہ مقرر فرمایا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَىْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ إِن كُنتُمْ ءَامَنتُم بِٱللَّهِ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ ٱلْفُرْقَانِ يَوْمَ ٱلْتَقَى ٱلْجَمْعَانِ ۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤١﴾﴾ (انفال)

ترجمہ: ”اور تم جان لو کہ جو کوئی چیز تمہیں مال غنیمت سے ملے سو بلاشبہ اللہ کے لئے اس کا پانچواں حصہ ہے اور رسول کے لئے اور قرابت والوں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے۔“

تفسیر و تشریح: مفسرین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ذکر تبرکا ہے، مال غنیمت کے پانچواں حصہ کے مصرف آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی تھی اور آپ کے رشتہ دار اور یتیم ہیں اور مسکین ہیں، اور مسافر ہیں، رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد آپ ﷺ کا حصہ ساقط ہو گیا، اب رہے آپ ﷺ کے ذوی القربیٰ یعنی رشتہ دار تو ان کا مصرف بھی صرف آپ ﷺ ہی کی موجودگی تک تھا۔

مال غنیمت سابقہ امتوں میں حلال نہ تھا یہ آنحضرت ﷺ کی اس امت کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو حلال فرمایا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ہم سے پہلے کسی امت پر اموال غنیمت حلال نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے ضعف وکمزوری کو دیکھا تو ہمارے لئے اموال غنیمت حلال فرمادیئے۔ (مسلم)

فضیلت:

دین محمد ﷺ تمام دینوں پر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی روشنی بجھائی نہیں جا سکتی

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَيَأْبَى ٱللَّهُ إِلَّآ أَن يُتِمَّ نُورَهُۥ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾﴾ (توبہ)

ترجمہ: "وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھادیں حالانکہ اللہ کو اپنا نور پورا کرنے کے علاوہ اور کوئی بات منظور نہیں، اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو، اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے اپنے رسول کی ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہو۔"

سورۂ فتح میں ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾﴾ (فتح)

ترجمہ: "اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے، اور اللہ کا گواہی دینا کافی ہے۔"

سورۂ صف میں ارشاد فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴿٨﴾ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ﴿٩﴾﴾ (الصف)

ترجمہ: "وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھادیں حالانکہ اللہ کو اپنا نور پورا کرنے کے علاوہ اور کوئی بات منظور نہیں، اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو، اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہو۔"

تفسیر وتشریح: اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو ہدایت ودین حق کے ساتھ بھیجا ہے، جو دین حق غالب آکر رہے گا، اور یہ دین کسی کے مٹانے سے نہیں مٹ سکتا، اور یہ دین اسلام کی روشنی کسی کے بجھانے سے ہرگز نہ بجھے گی، ان تینوں آیتوں میں دشمنان اسلام کے عزائم باطلہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔

پہلی آیت میں فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھادینا چاہتے ہیں، یعنی اسلام پر اعتراض کرکے اور مہمل باتیں کرکے لوگوں کو اسلام سے دور رکھنا چاہتے ہیں، اور خود بھی دور رہتے ہیں، ان کی باتوں سے اسلام کا نور بجھنے والا نہیں اور ان کی شرارتوں سے اسلام کو ٹھیس لگنے والی نہیں ہے، اللہ جل شانہ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے، کہ اس کا نور پورا ہو کر رہے گا، اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو اور برا لگے۔

اور دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو دوسرے تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہو، سورۂ توبہ کی آیت کے اخیر میں ﴿وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ فرمایا، اور سورۂ صف کی آیت کے ختم پر ﴿وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ﴾ فرمایا جو لوگ شرک کی وجہ سے مشرک ہیں، اور جو لوگ مشرک نہیں کسی دوسری وجہ سے کافر ہیں، مثلاً خدائے تعالیٰ کے وجود کو نہیں مانتے، یا اس کی ذات پر اعتراض کرتے ہیں، یا اس کی کتابوں اور اس کے نبیوں کو جھٹلاتے ہیں، ان دونوں قسم کے دشمنوں کی ناگواری کا تذکرہ فرمادیا کہ کافر اور مشرک یہ جو چاہتے ہیں کہ اللہ کا دین نہ پھیلے اور اس کا غلبہ نہ ہو، ان کے ارادوں سے کچھ نہیں ہوگا،

اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور غالب فرمائے گا، یہ جلتے رہیں، حسد کرتے رہیں، ان کی نیتوں اور ارادوں پر خاک پڑے گی، اور دین اسلام بلند اور غالب ہو کر رہے گا۔

دین اسلام کے غالب ہونے کی تین صورتیں ہیں

پہلی صورت: ایک صورت یہ ہے کہ دلیل اور حجت کے ساتھ غلبہ ہو اور یہ غلبہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، کوئی بھی شخص خواہ آسمانی دین کا مدعی ہو (جیسے یہودی و نصرانی)، خواہ بت پرست ہو، خواہ آتش پرست ہو، خواہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر ہو، خواہ ملحد ہو، اور زندیق ہو، وہ اپنے دعوی اور اپنے دین کو لے کر دلیل کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے نہیں آسکتا، اور اپنے دعوی کو صحیح ثابت نہیں کر سکتا، اسلام کے دلائل سے یہود و نصاری اور مشرکین، زناوقہ اور ملحدین سب پر حجت قائم ہے، اس اعتبار سے دین اسلام ہمیشہ سے غالب ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اسے کامل بھی فرمادیا، اور قرآن مجید میں اعلان فرمادیا:

﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا﴾ (المآئدة:٣)

ترجمہ: ”آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔“

اسلام دین کامل ہے، انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے، دیگر تمام ادیان ماننے والے صرف چند تصورات اور خود تراشیدہ معتقدات کو لئے بیٹھے ہیں، عبادات، معاملات، مناکحات، معیشت، اور معاشرت، سیاست، اور حکومت، اخلاق، اور آداب کا کوئی مذہبی نظام ان کے پاس نہیں ہے، خود سے قوانین بنالیتے ہیں، اور پھر انھیں توڑ دیتے ہیں (بلکہ یوں کہتے ہیں کہ یہ قانون اللہ کی طرف سے ہے) بھلا خود ساختہ قانون کو اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے؟ اسلام نے انسانوں کو ہر شعبہ زندگی کے احکام دیئے ہیں، اور اخلاق عالیہ کی تعلیم دی ہے، جن کی تصریحات اور تفصیلات قرآن مجید میں اور احادیث شریفہ میں موجود ہیں۔

دوسری صورت: اسلام کے غالب ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ دنیامیں بسنے والے کفروشرک چھوڑ کر اسلام قبول کرلیں، اوردنیامیں اسلام ہی اسلام ہو، اوراسی کارواج ہو، ایسا قیامت سے پہلے ضرور ہو گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانے میں اسلام خوب اچھی طرح پھیل جائے گا، اور زمین عدل وانصاف سے بھر جائے گی، جیساکہ احادیث شریفہ میں اس کی تصریح آئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیاکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سناکہ رات اوردن ختم ہونے سے پہلے ایساضرور ہو گاکہ لات اورعُزیٰ کی پرستش کی جائے گی (یہ زمانہ جاہلیت میں دوبت تھے) میں نے عرض کیایارسول اللہ میں تو یہ سمجھتی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ

﴿ هُوَ ٱلَّذِیٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَیٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوۡ كَرِهَ ٱلۡمُشۡرِكُونَ۝٩ ﴾ (الصف)

نازل فرمائی تو یہ وعدہ پوراہو کر رہے گا، یعنی یہ دین حق تمام دینوں پر غالب ہو گا) آپ ﷺ نے فرمایاکہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا ایساہو گا، (جو آیت شریفہ میں مذکور ہے) پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہواکو بھیجے گا، جس کی وجہ سے ہر اس شخص کوموت آجائے گی، جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہو گا، اور اس کے بعد صرف وہی لوگ باقی رہ جائیں گے، جن کے دل میں کوئی خیر نہ ہو گی، لہٰذا وہ اپنے باپ داداؤں کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔(مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیامیں دوبارہ تشریف آوری کاتذکرہ کرتے ہوئے فرمایا" و یبطل الملل حتی یھلك اللّٰه فی زمانه الملل کلھا غیر الاسلام "یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام ملتوں کو باطل کردیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے علاوہ ساری ملتوں کو ختم

فرمادیں گے۔ (مسند احمد)

تیسری صورت: اسلام کے غالب ہونے کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب مسلمان اقتدار کے اعتبار سے دوسری اقوام پر غالب ہو جائیں گے، اور یہ ہو چکا ہے، جب مسلمان جہاد کرتے تھے، اللہ کے دین کو لے کر آگے بڑھتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر تھی اس وقت بڑی بڑی حکومتیں پاش پاش ہو گئیں تھیں، قیصر وکسریٰ کے ملکوں پر مسلمانوں کو قبضہ ہو گیا تھا، ان میں سے جو قیدی پکڑے گئے وہ غلام اور باندی بنائے گئے، اور مشرکین اور اہل کتاب میں بہت سے لوگوں نے جزیہ دینا منظور کر لیا، اور مسلمانوں کے ماتحت رہے، صدیوں یورپ اور ایشیا اور افریقہ کے ممالک پر مسلمانوں کا قبضہ رہا (اور اس وقت کے یہی تین براعظم دنیا میں معروف تھے) اور اب بھی مسلمانوں کی حکومتیں زمین کے بہت بڑے حصہ پر قائم ہیں، اگر اب بھی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے کھڑے ہو جائیں اور آپس میں اتفاق واتحاد کرلیں، کافروں سے بغض رکھیں، کافروں کی حکومتوں کو اپنا سہارا نہ بنائیں، تو اب بھی وہی شان واپس آسکتی ہے جو پہلے تھی۔

اقتدار و غلبہ کے اعتبار بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے، اور آئندہ پھر اس کا وقوع ہو گا، ان شاء اللہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمین پر مٹی سے بنا ہوا کوئی گھر یا بالوں سے تیار کیا ہوا کوئی خیمہ ایسا باقی نہ رہے گا، جس میں اللہ تعالیٰ اسلام کا کلمہ داخل نہ فرمادیں، عزت والے کی عزت کے ساتھ، اور ذلت والے کی ذلت کے ساتھ، حدیث کی روایت کرنے کے بعد حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس تو پھر سارا دین اللہ ہی کے لئے ہو گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۱۶، از مسند احمد)

جن کو اللہ تعالیٰ عزت دے گا، انہیں کلمہ اسلام کو قبول کرنے والا فرمادے گا، اور جن کو اللہ ذلیل کرے گا، وہ مقتول ہو گا یا مجبور ہو کر جزیہ ادا کرے گا۔ (انوار البیان)

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی جب اپنے ساتھی کے ساتھ غار میں تھے

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد عالی ہے:

﴿إِلَّا تَنفِرُوا۟ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْـًٔا ۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ ٱللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ثَانِىَ ٱثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِى ٱلْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَـٰحِبِهِۦ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلسُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ ٱللَّهِ هِىَ ٱلْعُلْيَا ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾﴾ (توبہ)

ترجمہ: ”اگر تم اس کے رسول کی مدد نہ کرو تو اللہ نے ان کی مدد کی ہے جب کہ ان کو کافروں نے نکال دیا تھا۔ جب کہ وہ دو آدمیوں سے ایک تھے۔ جب کہ وہ دونوں غار میں تھے جبکہ وہ اپنے ساتھی سے فرمارہے تھے کہ غم نہ کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے آپ ﷺ پر اپنا سکینہ نازل فرمایا اور ایسے لشکروں کے ذریعہ آپ ﷺ کی مدد فرمائی جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جو کفر اختیار کئے ہوئے تھے اور اللہ کی بات اونچی ہی ہے اور اللہ عزت والا ہے حکمت والا ہے۔“

تفسیر و تشریح: اللہ جل شانہ نے مسلمانوں سے یوں بھی خطاب فرمایا کہ اگر تم رسول ﷺ کی مدد نہ کروگے تو اس سے اللہ کو اور اللہ کے رسول کو اور اللہ کے دین کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے رسول کی مدد فرمائی جب انہیں مکہ کے کافروں نے مکہ مُعظّمہ سے نکال دیا اور وہ اپنے ساتھی کے ساتھ غار میں پہنچ گئے۔ اول

تو دشمنوں کے درمیان سے صحیح سالم نکال دینا پھر غار ثور تک عافیت اور سلامتی کے ساتھ پہنچادینا پھر جب دشمن غار ثور کے منہ تک پہنچ گئے اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمانا اور جو لوگ تلاش میں نکلے تھے ان کو ناکام واپس کر دینا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوا۔ یہ سفر ہجرت کے واقعات ہیں پورے سفر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے جب آپ ﷺ نے سفر کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ لٹا دیا آپ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے جب صبح ہوئی تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کی جگہ پایا اور ان سے پوچھا کہ آپ کے ساتھی کہاں ہیں؟ اس پر انہوں نے لاعلمی ظاہر کی وہ لوگ آپ ﷺ کو تلاش کرنے چل دیئے اور غار ثور کے منہ پر پہنچ گئے اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) ان میں سے اگر کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف نظر کرے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ۖ﴾(غمگین نہ ہو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے) آپ نے تین دن غار ثور میں قیام فرمایا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ روزانہ رات کو دودھ لے جا کر پیش کر دیتا تھا۔ دونوں حضرات اس کو پی لیتے تھے۔ تین دن گزارنے کے بعد مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے اور دسویں دن قبا پہنچ گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ مکڑی نے غار کے دروازے پر جالا پور دیا تھا۔ اسے دیکھ کر ان لوگوں نے سمجھا کہ اگر یہ حضرات اندر گئے ہوتے تو یہ جالا ٹوٹا ہوا ہوتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح:۵۴۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر اطمینان نازل فرمایا اور آپ کے قلب مبارک پر تسلی نازل فرمائی۔ آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تسلی دی کہ غمگین نہ ہوں بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ کی بعض صفات عالیہ اور اخلاق حسنہ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُلْ حَسْبِىَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾﴾ (توبہ)

ترجمہ: "بلاشبہ تمہارے پاس رسول آیا ہے جو تم میں سے ہے، تمہیں جو تکلیف پہنچے وہ اس کے لئے نہایت گراں ہے وہ تمہارے نفع کے لئے حریص ہے، مؤمنین کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرنے والا ہے، سو اگر لوگ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔"

تفسیر و تشریح: یہ دو آیتیں ہیں جن پر سورۂ توبہ ختم ہو رہی ہے، پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ کی بعض صفات بیان فرمائیں: اول تو یہ فرمایا کہ تمہارے پاس ایک رسول آیا جو بڑے مرتبہ والا رسول ہے (اس پر رَسُولٌ کی تنوین دلالت کرتی ہے) اور یہ رسول تمہیں میں سے ہے اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہ بشر ہے، تمہاری جنس میں سے ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اہل عرب سے ہے، جو مخاطبین اولین ہیں، ان کا ہم زبان ہے وہ اس کی باتوں کو سمجھتے ہیں، اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ وہ نسب کے اعتبار سے اور مل جل کر رہنے کے اعتبار سے تمہیں میں سے ہے، اس کے نسب کو اس کی ذات کو اور اس کی صفات کو تم اچھی طرح سے جانتے ہو۔

(مفسر ابن کثیر: ۲۴۰۳) لکھتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کسری کے سامنے اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا تھا۔ "إن الله بعث فينا رسولًا منا نعرف نسبه وصفته ومدخله ومخرجه وصدقه وأمانته" آپ ﷺ جن لوگوں میں پیدا ہوئے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد انہیں میں رہے، آپ ﷺ انہیں کی زبان میں بات کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان لوگوں کے لئے آپ ﷺ سے استفادہ کرنے اور آپ ﷺ کی باتیں سننے کا خوب موقع تھا، اگر ان کا نبی ان کی جنس سے نہ ہوتا مثلاً فرشتہ ہوتا، یا ان کی ہم زبان نہ ہوتا، یا اپنے رہنے سہنے میں کسی ایسی جگہ رہتا جہاں آنا جانا اور ملنا جلنا دشوار ہوتا تو استفادہ کرنے اور بات سمجھنے میں دشواری ہوتی، یہ اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ انہیں میں سے رسول بھیج دیا: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر احسان فرمایا جب کہ ان میں سے ایک رسول بھیج دیا) آپ ﷺ کی دیگر صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ کہ امت کو جس چیز سے تکلیف ہو وہ آپ ﷺ پر شاق گزرتی ہے، اور آپ ﷺ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے، اور آپ ﷺ امت کے نفع کے لئے حریص ہیں، آپ ﷺ کو یہ بھی حرص ہے کہ جملہ مخاطبین ایمان لے آئیں اور یہ بھی حرص ہے کہ اہل ایمان کے تمام حالات درست ہو جائیں اور آپ ﷺ کو مؤمنین کے ساتھ بڑی شفقت ہے، آپ ﷺ ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ فرماتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا تعلق صرف ایسا نہیں ہے کہ بات کہہ کر بے تعلق ہو گئے بلکہ آپ ﷺ کا اپنی امت سے قلبی تعلق ہے، ظاہراً بھی آپ ﷺ اُن کے ہمدرد ہیں اور باطناً بھی، اُمت کو جو تکلیف ہوتی اس میں آپ ﷺ بھی شریک ہوتے تھے، اور ان میں سے کسی کو تکلیف پہنچ جاتی تو آپ ﷺ

کو کڑھن ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾﴾ (الحجر) (یعنی مؤمنین کے ساتھ آپ نرمی کا برتاؤ رکھیے) ایک مرتبہ رات کو مدینہ منورہ کے باہر سے کوئی آواز آئی اہل مدینہ کو اس سے خوف محسوس ہوا چند آدمی جب اس کی طرف روانہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پہلے ہی سے ادھر روانہ ہو چکے تھے، یہ لوگ جارہے تھے تو آپ ﷺ آرہے تھے، آپ نے فرمایا: "لم تراعوا" ڈرو نہیں کوئی فکر کی بات نہیں۔ (صحیح بخاری: ۱/٤١٧)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو تکلیف ہو جاتی تھی تو اس کے لئے فکر مند ہوتے تھے، عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، دوا بتاتے تھے، مریض کو تسلی دینے کی تعلیم دیتے تھے، تکلیفوں سے بچانے کے لئے ان امور کی تعلیم دیتے تھے، جن سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا اور جن سے انسانوں کو خود ہی بچنا چاہئے لیکن آپ ﷺ کی شفقت کا تقاضایہ تھا کہ ایسے امور کو بھی واضح فرماتے تھے، اسی لئے آپ ﷺ نے کسی ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا جس کی منڈیر بنی ہوئی نہ ہو۔ (مشکوٰۃ)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص (ہاتھ دھوئے بغیر) اس حالت میں سو گیا کہ اس کے ہاتھ میں ... چکنائی لگی ہوئی تھی پھر اس کو کوئی تکلیف پہنچ گئی (مثلاً کسی جانور نے ڈس لیا) تو وہ اپنی ہی جان کو ملامت کرے۔ (مشکوٰۃ)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص رات کو سونے کے بعد بیدار ہو تو ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ نہ ڈالے، کیونکہ اُسے نہیں معلوم کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(ہاتھ رات کو کہاں رہا، اس کی توضیح یہ ہے کہ: ممکن ہے اسے کوئی ناپاک چیز لگ گئی ہو یا اس پر زہریلا جانور گزر گیا ہو) جوتے پہننے کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زیادہ تر جوتے پہنے رہا کرو کیونکہ آدمی جب تک جوتے پہنے رہتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی

شخص سوار ہو۔ (مسلم)

(جیسے جانور پر سوار ہونے والا زمین کے کیڑوں مکوڑوں اور گندی چیزوں اور کانٹوں اور اینٹ پتھر کے ٹکڑوں سے محفوظ رہتا ہے، ایسے ہی ان چیزوں سے جوتے پہننے والے کی حفاظت رہتی ہے) نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: جب چلتے چلتے تمہارے چپل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک چپل میں نہ چلو جب تک دوسرے چپل کو درست نہ کرلو (پھر دونوں کو پہن کر چلو) اور یہ بھی فرمایا: کہ ایک موزہ پہن کر نہ چلو، (کیونکہ ان صورتوں میں ایک قدم اونچا اور ایک قدم نیچا ہو کر توازن صحیح نہیں رہتا) آپ ﷺ امت کو اسی طرح تعلیم دیتے تھے جیسے ماں باپ اپنے بچوں کو سکھاتے اور بتاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لئے باپ ہی کی طرح ہوں، میں تمہیں سکھاتا ہوں (پھر فرمایا) جب تم قضاء حاجت کی جگہ جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو، نہ پشت کرو، اور آپ ﷺ نے تین پتھروں سے استنجا کرنے کا حکم فرمایا، اور فرمایا کہ لید سے اور ہڈی سے استنجا نہ کرو، اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔ (مشکوٰۃ)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرنے کا ارادہ کرے، تو جگہ کو دیکھ لے، (مثلاً پکی جگہ نہ ہو جہاں سے چھینٹیں نہ اڑیں اور ہوا کا رخ نہ ہو وغیرہ)۔ (مشکوٰۃ)

نیز آپ ﷺ نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا (کیونکہ ان میں جنات اور کیڑے مکوڑے رہتے ہیں) اگر کتب حدیث میں زیادہ وسیع نظر ڈالی جائے تو اس طرح کی بہت سی تعلیمات سامنے آجائیں گی جو سراپا شفقت پر مبنی ہیں، اسی شفقت کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی بھی مؤمن عذاب میں مبتلا ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی جب اپنے چاروں طرف روشنی

ہو گئی تو پروانے اس آگ میں آکر گرنے لگے وہ شخص ان کو روکتا ہے کہ آگ میں نہ گریں، لیکن وہ اس پر غالب آجاتے ہیں، اور زبردستی گرتے ہیں، یہی میرا حال ہے کہ میں تمہیں دوزخ سے بچانے کے لئے تمہاری کمروں کو پکڑتا ہوں، اور تم زبردستی اس میں گرتے ہو۔ (بخاری، مسلم)

(جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے وہ اپنے اعمال کو دوزخ میں ڈالنے کا سبب بناتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے جو گناہوں پر وعیدیں بتائی ہیں اور عذاب کی خبریں دی ہیں ان پر دھیان نہیں دیتے)

پھر فرمایا کہ اگر لوگ روگردانی کریں اور حق کو قبول نہ کریں محبت، شفقت اور رافت ورحمت والے رسول کی تصدیق نہ کریں تو آپ ﷺ ان کی طرف سے ایذا پہنچنے کے بارے، میں متفکر نہ ہوں، آپ ﷺ یوں اعلان کر دیں ﴿حَسْبِيَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ (کہ اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں) ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾﴾ (توبة) (میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے توکل علی اللہ نبیوں کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اس سے مشکل ترین کام آسان ہو جاتے ہیں، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام سات مرتبہ ﴿حَسْبِيَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾﴾ (توبة) کہہ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکر مندیوں، کی کفایت فرمائے گا۔ (رواہ ابوداؤد موقوفًا وابن عساکر مرفوعًا)

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کی رسالت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا، اور اس پر گواہی دی، ارشاد فرمایا:

﴿ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوۡ كَرِهَ ٱلۡمُشۡرِكُونَ ۝٩ ﴾ (الصف)

ترجمہ: "وہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے، گو مشرک کیسے ناخوش ہوں۔"

اور قرآن پاک میں اس رسالت پر اپنی گواہی بھی اپنی زبانی بیان فرمائی چنانچہ سورۂ رعد میں ارشاد جل مجدہ ہے:

﴿ وَيَقُولُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَسۡتَ مُرۡسَلٗاۚ قُلۡ كَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدَۢا بَيۡنِي وَبَيۡنَكُمۡ وَمَنۡ عِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلۡكِتَٰبِ ۝٤٣ ﴾ (الرعد)

ترجمہ: "اور کافر کہتے ہیں کہ آپ پیغمبر نہیں ہیں، آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہونے کے لئے اللہ کافی ہے، اور وہ لوگ بھی گواہی کے لئے کافی ہیں جن کے پاس کتاب ہے۔"

﴿ وَمَنۡ عِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلۡكِتَٰبِ ﴾ "جن کے پاس کتاب ہے۔" سے کون مراد ہیں، اس میں کئی اقوال ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی، تمیم داری اور نجاشی اور ان کے اصحاب مراد ہیں۔ (تفسیر قرطبی، آلوسی، ابن کثیر)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت مدنیہ ہے تو اس سے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کیسے مراد ہوسکتے ہیں؟ جب کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ایمان لائے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس میں دو احتمال ہے اول یہ کہ ہوسکتا ہے یہ آیت مدنیہ ہو، دوسرا یہ کہ اگر آیت مکیہ بھی ہو تو آیت کریمہ کے معنی اس کے منافی نہیں کہ اس میں مستقبل خبر دی گئی ہو۔ (تفسیر آلوسی)

نیز سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک خاص واقعہ حضرت طالوت، حضرت داؤد اور قتل جالوت و قوم عمالقہ کا واقعہ بیان فرمایا، اور واقعہ ذرا تفصیلی ہے، کسی شبہ کرنے والے کو شبہ ہوسکتا تھا کہ آنحضرت ﷺ تو امی ہیں انھوں نے یہ تفصیلات کس طرح بیان کیں؟ اللہ تعالیٰ نے قبل اس کے کوئی شبہ کرے اس کی جڑ ہی ختم فرمادی، اور اعلان فرمادیا کہ اے نبی یہ قصے اور واقعات ہم نے آپ ﷺ کو بتلائے ہیں ٹھیک ٹھیک، اور بلاشبہ آپ ﷺ رسولوں میں سے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

﴿ تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِٱلْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٢٥٢﴾ ﴾

(البقرۃ)

ترجمہ: "یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم آپ پر تلاوت کرتے ہیں، اور بلاشبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔"

اور سورۂ یٰسین شریف میں فرمایا:

﴿ يسٓ ﴿١﴾ وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْحَكِيمِ ﴿٢﴾ إِنَّكَ لَمِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٣﴾ ﴾ (یسٓ)

ترجمہ: "قسم ہے قرآن حکیم کی، بلاشبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ آیت مذکورہ میں قرآن حکیم کی قسم کھا کر رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے منکرین کی تردید فرمادی اور صاف صاف فرمادیا کہ بلاشبہ آپ ﷺ رسولوں میں سے ہیں۔

اور سورۂ منافقون میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ﴾ (المنافقون:١)

ترجمہ: ''اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

تفسیر وتشریح: ان سب آیات کریمات میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ: اے کافرو: تم اگر نہ مانو تو تمہارے انکار سے ہمارے نبی کی نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، ہم نے انھیں نبی بنا کر بھیجا ہے تو ہم ہی ان کی نبوت پر گواہ ہیں، اور اصل گواہی بھی ہماری ہی ہے لہٰذا مجھے تمہارے انکار کی کوئی پرواہ نہیں، نیز اہل کتاب کے علماء کی گواہی بھی ہمارے رسول کے لئے کافی ہے، جو اپنی کتابوں میں ان کی نبوت کی پیش گوئی پڑھتے آئے ہیں، اور ان کے جذبہ انصاف نے انھیں مؤمن فرمادیا، انھوں نے ہمارے نبی کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لے آئے، اہل علم کی گواہی کے بعد جاہلوں کا انکار بے حیثیت ہے۔

اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليما

فضیلت:

رحمۃ للعالمین ﷺ کا بہت بڑا اعزاز کہ اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کی جان کی قسم کھائی ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٢﴾ ﴾ (الحجر)

ترجمہ: "آپ کی جان کی قسم بے شک وہ اپنی مستی میں اندھے بنے رہے تھے۔"

تفسیر و تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی جان کی قسم کھائی ہے صاحب روح المعانی نے امام بیہقی کی دلائل النبوۃ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی جان سے بڑھ کر کوئی معزز و مکرم جان پیدا نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیات کے علاوہ کسی کی بھی حیات کی قسم نہیں کھائی۔(روح المعانی)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

آنحضرت ﷺ قرآن مجید کے مفسر وشارح ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سیدنا حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا اور اس کی توضیح وتشریح اور اس کے علم ومعانی بیان کرنے کا شرف بھی آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا، قرآن حکیم کی تفسیر توضیح وتشریح بھی آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں سے ہے کہ آپ ﷺ نے امت کے لئے قرآن کے معانی ومطالب بھی بیان فرمائے اور آپ ﷺ نے بلاشبہ اس کا بھی پورا حق ادا فرمادیا، ذیل کی آیت کریمہ میں اسی فرض منصبی کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِمْ ۚ فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾ بِٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلزُّبُرِ ۗ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾﴾ (النحل)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا، جن کو طرف ہم وحی بھیجتے تھے، سو تم اہل علم سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے، ان رسولوں کو دلائل اور کتب کے ساتھ، اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے لئے بیان کریں جو ان کی طرف اتارا گیا اور شاید وہ غور وفکر کریں۔"

تفسیر وتشریح: ان آیات میں اول تو یہ بیان فرمایا کہ ہم نے پہلے جن کو رسول بنا کر بھیجا تھا وہ انسان ہی تھے، مشرکین مکہ کو یہ بات مستبعد معلوم ہوئی کہ ان کے پاس جو رسول

آیاوہ انسان ہے، حالانکہ رسول اور بشر ہونے میں کوئی منافات نہیں، بلکہ انسانوں کی طرف انسان ہی کا مبعوث ہونا حکمت اور مصلحت کے عین مطابق ہے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ اہل الذکر سے مراد اہل کتاب یعنی یہود ونصاری ہیں، مشرکین مکہ تجارت کے لئے سال میں دومرتبہ شام جایاکرتے تھے، اور مدینہ منورہ میں یہودیوں پران کا گزر ہوتا تھااور راستے میں نصرانیوں کے راہبوں سے ملاقات ہوتی تھی جو جنگلوں میں رہتے تھے اور شام میں نصرانیوں کی حکومت تھی وہاں نصرانی بہت تھے، ان سے ملاقاتیں ہوتی تھیں، مشرکین مکہ جانتے تھے کہ یہودی اور نصرانی دین سماوی کے مدعی ہیں، اسی لئے انھوں نے مدینہ منورہ کے یہودیوں سے معلوم کیاتھا کہ ہم صحیح راہ پر ہیں یا محمد ﷺ (جس کا ذکر سورۂ نساء میں گزر چکاہے)، اہل مکہ انہیں صاحب علم سمجھتے تھے اس لئے فرمایا کہ تم یہود ونصاری سے معلوم کرلو سابقین انبیاء کرام علیہم السلام انسان تھے یا فرشتہ تھے اور کس جنس سے تھے، ان سے پوچھوگے تو یہی بتائیں گے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے جو نبی اور رسول آتے تھے وہ سب بشر تھے، اور آدمی ہی تھے۔

آیت کریمہ میں بتادیا گیاکہ آپ ﷺ کا کام صرف اتنا ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب بندوں تک پہنچادیں بلکہ اس کا بیان کرنااور اس کی تعلیمات کوواضح کرنا بھی آپ ﷺ سے متعلق تھا۔

اس میں اُن ملحدوں اور زندیقوں کی تردید ہے جویوں کہتے ہیں کہ رسول کی حیثیت (العیاذباللہ) ایک ڈاکئے کی سی ہے، انہوں نے قرآن لاکر دیدیا، اب ہم خود سمجھ لیں گے، یہ ملحد خودتوزندیق بن چکے ہیں، اب چاہتے ہیں کہ اُمت کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبیں، جب رسول اللہ ﷺ کو درمیان سے نکال دیں گے توعمل کرنے کے لئے پاس رہے گا کیا؟ قرآن مجید میں تو مجمل طریقے پر احکام بیان کئے گئے ہیں، اس اجمال کی تفصیل رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے، قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیاہے،

اس لئے جو شخص قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتا ہے اس پر واجب ہے کہ احادیث شریفہ میں وارد شدہ تفصیلات کے مطابق قرآن پر عمل کرے، حدیث شریف کے بغیر کوئی شخص قرآن مجید پر چل ہی نہیں سکتا قرآن مجید میں حکم ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو ہاتھ منہ دھولو اور سر کا مسح کرلو، جس کو عوام وخواص وضو کہتے ہیں لیکن یہ بات کہ کتنی مرتبہ دھوئے قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے، اور پھر اس وضو کو توڑنے والی کیا چیزیں ہیں یہ بھی قرآن مجید میں نہیں ہے، قرآن مجید میں جگہ جگہ نماز پڑھنے کا حکم ہے لیکن رکعتوں کی تعداد نہیں بتائی، نماز میں نظر کہاں رہے، ہاتھ کہاں رہیں، ہر رکعت میں کتنے رکوع، ہیں، کتنے سجدے ہیں قرآن مجید میں یہ نہیں بتایا، قرآن مجید میں حج وعمرہ پورا کرنے کا حکم ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ دونوں کس طرح ادا ہوتے ہیں، حج کس تاریخ میں ہوتا ہے، طواف میں کتنے چکر ہیں، کہاں سے طواف شروع ہوتا ہے، کہاں ختم ہوتا ہے، صفا مروہ کے درمیان کتنی مرتبہ آنا جانا ہے، احرام کس طرح باندھا جاتا ہے، عمرہ میں کیا افعال ہیں یہ بھی قرآن مجید میں نہیں ہے، میت کو غسل دیا جانا اور کفن دفن کا طریقہ بھی قرآن مجید میں ذکر نہیں فرمایا۔

نکاح انسانی زندگی کی اہم ضرورت ہے اس کا انعقاد کس طرح ہوتا ہے اور دیت (خون بہا) میں کیا دینا پڑتا ہے ایک جان کی دیت کتنی ہے، اور مختلف اعضاء کی دیت میں کیا دیا جائے، وغیرہ وغیرہ چیزیں بھی قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں، قرآن مجید میں حکم ہے کہ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ کہاں سے کاٹا جائے اور کتنا چرانے پر کاٹا جائے، کیا ایک چنا اور ایک لاکھ روپے چرانے کا ایک ہی حکم ہے، پھر اگر دوسری بار چوری کرلے تو کیا کیا جائے؟ قرآن مجید میں زانی اور زانیہ کو سو کوڑے مارنے کا حکم ہے، اس میں تفصیل ہے متفرق کر کے مارے جائیں یا متواتر، ان سب چیزوں کا جواب قرآن مجید میں نہیں ہے، مذکورہ بالا چیزیں

رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائیں، آپ ﷺ کے بیان فرمانے کے مطابق ہی عمل کیا جائے تب قرآن مجید پر عمل ہو گا۔

قرآن مجید کا اعلان ہے کہ دین کامل ہے اور بے شمار احکام ہیں جو قرآن میں مذکور نہیں ہیں اور جو احکام قرآن میں مذکور ہیں وہ مجمل ہیں، بیان اور تشریح کے بغیر قرآن مجید پر عمل نہیں ہو سکتا، اور یہ بیان اور تشریح کا کام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے سپرد فرمایا ہے جیسا کہ اوپر آیت شریفہ میں واضح طور پر مذکور ہے۔(انوار البیان)

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اسراء و معراج سے شرف یاب فرمایا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ لَيْلًا مِّنَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ إِلَى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْأَقْصَا ٱلَّذِى بَٰرَكْنَا حَوْلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنْ ءَايَٰتِنَآ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١﴾﴾ (الإسراء)

ترجمہ: "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا، جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔"

تفسیر وتشریح: سورۃ الاسراء میں مسجد اقصیٰ تک سفر کرانے کا ذکر ہے، سورۃ النجم اور احادیث شریفہ میں آسمانوں پر جانے بلکہ سدرۃ المنتہیٰ بلکہ اس سے بھی اوپر تک تشریف لے جانے کا ذکر ہے، اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان سے اوپر تک سیر کرائی، پھر اسی رات میں واپس مکہ مُعظّمہ پہنچادیا اور یہ آنا جانا سب حالت بیداری میں تھا اور جسم شریف اور روح مبارک دونوں کے ساتھ تھا۔

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک براق لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا چوپایہ تھا، اس کا قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی، میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ میں بیت المقدس تک پہنچ گیا، میں نے اس براق کو اس حلقہ

سے باندھ دیا جس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام باندھا کرتے تھے، پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور اس میں دو رکعتیں پڑھیں، پھر میں مسجد سے باہر آیا تو جبریل علیہ الصلوۃ والسلام میرے پاس ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ لے کر آئے، میں نے دودھ کو لے لیا، اس پر جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کر لیا، پھر ہمیں آسمان کی طرف لے جایا گیا اور پہلے آسمان میں حضرت آدم اور دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ اور یحییٰ اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، اور سب نے مرحبا کہا، اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان کے بارے میں آپ ﷺ نے بتایا کہ وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے، اور یہ بھی بتایا کہ البیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے، پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، اچانک دیکھتا ہوں کہ اس کے پتے اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں، اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے ہوں، جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا، اللہ کی کسی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو سونے کے پروانوں نے ڈھانک رکھا تھا۔ (صحیح مسلم ۹۷/۱)

آنحضرت ﷺ کا انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمانا

صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت میں دیکھا، اسی اثناء میں نماز کا وقت

ہو گیا تو میں نے ان کی امامت کی، جب نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا کہ اے محمد ﷺ! یہ دوزخ کا داروغہ ہے اس کو سلام کیجئے، میں اس کی طرف متوجہ ہوا، تو اس نے از خود سلام کیا۔ (صحیح مسلم ۹۷/۱)

(یہ بیت المقدس میں امامت فرمانا آسمانوں پر تشریف لے جانے سے پہلے کا واقعہ ہے)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر (۶/۳) میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بحوالہ ابن ابی حاتم نقل کی ہے، اس میں اس طرح ہے: بہت سے لوگ جمع ہوئے، پھر ایک اذان دینے والے نے اذان دی، اس کے بعد ہم صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے، انتظار میں تھے کہ کون امام بنے گا، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا، اور میں نے حاضرین کو نماز پڑھا دی، جب نماز سے فارغ ہوا تو جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اے محمد (ﷺ) آپ جانتے ہیں کہ آپ کے پیچھے کن حضرات نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا، نہیں حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ جتنے بھی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے ہیں ان سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ (اس کے بعد روایت میں آپ ﷺ کے آسمانوں پر جانے کا تذکرہ ہے)۔

سفر معراج کی باتیں بہت مفصل ہیں ہم ان میں سے اختصار کر کے چند پہلو ذکر کرتے ہیں جس کو تفصیل مطلوب ہو وہ تفسیر انوار البیان کا مطالعہ کر لے:

۱ آسمانوں میں آنحضرت ﷺ کی حضرات انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں۔

۲ آنحضرت ﷺ کا البیت المعمور اور سدرۃ المنتہی کا ملاحظہ فرمانا۔

۳ پچاس نمازوں کا فرض ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توجہ دلانے سے دربار الٰہی میں بار بار تخفیف کی درخواست کرنا، اور صرف پانچ نمازیں باقی رہ جانا، اور اُن پر پچاس ہی کا ثواب ملنا۔

۴ نمازوں کے علاوہ دیگر دو انعام: نمازوں کے علاوہ مزید ایک انعام یہ کہ سورۃ البقرۃ

کی آخری دو آیتیں آمن الرسول سے آخر تک اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے عنایت فرمائیں، اور دوسرا انعام یہ کہ ایک قانون کا بھی اعلان فرمادیا کہ رسول اللہ ﷺ کے امتیوں کے بڑے بڑے گناہ بخش دیئے جائیں گے جو شرک نہ کرتے ہوں۔ (مسلم: ۱۹۷)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے بالکل ہی معاف فرمادیں گے، اور جس کو کبیرہ گناہوں پر عذاب دینا چاہیں گے تو وہ عذاب بھگت کر چھٹکارا پاجائے گا، البتہ کفار و مشرکین ہمیشہ دوزخ میں ہی رہیں گے۔

۵ معراج میں آنحضرت ﷺ کو دیدار الٰہی حاصل ہونا:

معراج میں آنحضرت ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل ہوا، اس پر تمام اہل حق علماء کا اجماع ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ شب معراج میں یہ دیدار رؤیت بصری تھی یا رؤیت قلبی سے، یعنی سر کی آنکھوں سے دیدار ہوا یا دل کی آنکھوں سے، جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے پروردگار کا دیدار سر کی آنکھوں سے نصیب ہوا، اور محققین کے نزدیک یہی قول راجح اور حق ہے۔

سفر معراج کے بعض دیگر مشاہدات:

(أ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی تو میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم شریف: ۲۳۶۸)

(ب) ایسے لوگوں پر سے گزرنا جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے، یہ اس امت کے خطیب ہیں جو وہ باتیں کہتے ہیں جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے، اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے، اس بارے میں حدیث مشکوٰۃ المصابیح (ص۴۳۸) پر ملاحظہ فرمائیں۔

(ج) کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جو اپنے سینوں کو ناخنوں سے چھیل رہے تھے، جبریل

علیہ السلام نے آپ ﷺ کو بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں، (یعنی غیبت کرتے ہیں) اوران کی بے آبروئی کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

(مشکوٰۃ، ص:٤٢٩، از ابو داؤد)

(د) سود خوروں کی بد حالی کا دیکھنا:

آنحضرت ﷺ ایسے لوگوں پر سے بھی گزرے کہ ان کے پیٹ اتنے بڑے تھے جیسے (انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں، ان میں سانپ تھے جو باہر سے ان کے پیٹوں میں نظر آرہے تھے، آنحضرت ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: یہ سود کھانے والے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص:٤٤٦)

(ر) ایسے لوگوں کے اوپر سے گزرنا جن کی کھالیں قینچیوں سے کاٹی جارہی تھیں:

حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کی کھالیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جارہی تھیں، میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کرنے کے لئے زینت اختیار کرتے تھے، پھر میں ایسے بدبودار گڑھے پر گزرا جس سے بہت سخت آوازیں آرہی تھیں، میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ وہ عورتیں جو زناکاری کے لئے بنتی سنورتی ہیں اور وہ کام کرتی ہیں جو ان کے لئے حلال نہیں۔

منکرین وملحدین کے جاہلانہ اشکالات کا جواب

روایات حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بیداری میں روح و جسم کے ساتھ معراج کرائی، اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے، ایک ہی رات میں آپ ﷺ مکہ معظّمہ سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں پہنچے وہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کی، پھر وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے گئے، وہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے

ملاقاتیں ہوئیں، سدرۃ المنتہی کو دیکھا، البیت المعور کو ملاحظہ فرمایا، ایسی جگہ پر پہنچے جہاں قلموں کے لکھنے کی آوازیں آرہی تھیں، عالم بالا میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر حضرت موسی علیہ السلام کے بار بار توجہ دلانے پر آپ ﷺ تخفیف کرنے کی درخواست کرتے رہے اور خالق کائنات جل مجدہ نے پانچ نمازیں پڑھنے پر پچاس نمازوں کے ثواب کا اعلان فرمایا، پھر اسی رات میں آسمانوں سے نزول فرمایا اور واپس مکہ مُعظّمہ تشریف لے آئے، راستے میں قریش کا ایک قافلہ ملا جب صبح کو قریش کے سامنے رات کا واقعہ بیان کیا تو وہ تکذیب کرنے لگے، لیکن جب آپ ﷺ نے بیت المقدس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ سب کے سامنے صحیح ثابت ہو گیا، تو قریشیوں کا منہ بند ہو گیا اور آگے کچھ نہ کہہ سکے۔

لیکن اب دور حاضر کے ملحدین واقعہ معراج کو ماننے میں تامل کر رہے ہیں، اور بعض جاہل بالکل ہی جھٹلا دیتے ہیں، اور یوں کہہ دیتے ہیں کہ خواب کا واقعہ ہے، یہ لوگ یہ نہیں سوچتے اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو مشرکین مکہ اس کا انکار کیوں کرتے اور یوں کیوں کہتے کہ بیت المقدس تک ایک ماہ کی مسافت کیسے طے کرلی، اور پھر انھیں بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ سورۃ الاسراء کے شروع میں جو ﴿سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ﴾ فرمایا ہے، اس میں بعبدہ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ روح اور جسم دونوں کے ساتھ تشریف لے گئے، نیز لفظ اسری جو سری یسری سے (معتل اللام) سے باب افعال سے ماضی کا صیغہ ہے، یہ بھی رات کے سفر کرنے پر دلالت کرتا ہے، خواب میں کوئی کہیں چلا جائے، اس کو سری اور اسری سے تعبیر نہیں کیا جاتا، لیکن جنہیں ماننا نہیں ہے وہ آیت قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنے میں ذرا نہیں جھجکتے۔ ''أعاذنا اللہ من شرھم''

منکرین کی جاہلانہ باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ زمین سے اوپر جانے میں اتنی مسافت کے بعد ہوا موجود نہیں ہے، اور فلاں کرہ سے گزرنا لازم ہے، اور انسان بغیر ہوا

کے زندہ نہیں رہ سکتا، اور فلاں کرہ سے زندہ نہیں گزر سکتا، یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں، اول تو ان کی باتوں کا یقین کیا ہے جس کا یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں، اور اگر ان کی کوئی بات صحیح بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کو پوری پوری قدرت ہے کہ اپنے جس بندہ کو جس کرہ سے چاہے باسلامت گزار دے، اور بغیر ہوا کے بھی زندہ رکھے، اور سانس لینے کو بھی تو اسی نے زندگی کا ذریعہ بنایا ہے، اگر وہ انسان کو تخلیق کی ابتداء ہی سے بغیر ہوا اور بغیر سانس کے زندہ رکھتا تو اسے اس پر بھی قدرت تھی، اور کیا سکتہ کا مریض بغیر سانس کے زندہ نہیں رہتا؟ کیا حبس دم کرنے والے سانس لئے بغیر گھنٹوں نہیں جیتے؟ بعض جاہل تو آسمانوں کے وجود ہی کے منکر ہیں، ان کے انکار کی بیاد صرف عدم العلم ہے۔

﴿إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٢٠﴾﴾ (الزخرف)

"وہ محض اٹکل سے باتیں کرتیں ہیں۔"

کسی چیز کا نہ جاننا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا وجود ہی نہ ہو، محض اٹکلوں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب جھٹلاتے ہیں۔

﴿قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٤﴾﴾ (المنافقون)

"اللہ انھیں غارت کرے کدھر الٹے جارہے ہیں۔"

فلسفہ قدیمہ ہو یا جدیدہ اس سے تعلق رکھنے والوں کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں، خالق کائنات جل مجدہ نے اپنی کتاب میں سات آسمانوں کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا، لیکن اصحاب فلسفہ قدیمہ کہتے تھے کہ نو آسمان ہیں، اور اب نیا فلسفہ آیا تو ایک آسمان کا وجود بھی تسلیم نہیں کرتے، اب بتاؤ ان اٹکل لگانے والوں کی بات ٹھیک ہے، یا خالق کائنات جل مجدہ کا فرمان صحیح ہے؟ سورۂ ملک میں فرمایا﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ٱلْخَبِيرُ ﴿١٤﴾﴾ (الملك) (کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا فرمایا اور وہ لطیف ہے خبیر ہے)۔

فلسفہ قدیمہ والے آسمان کا وجود تو مانتے تھے لیکن ساتھ ہی یہ کہتے کہ آسمانوں میں خرق

والتیام نہیں ہو سکتا، یعنی آسمان پھٹ نہیں سکتا، یہ بھی ان کی اٹکل پچو والی بات تھی کبھی نہ گئے اور نہ جاکر دیکھا زمین پر بیٹھے بیٹھے سب کچھ خود ہی طے کر لیا، جس ذات پاک نے آسمان زمین پیدا فرمائے، اس نے تو آسمانوں کے دروازے بھی بتائے، چنانچہ سورۂ اعراف میں فرمایا:

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ ٱلسَّمَآءِ﴾ (اعراف:۴۰)اور سورۂ نبأ میں فرمایا ﴿وَفُتِحَتِ ٱلسَّمَآءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾﴾ (نبأ)اور آسمان پھٹنے کا بھی ذکر فرمایا جس کا قیامت میں ظہور ہوگا ﴿إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنشَقَّتْ ﴿١﴾﴾ (انشقاق)اور ﴿إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنفَطَرَتْ ﴿١﴾﴾ (انفطار) ﴿وَٱنشَقَّتِ ٱلسَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ﴿١٦﴾﴾ (الحاقة)میں تذکرہ فرمایا ہے، لہٰذا ان لوگوں کی بات بالکل جھوٹ ہے جنہوں نے یوں کہا کہ آسمان میں خرق والتیام نہیں ہو سکتا۔

کچھ لوگوں کو یہ اشکال تھا اور بعض ملحدوں کو ممکن ہے اب بھی یہ اشکال ہو کہ ایک رات میں اتنا بڑا سفر کیسے ہو سکتا ہے، کبھی پہلے زمانہ میں کوئی شخص اس طرح کی بات کرتا تو اس کی کچھ وجہ بھی تھی کہ تیز رفتار سواریاں موجود نہ تھیں، اور اب جو نئے آلات ایجاد ہو گئے ان کا وجود نہ تھا، اب تو جدہ سے ڈیڑھ گھنٹہ میں ہوائی جہاز دمشق پہنچ جاتا ہے، جہاں سے بیت المقدس تھوڑی ہی دور ہے، اگر اسی حساب کو دیکھا جائے تو بیت المقدس آنے جانے میں صرف دو تین گھنٹے خرچ ہو سکتے ہیں اور رات کے باقی آٹھ گھنٹے آسمانوں پر پہنچے اور وہاں کے مشاہدات فرمانے اور وہاں سے واپس آنے کے لئے تسلیم کر لئے جائیں تو اس میں کوئی بعد نہیں ہے، اب تو ایک رات میں لمبی مسافت قطع کرنے کا اشکال ختم ہو گیا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ختم نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ چاہے تو جو تیز رفتار سواریاں ہیں انھیں مزید در مزید تیز رفتار عطا فرمادے، اور نئی سواریاں پیدا فرمادے، جو موجودہ سواریوں سے تیز تر ہوں، سورۂ نحل میں جو سواریوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد فرمایا

ہے ﴿وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝﴾ (نحل) (اللہ تعالیٰ وہ چیزیں پیدا فرماتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے) فرمایا ہے، اس میں موجودہ سواریوں اور ان سب سواریوں کی طرف اشارہ ہے جو قیامت تک وجود میں آئیں گی اب تو ایسے طیارے تیار ہو چکے ہیں جو آواز کی رفتار سے بھی زیادہ جلدی پہنچنے والے ہیں، اور ابھی مزید تیز رفتار سواریاں بنانے کی کوششیں جاری ہیں، یہی لوگ جو سفر معراج کے منکر ہیں، یا اس کے وقوع میں متردد ہیں، خود ہی بتائیں کہ رات دن کے آگے پیچھے آنے میں (ان کے خیال میں) زمین جو اپنے محور پر گھومتی ہے، چوبیس گھنٹہ میں کتنی مسافت طے کر لیتی ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ آفتاب جو زمین کے کرہ سے کروڑوں میل دور ہے، کرن ظاہر ہوتے ہی کتنے سیکنڈ میں اس کی روشنی زمین پر پہنچ جاتی ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ جب چاند پر گئے تھے تو کتنی مسافت کتنے وقت میں طے کی تھی؟ یہ سب کچھ نظروں کے سامنے ہے، پھر واقعہ معراج میں تردد کیوں ہے؟

صاحب معراج ﷺ جس براق پر تشریف لے گئے تھے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ حد نظر پر اپنا اگلا قدم رکھتا تھا، لیکن یہ بات ابہام میں ہے کہ اس کی نظر کہاں تک پہنچتی تھی، اگر سو میل پر نظر پڑتی ہو تو مکہ مُعظّمہ سے بیت المقدس تک صرف دس بارہ منٹ کی مسافت بنتی ہے، اس طرح بیت المقدس تک آنے جانے میں کل بیس منٹ کے لگ بھگ خرچ ہونے کا حساب بنتا ہے، اور باقی پوری رات عالم کی سیر کے لئے بچ گئی، مؤمن کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات سنے اور تصدیق کرے۔

"والمرتابون هم الهالكون"

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کو مقام محمود عطا کیا جائے گا

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ ٱلَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِۦ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴿٧٩﴾﴾ (الإسراء)

ترجمہ: "اور رات کے حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے کہ یہ آپ کے لئے اضافہ ہے، آپ کا رب آپ کو عنقریب مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔"

تفسیر و تشریح: اس میں آپ ﷺ کے لئے تسلی ہے، کہ چند روزہ دنیا میں وہ بھی چند دن آپ کے دشمن جو آپ کو تکلیف دے رہے ہیں، یہ اس بلند مرتبہ کے سامنے بے حقیقت ہے جو مرتبہ آپ کو قیامت کے دن عطا کیا جائے گا، یعنی مقام محمود پر پہنچایا جائے گا، اس مقام پر تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام اولین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب لوگ مختلف جماعتوں مین بٹے ہوں گے، ہر امت اپنے اپنے نبی کے پیچھے ہو گئی، وہ عرض کریں گے، کہ ہماری سفارش کیجئے، حتی کہ ہمارے نبی تک شفاعت کی نوبت پہنچ جائے گی۔

(صحیح بخاری، ص:٦٨٦)

جبکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سفارش کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے تو نبی اکرم ﷺ ساری مخلوق کے لئے سفارش فرمائیں گے، یہ وہ مقام محمود ہے جس پر اللہ تعالیٰ آپ کو پہنچادیں گے۔

اس حدیث شریف میں بہت اجمال ہے، دوسری روایات میں تفصیل کے ساتھ شفاعت کا مضمون وارد ہوا ہے، اور وہ یہ کہ قیامت کے دن جب لوگ بہت ہی زیادہ تکلیف

میں ہوں گے، اور سورج قریب ہو جائے گا، اس بے چینی کے عالم میں کہیں گے کہ کسی سے سفارش کے لئے عرض کرو، پہلے آدم علیہ السلام کے پاس پھر نوح علیہ السلام کے پاس پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس، پھر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سفارش کرنے کی درخواست کریں گے، یہ سب حضرات انکار کر دیں گے، تو سید الاوّلین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور شفاعت کی درخواست کریں گے، آپ عرش کے نیچے پہنچ کر سجدہ میں گر جائیں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی ایسی تعریفیں الہام فرمائے گا، جو اس سے پہلے کسی کے قلب میں نہیں ڈالی گئیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا کہ اے محمد سر اٹھائیے اور سوال کیجئے، سوال پورا کیا جائے گا، اور سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔(بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے شفاعت مراد ہے۔(رواہ الترمذی فی التفسیر وفی حاشیته قوله تعالیٰ ﴿مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ الذی یحمده فیه جمیع الخلق لتعجیل الحساب والإراحة من طول الوقوف۔اھ)

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا، لیکن امت محمدیہ ﷺ کو بھی مقام محمود کی دعا کرنے کا شرف عطا کیا ہے، جو اذان کا جواب دینے کے بعد کی جاتی ہے۔

دنیا میں رسول اللہ ﷺ کا مقام محمود کے عام مفہوم میں رسول اللہ ﷺ کی عالمگیر مدح وستائش بھی داخل ہے، جیسا کہ کوثر کے مفہوم عام میں حوض کوثر داخل ہے، گویا وحی الٰہی نے ایسے مقام تک پہنچانے کی اطلاع دی ہے، جو انسان کے لئے عظمت وبرتری کا سب سے بلند مقام ہے، حسن وکمال کا ایسا مقام ہے جہاں آپ ﷺ کو خلائق کی عالمگیر محمودیت اور دائمی مرکزیت حاصل ہو جائے گی، دنیا وآخرت میں آپ ﷺ کو ایسے مرتبے پر پہنچا دے گی جہاں آپ ﷺ محمود خلائق بن کر رہیں گے، ہر طرف سے آپ ﷺ پر

مدح وستائش کی بارش ہوگی، اور آپ ﷺ کی ہستی ایک قابل تعریف ہستی بن کر رہے گی، آج آپ ﷺ کے دشمن اور دشمنان اسلام آپ ﷺ کی ذات عالی پر بیہودہ الزامات عائد کررہے ہیں اور آپ ﷺ کی ہستی باعظمت کو اپنے باطل افکار و نظریات سے داغدار کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں، حالانکہ ساری دنیا کے انصاف پسند انسانوں نے ہر زمانہ میں اور دنیا کے کونہ کونہ میں آپ ﷺ کی مدح وستائش کے گن گائے ہیں، آپ ﷺ کی ذات عالی کی عظمت کا اعتراف کیا ہے، اور یہ سلسلہ تاروز قیامت جاری وساری رہے گا، یہاں تک کہ وہ وقت موعود آئے گا جب قیامت قائم ہوگی اور آپ ﷺ ساری مخلوق کے ممدوح ہوں گے، اور گویا یہی مقام انسانی عظمت کی انتہا ہے، اس سے زیادہ اونچی جگہ اولاد آدم کو نہیں مل سکتی، اور اس سے بڑھ کر انسانی رفعت وبلندی کا تصور نہیں کیا جاسکتا، انسان کی سعی وہمت ہر طرح کی بلندیوں تک اُڑ کر جاسکتی ہے، لیکن یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی کہ روحوں کی ستائش اور دلوں کی مداحی کا مرکز بن جائے، یہ محمودیت اسی کو حاصل ہوسکتی ہے، جس میں حسن کمال ہو۔ (تفسیر انوار القرآن)

"یارب صل وسلم دائمًا أبدًا علی حبیبك خیر الخلق کلهم"

فضیلت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو خوبی کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرواکر خوبی کی جگہ یعنی مدینہ منورہ میں پہنچایا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ﴿٨٠﴾﴾ (الإسراء)

ترجمہ: "اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب آپ مجھے ایسی جگہ میں داخل کیجئے جو خوبی کی جگہ ہو، اور مجھے خوبی کے ساتھ نکالیئے، اور میرے لئے اپنے پاس سے ایسا غلبہ عطا فرمایئے جس کے ساتھ مدد ہو۔"

تفسیر وتشریح: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے کہ آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت (اس موقع پر) نازل فرمائی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب کفار مکہ نے حضور اقدس ﷺ کے بارے میں مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کو قتل کردیں یا جلاوطن کردیں یا نظر بند کردیں۔

اور اللہ پاک نے اہل مکہ سے قتال کا ارادہ فرمایا تو اپنے پیغمبر ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا یعنی اسی مذکورہ بالا آیت کے ذریعہ۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ﴿مُدْخَلَ صِدْقٍ﴾ سے مدینہ منورہ مراد ہے اور ﴿مُخْرَجَ صِدْقٍ﴾ سے مکہ مکرمہ مراد ہے، اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے، اور اس بارے میں تمام اقوال میں سب سے زیادہ مشہور قول یہی ہے۔

فضیلت:

نبی اکرم ﷺ کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف کامیابی کے ساتھ ہجرت فرما کر تشریف لانا اور مشرکین کا ناکام ہونا

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِن كَادُوا۟ لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ ٱلْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا ۖ وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلَٰفَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا ۖ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ﴿٧٧﴾﴾ (الإسراء)

ترجمہ: ''اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھہرنے پاتے۔ جیسا کہ ان لوگوں کے بارے میں ہمارا طریقہ رہا ہے جن کو آپ ﷺ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے طریقہ میں تغیر نہ پائیں گے۔''

تفسیر و تشریح: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشرکین نے آنحضرت سرور دو عالم ﷺ مکہ مکرمہ سے جلاوطن کرنے اور وہاں سے زبردستی نکالنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا کرنے سے باز رکھا اور آپ باذن الٰہی خود ہی ہجرت کر کے مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے مشرکین اپنے ارادوں میں ناکام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ یہ لوگ اس سرزمین سے آپ ﷺ کے قدموں کو اکھاڑ دیتے (لیکن وہ ایسا نہ کر سکے) اور اگر وہ ایسا کر لیتے اور آپ ﷺ نکال کر خود رہنا چاہتے تو خود بھی وہاں نہ رہ پاتے اور وہاں ان کا ٹھہرنا بس ذرا سا ہی ہوتا، اللہ تعالیٰ

نے فضل فرمایا کہ آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت دے دی اور ان لوگوں کو اس کا موقع نہ دیا کہ زبردستی آپ ﷺ کو نکال دیتے لہٰذا وہ مکہ ہی میں رہتے رہے پھر انہیں اسلام کی بھی توفیق ہو گئی۔

"قال صاحب الروح: وهذا هو التفسير المروى عن مجاهد قال: أرادت قريش ذلك ولم تفعل لأنه سبحانه أراد استبقائها وعدم استيصالها ليسلم منها أعقابها من يسلم فأذن لرسوله عليه الصلاة والسلام بالهجرة فخرج بإذنه لا بإخراج قريش وقهرهم"

﴿سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا﴾ یہ مصدریت کی بناپر منصوب ہے یعنی ﴿سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا﴾ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ آپ ﷺ کو نکال دیتے تو ہم انہیں ہلاک کر دیتے آپ ﷺ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجے تھے ان کے بارے میں ہمارا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب ان کی امتوں نے نکال دیا تو پھر امتیں بھی زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہیں تھوڑے سے وقفے کے بعد ہی ہلاک کر دی گئی ﴿وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا﴾ (اور آپ ہمارے طریقہ میں تغیر نہ پائیں گے) اپنی مخلوق کے بارے میں جو طریقے ہم نے جاری کئے ہیں انہیں کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔

اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليما

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کو مشفقانہ ومحبت بھرا انداز خطاب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ طه ۝١ مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ۝٢ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ۝٣ تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ ٱلْأَرْضَ وَٱلسَّمَٰوَٰتِ ٱلْعُلَى ۝٤ ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ۝٥ لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ ٱلثَّرَىٰ ۝٦ وَإِن تَجْهَرْ بِٱلْقَوْلِ فَإِنَّهُۥ يَعْلَمُ ٱلسِّرَّ وَأَخْفَى ۝٧ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ۝٨ ﴾ (طٰه)

ترجمہ: "طٰہ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے جو ڈرتا ہو، یہ اس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ وہ بڑی رحمت والا ہے عرش پر مستوی ہوا، اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان کے درمیان میں ہے اور جو تحت الثریٰ ہے اور اگر آپ زور سے بات کریں تو بلاشبہ وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کا جانتا ہے اور اس بات کو بھی جو اس سے زیادہ خفی ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے لئے اسمائے حسنیٰ ہیں۔"

تفسیر وتشریح: یہاں سے سورت کی ابتدا ہو رہی ہے لفظ ﴿طٰہ، الم﴾ اور دیگر حروف مقطعات کی طرح متشابہات میں سے ہے اس کا معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ (صاحب معالم التنزیل: ۳/۲۱۱) نے مفسر کلبی سے نقل کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں جب رسول اللہ ﷺ

پر وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے محنت اور مشقت کے ساتھ بہت زیادہ عبادت گزاری شروع فرمائی طویل قیام کی وجہ سے کبھی داہنے پاؤں اور کبھی بائیں پاؤں پر کھڑے ہوتے تھے اور ساری رات نماز پڑھتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ﴾ نازل فرمائی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب مشرکین نے دیکھا کہ آپ خوب زیادہ عبادت کرتے ہیں تو کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ یہ قرآن جو تم پر نازل ہوا ہے یہ تمہیں مشقت میں ڈالنے ہی کے لئے اترا ہے اس پر آیت کریمہ ﴿مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ﴾ نازل ہوئی یعنی ہم نے قرآن کو آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف اٹھائیں۔ آیت بالا کی تفسیر میں ایک دوسری وجہ بھی بعض مفسرین نے اختیار کی ہے ان حضرات کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ منکرین جو سرکشی کرتے ہیں اور تکذیب میں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں آپ ﷺ کو اس پر قلق اور رنج نہ ہونا چاہئے۔ یہ قرآن آپ ﷺ پر اس لئے نازل نہیں کیا تھا کہ آپ مصیبت میں پڑیں اور تکلیف اٹھائیں آپ ﷺ کے ذمہ تبلیغ ہے جب آپ نے اس فریضہ کو انجام دے دیا اور برابر انجام دے رہے ہیں تو آپ کو اس فکر میں پڑنے اور رنجید ہونے کی ضرورت نہیں کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے اس تفسیر کی بنا پر آیت شریفہ کا مضمون سورۂ کہف کی آیت کریمہ ﴿فَلَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ بِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَسَفًا ﴿٦﴾﴾ (الکہف) کے موافق ہو جائے گا۔

﴿إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ﴾ یعنی یہ قرآن ہم نے اس شخص کی نصیحت کے لئے اتارا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے قرآن مجید تو تمام انسانوں کے لئے ہے لیکن خاص کر خوف و خشیت والوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ جو لوگ قرآن سن کر متاثر نہیں ہوتے اور اس کے مضامین پر ایمان نہیں لاتے ان کا سننا، نہ سننا برابر ہے۔ (قال صاحب الروح وخص الخاشی بالذکر مع ان القرآن تذکرة الناس کلهم لتنزیل غیره منزلة العدم غیر منتفع به)

سورۂ یس میں فرمایا:

﴿ إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ ٱتَّبَعَ ٱلذِّكْرَ وَخَشِيَ ٱلرَّحْمَٰنَ بِٱلْغَيْبِ ۖ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ﴿١١﴾ ﴾ (یٰس)

ترجمہ: "آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈراتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور بغیر دیکھے رحمن سے ڈرے۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں اور مانتے ہیں اور بغیر دیکھے اس سے ڈرتے ہیں ایسے ہی لوگ نصیحت پر کان دھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی نصیحت کو قبول کرتے ہیں۔

﴿ تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ ٱلْأَرْضَ وَٱلسَّمَٰوَٰتِ ٱلْعُلَى ﴾

ترجمہ: "یہ قرآن اس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا۔"

﴿ ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ﴾

ترجمہ: "رحمن عرش پر مستوی ہوا۔"

استوی علی العرش کے بارے میں سورۂ اعراف کی آیت: ﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ﴾ (اعراف: ۵۴) کی تفسیر ملاحظہ کرلی جائے۔ (انوار البیان، ج: ۲)

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اس کا ذکر اپنے پاک کلام قرآن مجید میں یوں فرمایا:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ ١٠٧﴾ (الأنبياء)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔"

تفسیر و تشریح: آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو رحمۃ للعالمین کا مبارک اور معظم لقب عطا فرمایا اور سورۂ توبہ میں آپ ﷺ کو رؤوف رحیم کے لقب سے سرفراز فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "إنما أنا رحمة مهداة"، یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف بطور ہدیہ، اور سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "إن الله بعثني رحمة للعالمين وهدى للعالمين وأمرني ربي بمحق المعازف والمزامير والأوثان والصليب وأمر الجاهلية" (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے جہانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کی چیزوں کو مٹادوں اور بتوں کو اور صلیب کو (جس کی نصرانی پرستش کرتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت عام ہے آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے سارا عالم کفر و شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا، آپ ﷺ تشریف لائے، سوتوں کو جگایا حق کی طرف بلایا، اس وقت سے لے کر آج تک بہت بڑی تعداد انسانوں اور جنات کی ہدایت

پا چکی ہے، ساری دنیا کفر و شرک کی وجہ سے ہلاکت و بربادی کے دہانہ پر کھڑی تھی، آپ ﷺ کے تشریف لانے سے دنیا میں ایمان کی ہوا چلی، توحید کی روشنی پھیلی، جب تک دنیا میں اہل ایمان رہیں گے، قیامت نہیں آئے گی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک دنیا میں اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا۔ (مسلم)

یہ اللہ تعالیٰ کی یاد آپ ﷺ کی محنتوں کا ہی نتیجہ ہے۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے عالم کے لئے آسمانوں کے اور زمین کے رہنے والے دعا کرتے ہیں اور حتیٰ کہ ان کے لئے مچھلیاں پانی میں استغفار کرتی ہیں۔ (مشکوٰۃ، ص:۳٤)

اس کی بھی وجہ یہی ہے کہ جب تک علوم نبوت کے مطابق دنیا میں اعمال موجود ہیں اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، اگر یہ نہ ہوں تو قیامت آجائے، اس لئے ہمیں دینی علوم کے طلبہ کے لئے دعا کرنی چاہیے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کا نام لے کر پوچھتا ہے کیا آج تیرے اوپر سے کوئی ایسا شخص گزرا ہے جس نے اللہ کا نام لیا ہو؟ اور اگر وہ پہاڑ جواب میں کہتا ہے کہ ہاں ایک ایسا شخص گزرا تھا، تو یہ جواب سن کر سوال کرنے والا پہاڑ خوش ہوتا ہے "ذکرہ ابن الجزری فی الحصن الحصین"

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایک شخص ایک پہاڑ پر گزرا اور دوسرے پہاڑ کو یہ بات معلوم کر کے خوشی ہوئی اس کی وجہ بھی وہی ہے کہ عموماً مؤمن بندے جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اس سے عالم کی بقا ہے، مجموعہ عالم میں آسمان زمین چرند پرند چھوٹے بڑے حیوانات اور جمادات سبھی ہیں، قیامت آئے گی تو کچھ بھی نہ رہے گا، سب کی بقا اہل ایمان کی وجہ سے ہے، اور ایمان کی دولت رحمۃ للعالمین ﷺ کے ذریعہ ملی ہے، اس اعتبار سے آپ ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا ظاہر ہے اور اس اعتبار سے بھی آپ ﷺ سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں کہ آپ ﷺ نے ایمان اور ان اعمال کی دعوت دی جن کی وجہ سے دنیا

میں اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، اور آخرت میں بھی ایمان اور اعمال صالحہ والوں کے لئے رحمت ہو گی، جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتے انہوں نے رحمت سے فائدہ نہیں اٹھایا جیسا کہ نابینا آدمی کو آفتاب کے طلوع ہونے سے روشنی کا فائدہ نہیں ہوتا، روشنی سے نابینا کا محروم ہونا سورج کے تاریک ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

رسول اکرم حضرت محمد ﷺ سے پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیں جب اسلام قبول نہیں کرتی تھیں تو ان پر عذاب آجاتا تھا اور نبی کی موجودگی میں ہی ہلاک کر دی جاتی تھیں، نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا اس بات میں بھی مظاہرہ ہے کہ عمومی طور پر سبھی منکرین اور کافرین ہلاک ہو جائیں ایسا نہیں ہو گا، آخرت میں سب کافروں کو کفر کی وجہ سے عذاب ہو گا وہ آخرت سے متعلق ہے۔

دنیا میں آنحضرت ﷺ کو کیسی کیسی تکلیفیں دی گئیں اور کس کس طرح ستایا گیا آنحضرت ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ رحمت ہی کا برتاؤ فرمایا۔

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! آپ مشرکین کے لئے بددعا کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: "إنی لَمْ أُبعث لَعَّانًا و إنَّمَا بعثت رحمة" کہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (صحیح مسلم: کتاب البر والصلة والآداب)

آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے وہاں دین حق کی دعوت دی وہ لوگ ایمان نہ لائے اور آپ ﷺ کے ساتھ بدخلقی کا بہت برا برتاؤ کیا، پہاڑوں پر مقرر فرشتہ نے آکر خدمت عالی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ فرمائیں تو ان لوگوں کو پہاڑوں کے بیچ میں کچل دوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں کرتا، میں امید کرتا ہوں کہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں گے۔ (مشکوٰۃ، ص: ۵۲۳)

سورۂ توبہ میں آپ ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُم﴾ آپ ﷺ امت کے نفع کے لئے حریص ہیں، اہل ایمان کو اعمال صالحہ سے بھی متصف دیکھنا چاہتے ہیں، اور یہ بھی حرص ہے کہ ان کے دنیاوی حالات درست ہو جائیں، ﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾﴾ (توبة) آپ ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ رأفت اور رحمت کا تعلق ہے، آپ ﷺ کا تعلق صرف اتنا نہیں کہ بات کہہ کر بے تعلق ہو جاتے، آپ ﷺ کا اپنی امت سے قلبی تعلق تھا، ظاہراً بھی آپ ﷺ ان کے ہمدرد تھے، اور باطناً بھی، امت کو جو تکلیف ہوتی اس میں آپ ﷺ بھی شریک ہوتے، اور جس کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی آپ ﷺ کو اس سے کڑھن ہوتی تھی۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو تکلیف ہو جاتی تھی تو اس کے لئے فکر مند ہوتے تھے، عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، دوا بتاتے تھے، مریض کو تسلی دیتے تھے، تکلیفوں سے بچانے کے لئے ان امور کی تعلیم دیتے تھے، جن سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا اور جن سے انسانوں کو خود ہی بچنا چاہیے لیکن آپ ﷺ کی شفقت کا تقاضا یہ تھا کہ ایسے امور کو بھی واضح فرماتے تھے، اسی لئے آپ ﷺ نے کسی ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا جس کے منڈیر بنی ہوئی نہ ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: جو شخص (ہاتھ دھوئے بغیر) اس حالت میں سو گیا کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی ہوئی تھی پھر اس کو کوئی تکلیف پہنچ گئی (مثلاً کسی جانور نے ڈس لیا) تو وہ اپنی ہی جان کو ملامت کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی شخص رات کو سونے کے بعد بیدار ہو تو ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ نہ ڈالے، کیونکہ اُسے نہیں معلوم کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے (ممکن ہے کہ اسے کوئی ناپاک چیز لگ گئی ہو یا اس پر زہریلا جانور گزر گیا ہو)۔ (بخاری، مسلم)

جوتے پہننے کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: زیادہ تر جوتے پہنے رہا کرو کیونکہ آدمی جب تک جوتے پہنے رہتا ہے وہ ایسا ہی جیسے کوئی شخص سوار ہو۔(مسلم)

(جیسے جانور پر سوار ہونے والا زمین کے کیڑوں مکوڑوں اور گندی چیزوں اور کانٹوں اور اینٹ پتھر کے ٹکڑوں سے محفوظ رہتا ہے، ایسے ہی ان چیزوں سے جوتے پہننے والے کی حفاظت رہتی ہے)

نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: جب چلتے چلتے تمہارے چپل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک چپل میں نہ چلو جب تک دوسرے چپل کو درست نہ کرلو (پھر دونوں کو پہن کر چلو) اور یہ بھی فرمایا: کہ ایک موزہ پہن کر نہ چلو، (کیونکہ ان صورتوں میں ایک قدم اونچا اور ایک قدم نیچا ہو کر توازن صحیح نہیں رہتا)

آپ ﷺ امت کو اسی طرح تعلیم دیتے تھے جیسے ماں باپ اپنے بچوں کو سکھاتے اور بتاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لئے باپ ہی کی طرح ہوں، میں تمہیں سکھاتا ہوں۔

کتب حدیث میں زیادہ وسیع نظر ڈالی جانے سے بہت زیادہ ایسی تعلیمات سامنے آتی ہیں جو سراپا شفقت پر مبنی ہیں، اسی شفقت کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی بھی مؤمن عذاب میں مبتلا ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی جب اس کے چاروں طرف روشنی ہو گئی تو پروانے اس آگ میں آکر کرنے لگے وہ شخص ان کو روکتا ہے کہ آگ میں نہ گریں، لیکن وہ اس پر غالب آجاتے ہیں، اور زبردستی گرتے ہیں، یہی میرا حال ہے کہ میں تمہیں دوزخ سے بچانے کے لئے تمہاری کمروں کو پکڑتا ہوں، اور تم زبردستی اس میں گرتے ہو۔(بخاری، مسلم)

(جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے وہ اپنی جانوں کو دوزخ میں ڈالنے کا سبب بنتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے جو گناہوں پر وعیدیں بتائیں ہیں اور عذاب کی خبریں دی ہیں ان پر دھیان نہیں دیتے)

سورۂ آل عمران میں آپ ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى ٱلْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: "سو اللہ کی رحمت کے سبب آپ ﷺ ان کے لئے نرم ہو گئے اور اگر آپ ﷺ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے سو آپ ﷺ ان کو معاف فرما دیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے اور کاموں میں ان سے مشورہ لیجئے، پھر جب آپ پختہ عزم کر لیں، تو آپ اللہ پر توکل کیجئے بے شک توکل کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔"

آیت بالا میں جہاں آپ ﷺ کی خوش خلقی اور نرم مزاجی اور رحمت و شفقت کا ذکر ہے وہاں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ صحابہ کرام ﷺ جو آپ کے پاس جمع ہیں جو آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے جاتے اور منتشر ہو جاتے۔

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عالیہ میں شفقت اور رحمت کا ہمیشہ مظاہرہ ہوتا رہتا تھا، جب کوئی شخص آپ ﷺ سے مصافحہ کرتا تو آپ ﷺ اس کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ نہیں نکالتے تھے جب تک کہ وہی اپنا ہاتھ نکالنے کی ابتدا نہ کرتا۔

اور جس سے ملاقات ہوتی اس کی طرف سے خود چہرہ نہیں پھیرتے تھے یہاں تک کہ وہی اپنا رخ پھیر کر جانا چاہتا تو چلا جاتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اپنے اہل و عیال سے شفقت کرنے میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر ہو، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی، مجھ سے کبھی کچھ نقصان ہو گیا تو مجھے کبھی ملامت نہیں فرمائی، اگر آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے کسی نے ملامت کی تو فرمایا کہ رہنے دو، اگر کوئی چیز اللہ کے قضاو قدر میں ہے تو وہ ہو کر ہی رہے گی، آپ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے، دوسروں کو بھی رحم کرنے کا حکم فرماتے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری، مسلم)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: مؤمنین کو ایک دوسرے پر رحم کرنے اور آپس میں محبت اور شفقت کرنے میں ایسا ہونا چاہیے جیسے ایک جسم ہو، جسم کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم جاگتا رہتا ہے اور سارے جسم کو بخار چڑھ جاتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی شخص کے دل سے رحمت نکال لی جاتی ہے جو بد بخت ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے اور برائیوں سے نہ روکے۔ (مشکوٰۃ، ص: ۴۲۳)

امت محمدیہ ﷺ پر لازم ہے کہ اپنے نبی ﷺ کا اتباع کریں اور سب آپس میں رحمت اور شفقت کے ساتھ مل کر رہیں اور اپنی معاشرت میں رحمت اور شفقت کا مظاہرہ کریں۔ (تفسیر انوار البیان: ۶۲۴-۶۲۱ / ۳)

فضیلت:

اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہی کامیاب ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخْشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ ﴿٥٢﴾﴾ (النور)

ترجمہ: "جب مؤمنین کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو ان کا کہنا یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔"

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے سو یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔

تفسیر و تشریح: ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ ایمان والوں کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کی طرف بلایا جاتا ہے تو ﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾ کہہ کر رضامندی ظاہر کرتے ہیں اور یہ لوگ کامیاب ہیں یہ اہل ایمان ﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾ سے ذرا بھی انحراف نہیں کرتے، پہلی آیت میں بھی ان لوگوں کی کامیابی بتائی اور دوسری آیت میں مزید توضیح فرمائی اور دوبارہ کامیابی کی خوشخبری دی۔ اس میں چار چیزوں کا ذکر ہے۔ اول اللہ تعالیٰ کی اطاعت۔ دوم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، اطاعت میں وہ سب مامورات داخل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حکم فرمایا اور اطاعت

میں ان اعمال سے بچنا بھی داخل ہے جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا بلکہ سنن و آداب پر عمل کرنا بھی اطاعت کا جزء ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس میں فرائض اور واجبات کا اہتمام کرنا داخل ہے اور چوتھی چیز یہ ہے کہ تمام گناہوں سے بچتا رہے گو اطاعت میں گناہوں سے بچنا بھی داخل لیکن مزید تاکید اور اہتمام کے لئے اس کا تذکرہ فرمایا۔ مختصر الفاظ میں مؤمن بندوں کی کامیابی بتادی۔ اسی لئے آیت کے ختم پر ﴿فَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ﴾ فرمادیا۔ فائز یعنی کامیاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ سے بچادیا جائے اور جنت میں داخل کرادیا جائے جیسا کہ سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے: ”سو جو دوزخ سے بچادیا گیا اور جنت میں داخل کرادیا گیا وہ کامیاب ہو گیا۔“

﴿فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (آلِ عمران:۱۸۵)

مفسر ابن کثیر (ص۲۹۹ج۳) نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ﴿يَخْشَ ٱللَّهَ﴾ سے گناہوں کے بارے میں ڈرنا مراد ہے جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں اور ﴿يَتَّقْهِ﴾ سے یہ مراد ہے کہ آئندہ گناہوں سے بچے۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد النّبیّ الاُمّیّ وعلیٰ اٰلہٖ وسلّم تسلیمًا

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کے لئے سخت وعید

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عالی:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ ﴾ (النور)

ترجمہ: "جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا انھیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے۔

تفسیر وتشریح: اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے امر کی مخالفت سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، اور آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت میں فتنہ میں مبتلا ہو جانے یا دردناک عذاب کی وعید شدید سنائی گئی ہے۔

فتنہ سے مراد دنیا میں مصیبت اور مشقت میں پڑنا ہے، اور دردناک عذاب سے اخروی عذاب مراد ہے، اس میں منافقین کو متنبہ فرمایا ہے کہ تم جو رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہو اور چپکے سے مجلسوں سے کھسک جاتے ہو، اس کو معمولی بات نہ سمجھنا۔ اس کی وجہ سے دنیا میں بھی مبتلائے عذاب ہو سکتے ہو اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

آیت کریمہ کا سیاق گو منافقین کی حکم عدولی کے بارے میں ہے لیکن الفاظ کا عموم ہر خلاف ورزی کرنے والے کو شامل ہے۔

بہت سے لوگ مسلمان ہونے کے مدعی ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا حکم سامنے آتا ہے تو حکم عدولی کرتے ہیں، نفس کے تقاضوں اور بیوی بچوں

کے مطالبات اور رسم ورواج کی پابندی اور حب دنیا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے احکام کی قصداً خلاف ورزی کر جاتے ہیں، اور بعضے تو مولویوں کو صلواتیں سناتے ہیں، چوری اور سینہ زوری اور زبانی کٹ حجتی پر اترتے ہیں، ڈاڑھی مونڈنے اور کاٹنے ہی کو لے لو، اور رشوت کے لین دین کو سامنے رکھ لو، بے پردگی اور خیانت کا اندازہ لگالو، اور دیکھو کہ زندگی میں کہاں کہاں احکام شرعیہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، اور یہ بھی سمجھ لو کہ ان کی خلاف ورزی پر وعید شدید ہے، ہر شخص اپنی زندگی کا جائزہ لے اور دیکھے کہ کہاں کہاں اور کس کس عمل سے آخرت برباد ہو رہی ہے۔

(انوار البیان)

اس آیت کریمہ میں وارد لفظ ﴿فِتْنَةٌ﴾ کا مطلب امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے ظالموں کا تسلط بیان کیا ہے، یعنی اگر مسلمان رسول اللہ ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو ان پر جابر و ظالم حکمراں مسلط کر دیئے جائیں گے۔ (انوار القرآن)

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ پر قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا تاکہ آپ کے قلب مبارک کو خوب ثبات اور قوت حاصل رہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ ٱلْقُرْءَانُ جُمْلَةً وَٰحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾ ﴾ (الفرقان)

ترجمہ: ”اور کافروں نے کہا کہ ان پر قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نازل نہ کر دیا گیا، ہم نے اسی طرح نازل کیا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے۔“

تفسیر وتشریح: مشرکین مکہ اپنے عناد سے طرح طرح کے اعتراض تراشتے تھے انہیں اعتراضات میں سے ایک یہ اعتراض تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو یہ کہتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے اور یہ کلام جو تمہیں سناتا ہوں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس نے یہ قرآن ایمان لانے کے لئے بھیجا ہے تو یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوتا ہے بیک وقت ایک ہی ساتھ کیوں نازل نہیں ہوا؟ ان لوگوں کا یہ اعتراض حماقت پر مبنی تھا، جس کی کتاب ہے وہ جس طرح بھی نازل فرمائے اسے پورا اختیار ہے ”كذلك أي نزلناه كذلك تنزيلًا مغايرًا لما اقترحوا لنثبت به فؤادك“ (تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو تقویت دیں) اس میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمانے کی حکمت بیان فرمائی اور وہ یہ کہ تھوڑا تھوڑا نازل کرنا آپ کے قلب مبارک کو تقویت دینے کا سبب ہے۔

صاحب روح المعانی (ج:۱۹، ص:۱۵) پر لکھتے ہیں کہ تھوڑا تھوڑا نازل فرمانے میں حفظ کی آسانی ہے اور فہم معانی ہے اور ان حکمتوں اور مصلحتوں کی معرفت ہے جن کی رعایت انزال قرآن میں ملحوظ رکھی گئی ہے پھر جبرئیل علیہ السلام کا بار بار آنا اور جو بھی کوئی چھوٹی یا بڑی سورت نازل ہو اس کا مقابلہ کرنے سے معترضین کا عاجز ہو جانا اور ناسخ اور منسوخ کو پہچاننا وغیرہ یہ سب آپ ﷺ کے قلب کی تقویت کا سبب ہے۔

جب معترضین کوئی اعتراض اٹھاتے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی ناگوار معاملہ کرتے تو اسی وقت آپ ﷺ کی تسلی کے لئے نزول قرآن ہو جاتا تھا اس سے آپ ﷺ کو ہر بار تقویت حاصل ہو جاتی تھی۔ اگر پورا قرآن ایک ہی دفعہ نازل ہو گیا ہو تو یہ بار بار کی تسلی کا فائدہ حاصل نہ ہوتا، حضرت جبریل علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن شریف لے کر نزول فرماتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کو بہت ہی مسرت وفرحت وتقویت قلب حاصل ہوتی تھی ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مانع ہے کہ ہمارے پاس جتنی مرتبہ آتے ہو اس سے زیادہ آیا کرو اس پر آیت شریفہ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ﴾ (مریم:٦٤) نازل ہوئی جس میں حضرت جبریل علیہ السلام کا جواب ذکر فرمایا انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم خود نہیں آتے جب آپ کے رب کا حکم ہوتا ہے ہم اسی وقت آتے ہیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا ﴿وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا﴾ "اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے" صاحب روح المعانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر یوں نقل کی ہے کہ "بيناه بيانًا فيه ترسل" کہ ہم نے اس قرآن کو واضح طور پر بیان کیا ہے اور وقفہ وقفہ سے نازل فرمایا ہے چنانچہ پورا قرآن کریم تیئس سال میں نازل ہوا۔

فائدہ: واضح رہے کہ ہم نے یہاں تدریجاً قرآن مجید نازل فرمانے کی ایک حکمت ذکر کی ہے اس کے علاوہ دوسری حکمتیں بھی ہیں جو علوم القرآن میں علماء کرام نے تحریر فرمائی ہیں۔

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کا قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمانا کہ بے شک آپ ﷺ رسولوں میں سے ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يس ۝ وَالْقُرْءَانِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ ﴾ (يس)

"یٰسٓ (یہ متشابہات میں سے ہے اس کے معنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا) قسم ہے قرآن حکیم کی، بلاشبہ آپ رسولوں میں سے ہیں۔"

تفسیر و تشریح: اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں قرآن حکیم کی قسم کھا کر رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے منکرین کی تردید فرما دی اور صاف صاف فرما دیا کہ آپ ﷺ رسولوں میں سے ہیں، بلکہ مزید یہ بھی فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے راستہ پر ہیں۔

اور سورۂ منافقون میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ﴾ (المنافقون:۱)

"اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی الہ وسلم تسلیما

فضیلت:

نبی اکرم ﷺ کا تعلق مؤمنین سے اس سے بھی زیادہ ہے جو اُن کا اپنی جانوں سے ہے، اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات مؤمنین کی مائیں ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ٱلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِٱلْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَٰجُهُۥٓ أُمَّهَٰتُهُمْ ۗ﴾ (احزاب:٦)

''مؤمنین سے نبی ﷺ کا تعلق اس سے زیادہ ہے جو ان کا اپنے نفسوں سے ہے، اور آپ ﷺ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

تفسیر وتشریح: اس آیت کریمہ میں کئی باتیں بیان فرمائیں ہیں، ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو مؤمنین سے جو تعلق ہے وہ اس تعلق سے بھی زیادہ ہے جو مؤمنین کو اپنی جانوں سے ہے، اس میں بہت سے مضامین آجاتے ہیں، اول یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو ایمان والوں کے ساتھ جو رحمت اور شفقت کا تعلق ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ مؤمنین کو بھی اپنی جانوں سے اتنا تعلق نہیں ہے، چنانچہ آپ ﷺ مؤمنین پر اتنے شفیق ومہربان تھے کہ طبیعت پر یہ گوارہ نہ تھا کہ کسی مؤمن کو کوئی تکلیف پہنچ جائے، آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی کو دینی ضرورت سے غصہ میں کچھ فرمادیا تو اس کو بھی رحمت بنادیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی ''اللّٰھم إنی اتخذت عندك عهدًا لن تخلفنيه فإنما أنا بشر فأی المؤمنين آذيته شتمته لعنته جلدته

فاجعلها له صلاة و زكاة وقربة تقربه بها إليك يوم القيامة'' (صحیح مسلم باب من لعنه النبی ﷺ) اے اللہ میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں جو امید ہے کہ آپ ضرور قبول فرمائیں گے، وہ یہ کہ میں ایک انسان ہوں، پس جس کسی مؤمن کو میں نے تکلیف دی، برا بھلا کہا، ڈانٹ ڈپٹ کی، کوڑا مارا، تو میرے اس عمل کو آپ اس کے لئے رحمت اور پاکیزگی اور اپنی نزدیکی کا ذریعہ بنادیجئے، جس کے ذریعہ آپ قیامت کے دن اس کو اپنے قرب سے نوازیں۔ آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ کسی مسلمان کو کوئی بھی تکلیف نہ ہو، نہ دنیا میں نہ آخرت میں، آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اور بتایا اور تعلیم دی، اس میں مؤمنین کے لئے خیر ہی خیر ہے، جبکہ خود مؤمن بندے کبھی اپنی رائے کی غلطی سے اور کبھی کسی خواہش سے متأثر ہو کر دنیا وآخرت میں اپنی جانوں کو تکلیف پہنچانے والے کام بھی کر گزرتے ہیں، آپ ﷺ نے اپنی شفقت کو ایک مثال دے کر سمجھایا اور فرمایا کہ میری تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص نے آگ جلائی جب آگ نے اپنے آس پاس روشنی کر دی تو پروانے اور یہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے جو آگ میں گرا کرتے ہیں، اس میں گرنے لگے، آگ جلانے والا ان کو روکتا ہے، اور وہ اس پر غالب ہو جاتے ہیں، اور اس میں داخل ہو جاتے ہیں، میری اور تمہاری مثال ایسی ہے میں دوزخ سے بچانے کے لئے تمہاری کمروں کو پکڑتا ہوں کہ آجاؤ آگ سے بچو، آجاؤ آگ سے بچو، پھر تم مجھ پر غلبہ پاجاتے ہو، (یعنی ایسے کام کرتے ہو جو دوزخ میں جانے کا سبب ہوتے ہیں)۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ کی کوشش تو یہی رہی کہ امت کا کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے لیکن دنیاداری کی وجہ سے اور نفس کی خواہش کے دباؤ سے لوگ گناہ کر کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں، یہاں تو آپ ﷺ اپنی امت کی خیر خواہی کے لئے محنت کی ہی تھی، آخرت میں سفارش بھی کریں گے، آپ ﷺ کی شفقت میں نہ یہاں کمی رہی اور نہ وہاں ہوگی، البتہ امت کو بھی اپنی جانوں کو عذاب آخرت سے بچانے کے لئے فکر مند ہونا چاہیے آپ

ﷺ نے تو یہاں تک کیا کہ امت کی خیر خواہی کے لئے یقینا مقبول ہونے والی دعا کو آخرت میں فائدہ پہنچانے کے لئے محفوظ فرمالیا، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے لئے ایک دعاء مستجاب ہے، لہٰذا ہر نبی نے اپنی دعا کو دنیا ہی میں استعمال کر لیا، اور میں نے یہ دعا اپنی امت کی شفاعت کے لئے قیامت کے دن تک چھپا کر رکھ لی ہے، سو میری امت میں سے ہر اس شخص کو پہنچ جائے گی جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔ (مسلم)

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی حکم ہو جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے خلاف ورزی کوئی گنجائش نہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾﴾ (احزاب)

ترجمہ: "اور کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کے لئے اس کی گنجائش نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول اللہ ﷺ کسی کام کا حکم دے دیں تو انھیں اپنے کام میں اختیار باقی رہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔"

تفسیر وتشریح: آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ کسی بھی مؤمن مرد اور عورت کے لئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی حکم آجائے تو اس کے کرنے نہ کرنے کا اختیار باقی رہے، جو حکم مل جائے اس پر عمل کرنا ہی کرنا ہے، اسلام سراپا فرماں برداری کا نام ہے، یہ جو آج کل لوگوں کا طریقہ ہے کہ مسلمانی کے دعویدار بھی ہیں لیکن احکام شرعیہ پر عمل کرنے کو تیار نہیں یہ اہل ایمان کا طریقہ نہیں، جب قرآن وحدیث کی کوئی بات سامنے آتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ آج کل اس پر عمل نہیں ہو سکتا (العیاذ باللہ) معاشرت اور معاملات اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں

قصداً وارادۃً قرآن وحدیث کے خلاف چلتے ہیں یہ سراسر بے دینی ہے، جیسا کہ آیت کریمہ کے ختم پر فرمایا: ﴿وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًا مُّبِينًا﴾

ترجمہ: (اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سووہ کھلی ہوئی گمراہی میں جاپڑا) فرائض اور واجبات کو چھوڑنے کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، اور سنن ونوافل کی ادائیگی کی بھی حرص کرنا چاہیے، جس کا فرمانبرداری کا مزاج نہیں ہوتا وہ پہلے سنتوں سے بچتا ہے پھر واجبات چھوٹنے لگتے ہیں پھر فرائض کی ادائیگی کا اہتمام ختم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ شیطان وسوسے ڈال کر ایمان سے بھی ہٹانے کی کوشش کرتا ہے، خیریت اسی میں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے حکم ملا ہے وہ جان سے قبول کرے، نیم دروں نیم بروں، مسلمان بھی ہیں اور نہیں بھی، یہ گمراہی کا طریقہ ہے۔

(انوار البیان)

اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليما

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح آسمان پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا

آنحضرت ﷺ کو جہاں بہت سی خصوصیات اور امتیازات عطا فرمائے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح آسمان پر فرمادیا، اور اس نکاح کی اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بذریعہ وحی نازل فرمائی۔ چنانچہ سورۂ احزاب میں ارشاد عالی ہے:

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِىٓ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَٱتَّقِ ٱللَّهَ وَتُخْفِى فِى نَفْسِكَ مَا ٱللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى ٱلنَّاسَ وَٱللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَىٰهُ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَٰكَهَا لِكَىْ لَا يَكُونَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِىٓ أَزْوَٰجِ أَدْعِيَآئِهِمْ إِذَا قَضَوْا۟ مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ ٱللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾﴾ (احزاب)

ترجمہ: ”اور جب آپ اس شخص سے فرمارہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے انعام کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ سے ڈرو اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپارہے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈررہے تھے اور آپ کو یہ سزاوار ہے کہ اللہ سے ڈریں پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کرچکا تو ہم

نے اس عورت (یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا) کا نکاح آپ سے کر دیا۔ تا کہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب وہ ان سے حاجت پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم پورا ہونے ہی والا تھا۔"

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات سے فخریہ کہا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح حضور ﷺ کے ساتھ تمہارے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر سے کیا۔ "فکانت زینب تفخر علی أزواج النبی ﷺ تقول: زوجکن أهالیکن وزوجنی اللّٰہ من فوق سبع سمٰوٰت." (بخاری)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا اعلان

نبی اکرم حضرت محمد ﷺ خاتم النّبیین ہیں، اس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾﴾ (احزاب)

ترجمہ: ”تمہارے مردوں میں سے محمد (ﷺ) کسی کے باپ نہیں ہیں، اور لیکن اللہ کے رسول ہیں، نبیوں کی مُہر ہیں۔“

تفسیر وتشریح: اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کسی بالغ مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، بحیثیت رسول ہونے کے ساری امت پر فرض ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کے اکرام واحترام کا ہمیشہ لحاظ رکھیں، اور ساتھ ہی آپ ﷺ کو خاتم النّبیین بھی بتایا اور یہ اعلان فرمادیا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں، اور آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی نبی قیامت تک آنے والا نہیں ہے آنحضرت ﷺ سے پہلے جو انبیاء ورسل علیہم السلام تشریف لاتے تھے، وہ خاص قوم کے لئے اور محدود وقت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے، خاتم النّبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قیامت تک تمام جنات اور انسانوں اور تمام قوموں اور قبیلوں اور تمام زمانون اور تمام مکانوں کے بسنے والوں کے لئے رسول ہیں، اور نبی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر کسی کا وصف نبوت سے متصف ہونا یعنی نبوت جدیدہ سے سرفراز کیا جانا ختم ہو گیا ہے، اور سلسلہ نبوت آپ ﷺ کی ذات گرامی پر منقطع ہو گیا اب نبوت جدیدہ سے کوئی شخص متصف نہیں ہو گا، لہٰذا ختم نبوت کے منکر قرآن کے منکر ہیں، اور اسلام سے

خارج ہیں، آپ ﷺ کے بعد جو بھی کوئی شخص نبوت کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے، گمراہ ہے، کافر ہے، اور اس کی تصدیق کرنے والے بھی گمراہ اور کافر ہیں، اور آیت قرآنیہ کے منکر ہیں، جس میں صاف اس بات کا اعلان فرمادیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

قرآن کریم کے ساتھ ساتھ احادیث شریفہ میں بھی اس کی تصریح وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ ہی آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے، صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے: "عن أبی هريره رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: فضلت على الأنبياء بست، أعطيت جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وأحلت لى الغنائم، وجعلت لى الأرض طهورًا ومسجدًا، وأرسلت الى الخلق كافة، وختم النبيون" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے ۱ مجھ کو جامع کلمات دیئے گئے ہیں (یعنی ایسے کلمات عطا کیے گئے ہیں کہ لفظ تو بہت کم ہیں اور معنی بہت زیادہ) ۲ میری مدد اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی کہ دشمنوں کے دل میں میرا رعب ڈال دیا ۳ مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا، مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا ۴ تمام زمین میرے لئے جائے طہارت و سجدہ فرمادی گئی ۵ مجھ کو تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا (یعنی میری بعثت تمام عالم کے لئے ہے، کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں) ۶ میں خاتم النبیین ہوں مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

مطلب یہ ہے کہ خاتم النبیین ہونا آپ ﷺ کی خاص خصوصیت اور فضیلت ہے اب قیامت تک آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں ہو گی، اس لئے کہ آپ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کی شریعت کامل ہے اور تمام گزشتہ ادیان اور شرائع کی ناسخ ہے، اب قیامت تک کسی دین اور شریعت آپ ﷺ کی امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح

قیامت تک آپ ہی کی شریعت سے عالم کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ ختم نبوت کو ایک مثال دے کر آنحضرت ﷺ نے مزید سمجھایا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری مثال اور گزشتہ پیغمبروں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص نے نہایت عمدہ مکان بنایا اور اس کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا مگر اس کے ایک کونہ پر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی اور لوگ اس کے مکان کے ارد گرد گھومنے لگے اور مکان کی تعمیر خوب پسند آئی، اور کہنے لگے کہ یہ اینٹ بھی کیوں نہ لگا دی گئی کہ مکان بالکل مکمل ہو جاتا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس قصر نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں، جس سے وہ محل پورا ہوا، اور میں خاتم النّبیین ہوں۔ (بخاری، مسلم)

یعنی مطلب یہ ہے کہ قصر نبوت بالکل مکمل ہو چکا ہے اب اس میں کسی تشریعی اور غیر تشریعی نبوت کی اینٹ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ دونوں طرح اور دونوں معنوں میں خاتم النّبیین ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور مرتبہ اور کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں، اور جو حضرت محمد ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا انکار کرے وہ بلاشبہ کافر اور مرتد ہے، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مدعیان نبوت سے جہاد و قتال کرنا اور ان کو اپنی تیغ بے دریغ کا لقمہ بنانا مسلمات میں سے ہے، بلکہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد امت محمدیہ ﷺ میں جو پہلا اجماع منعقد ہوا وہ مدعیان نبوت کے قتل پر ہوا۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ)

صفت خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت ورسالت میں آپ ﷺ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے، کیونکہ عموماً ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے اور انتہاء پر پہنچ کر اس کی تکمیل ہوتی ہے، اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے وہی اصل مقصود ہوتا ہے، قرآن کریم نے خود اس کو واضح کر دیا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ (المآئدة:٣)

"یعنی آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے۔"

انبیاء سابقین کی شریعتیں بھی اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل تھیں، کوئی ناقص نہ تھی، لیکن کمال مطلق اسی شریعت مصطفوی کو حاصل ہوا، جو اولین وآخرین کے لئے حجت اور قیامت تک چلنے والا دین ہے۔(معارف القرآن مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ)

صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبي خلفه نبي و إنه لا نبي بعدي وسيكون خلفاء فيكثرون"

بنی اسرائیل کی سیاست اور انتظام خود انبیاء (علیہم السلام) کے ہاتھ میں تھا، جب ایک نبی کی وفات ہو جاتی تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا تھا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلیفہ ہوں گے جو بہت ہوں گے۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا، تو امت کی تعلیم وہدایت کا انتظام آپ ﷺ کے بعد آپ کے خلفاء کے ذریعہ سے ہو گا، جو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے مقاصد نبوت کو پورا کریں گے۔

صحیح بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"لم يبق من النبوة إلا المبشرات"یعنی نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا، بجز مبشرات کے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے: میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا، سوائے مبشرات کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! مبشرات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: سچے خواب جو خود مسلمان دیکھے یا اس کے متعلق کوئی دوسرا دیکھے۔(مسند احمد)

اس حدیث شریف نے کس قدر وضاحت سے بتلایا ہے کہ مبشرات کے علاوہ نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

مسند احمد اور سنن ترمذی کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إن الرسالة والنبوة قدانقطعت فلارسول بعدی ولا نبی'' (ترمذی)

''بیشک رسالت اور نبوت میرے بعد منقطع ہو چکی ہے، میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا، اور نہ نبی۔''

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ گواہ اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے اور اللہ کی طرف بلانے والے، اور روشن کرنے والے چراغ بنا کر بھیجے گئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو بہت سی صفات حمیدہ سے سرفراز فرمایا آنے والی آیت کریمہ میں بھی چند اہم ترین صفات ذکر فرمائیں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَـٰكَ شَـٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾﴾ (احزاب)

ترجمہ: ”اے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔“

تفسیر و تشریح: ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی صفات جمع فرمائیں گئیں ہیں مثلاً ❶ آپ ﷺ کا رسول ہونا ❷ آپ ﷺ کا شاہد ہونا ❸ آپ ﷺ کا بشارت دینے والا ہونا ❹ آپ ﷺ کا ڈرانے والا ہونا ❺ آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا ہونا (یعنی داعی) ❻ آپ ﷺ کا روشن کرنے والا چراغ ہونا۔

عربی زبان میں شاہد کہتے ہیں گواہ کو، رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عظیم بخشا کہ آپ ﷺ کو اس امت پر بھی اور سابقہ امتوں پر گواہ بنایا سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿جَعَلْنَـٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ

عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴾ (بقرة:١٤٣)

"اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت فرمادیا جو اعتدال والی ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ، اور رسول تم پر گواہ ہو جائے۔"

اور سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ ﴾ (نسآء)

"سو کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر گواہ بنائیں گے۔"

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ قیامت کے دن اپنے سے پہلی امتوں کے بارے میں گواہی دیں گے، اور یہ بہت بڑا شرف ہے جو آپ ﷺ کو عطا کیا گیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے سوال ہو گا کیا تم نے تبلیغ کی، وہ عرض کریں گے، یارب میں نے واقعۃً تبلیغ کی تھی، ان کی امت سے سوال ہو گا کہ بولو انھوں نے تم کو احکام پہنچائے تھے؟ وہ کہیں گے نہیں، ہمارے پاس تو کوئی نذیر (ڈرانے والا) نہیں آیا، اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے دعوی کی تصدیق کے لئے گواہی دینے والے کون ہیں وہ جواب دیں گے کہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے امتی ہیں، یہاں تک بیان فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو خطاب کر کے فرمایا کہ اس کے بعد تم کو لایا جائے گا اور تم گواہی دو گے کہ بیشک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی، اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے آیت ذیل تلاوت فرمائی:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴾ (بقرة:١٤٣)

یہ بخاری شریف کی روایت ہے، اور مسند احمد وغیرہ کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیں بھی انکاری ہوں گی اور کہیں گی کہ ہم نے تبلیغ نہیں کی گئی، ان کے نبیوں سے سوال ہوگا کہ تم نے تبلیغ نہیں کی؟ وہ اثبات میں جواب دیں گے واقعی ہم نے تبلیغ کی تھی، اس پر اُن سے گواہ طلب کئے جائیں گے تو وہ حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو گواہی میں پیش کریں گے، چنانچہ حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت سے سوال ہوگا کہ اس بارے میں آپ لوگ کیا کہتے ہیں، وہ جواب میں عرض کریں گے کہ ہم پیغمبروں کے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں، امت محمد یہ سے سوال ہوگا کہ تم کو اس معاملہ کی کیا خبر ہے؟ وہ جواب میں عرض کریں گے کہ ہمارے پاس ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تشریف لائے اور انھوں نے خبر دی کہ تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی امت کو تبلیغ کی۔ بلاشبہ ان آیات کریمات اور احادیث واضحات سے آنحضرت ﷺ کے مقام عالی اور آپ ﷺ کی امت کے بلند مرتبہ کا پتہ چلتا ہے کہ میدان حشر میں جہاں اولین وآخرین سب ہی ہوں گے وہاں یہ عظیم گواہی سامنے آئے گی، اور گواہی کے اس عظیم شرف سے آنحضرت ﷺ اورآپ کے امتی نوازے جائیں گے، معلوم ہوا کہ یہ امت خیر الامم ہے، اور اس کے نبی افضل الانبیاء والرسل ہیں۔

سورۂ احزاب کی مذکورہ آیت کریمہ میں شاہد (گواہ) کی صفت کے ساتھ ایک صفت ''مبشر'' کا ذکر بھی ہوا، مبشر کہتے ہیں (بشارت دینے والا) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بشارت دینے والا بنا کر بھیجا، اہل ایمان کو ایمان کے منافع اور اعمال صالحہ کے اجر وثواب کی خوشخبری دینا آپ کے کار مفوضہ میں شامل ہے۔

اسی آیت کریمہ میں ایک صفت آپ ﷺ کی نذیر (ڈرانے والا) ہے، یعنی جیسا کہ آپ کو اہل ایمان کے لئے بشارت دینا والا بنا کر بھیجا، اسی طرح اہل کفر اور اہل معصیت کو ڈرانے والا اور وعیدیں سنانے والا بھی آپ ﷺ کو بنا کر بھیجا اور یہ دونوں چیزیں یعنی

بشارت دینا اور ڈرانا آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں سے ہیں، عرب وعجم کے لئے تمام ادیان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔

آیت مذکورہ میں رسول اکرم ﷺ کی ایک اہم صفت داعی الی اللہ بیان فرمائی گئی ہے ﴿ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ ﴾ 'اور ہم نے آپ کو اللہ کی طرف بلانے والا بھیجا اللہ کے حکم سے۔''یعنی اس میں یہ بتلادیا گیا کہ آپ ﷺ سارے انسانوں اور سارے جنات کو توحید کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانے والے ہیں، آپ ﷺ نے بڑی محنت سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کا بول بالا کیا، اور اس کی راہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں، مگر پیچھے نہیں ہٹے بلکہ آگے بڑھتے رہے حتی کہ آپ ﷺ کے سامنے ہی امت مسلمہ کی بھاری تعداد وجود میں آگئی تھی، اب یہ دعوت الی غیر المسلمین کا کام اس امت کے ذمہ ہے، اس لیے چاہیے کہ دعوت کا کام ہمیشہ جاری رکھے۔

آپ ﷺ کی صفات بیان فرماتے ہوئے آیت کے ختم پر ﴿ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴾ فرمایا یعنی ہم نے آپ کو روشن چراغ بنا کر بھیجا، اس چراغ کی وجہ سے لوگ جہالت وگمراہی کی تاریکیوں سے نکلتے ہیں، اور انوار ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

آیت کریمہ کی تفسیر میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کو ﴿ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴾ سے تشبیہ دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی سے صرف آپ کے زمانہ کے انسانوں اور جنات ہی نے روشنی حاصل کی، بلکہ آپ ﷺ کے علوم اور اعمال کو پہچانے والے برابر رہیں گے، جس طرح ایک چراغ سے بہت سے چراغ روشن ہو جاتے ہیں پھر ان چراغوں سے دوسرے چراغوں کو روشنی ملتی چلی جاتی ہے، اسی طرح آپ ﷺ کا نور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملا پھر انہوں نے اسے آگے بڑھایا اور آج تک ہر استاد سے شاگرد تک پہنچ رہا ہے، اور آپ ﷺ کی روشنی آفتاب کی روشنی سے کہیں زیادہ ہے، لیکن چونکہ ہمیشہ سے آفتاب ایک ہی آفتاب ہے، پھر یہ کہ اس کی روشنی

بھی دائمی نہیں، رات کو اندھیرا ہو جاتا ہے، اور اس سے روشنی حاصل کرنا بندوں کے اختیار میں بھی نہیں ہے اس لئے آپ ﷺ کی ذات گرامی کو سراج منیر سے تشبیہ دینا مناسب ہوا، کہ ایک چراغ سے بہت سے چراغ جل سکتے ہیں، اور جس وقت چاہیں اس سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليما

فضیلت:

نکاح کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعض خصوصیات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَٰجَكَ ٱلَّـٰتِيٓ ءَاتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّـٰتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَـٰلَـٰتِكَ ٱلَّـٰتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَٱمْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ ٱلنَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ (احزاب)

ترجمہ: "اے نبی! ﷺ ہم نے آپ کے لئے یہ بیویاں حلال کر دی جن کو آپ اُن کے مہر دے چکے ہیں، اور وہ عورتیں بھی حلال کیں جو آپ (ﷺ) کی مملوکہ ہیں، ان اموال میں سے جو اللہ نے آپ (ﷺ) کو مالِ غنیمت میں سے دلوائے، اور آپ (ﷺ) کے چچا کی بیٹیاں، اور آپ (ﷺ) کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ (ﷺ) کے ماموں کی لڑکیاں اور آپ (ﷺ) کی خالاؤں کی لڑکیاں حلال کر دیں، جنھوں نے آپ (ﷺ) کے ساتھ ہجرت کی، اور ہم نے ہر ایسی مؤمنہ عورت حلال کی جو بغیر عوض کے اپنی ذات نبی کو ہبہ کر دے، اگر پیغمبر اس سے نکاح کرنا چاہیں، یہ حکم آپ (ﷺ) کے لئے خاص ہے نہ کہ دیگر مؤمنین کے لئے۔"

تفسیر و تشریح: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد رسول اللہ ﷺ نے متعدد عورتوں سے نکاح فرمایا، ان میں اکثر مہاجرات تھیں، البتہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا یہود خیبر کے

قیدیوں میں سے اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا غزوہ بنی المصطلق کے قیدیوں میں سے تھیں، اور باندیوں میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں جن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور زمانہ رضاعت ہی میں وفات پاگئے۔

آیت بالا میں فرمایا کہ اے نبی! (ﷺ) ہم نے آپ کے لئے آپ کی بیویاں حلال کر دیں، یہ وہ بیویاں ہیں جنہیں آپ ان کے مہر ادا کر چکے ہیں۔

تشریح: مہر ادا کر دینا ازدواجی تعلقات حلال ہونے کی شرط نہیں، لیکن جتنا جلد ادا کر سکے وہ بہتر ہے، خاص کر مہر مُعجّل تو ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے پہلے ہی دے دینا چاہئے۔

ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ہم نے آپ کے لئے آپ کے چچا کی لڑکیاں، اور آپ کی پھوپھیوں کی لڑکیاں اور آپ کے ماموں کی لڑکیاں اور آپ کی خالاؤں کی لڑکیاں حلال کر دیں، جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے ان رشتہ داروں کی بیٹیوں کو حلال تو فرمادیا لیکن ان میں سے آپ ﷺ کے نکاح میں صرف حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آئیں جو آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔

آیت کریمہ میں مزید یہ فرمایا گیا کہ: اور ہم نے ہر ایسی مؤمنہ عورت حلال کی جو بغیر عوض کے اپنی جان نبی کو ہبہ کر دے، اگر پیغمبر اس سے نکاح کرنا چاہیں، نہ کہ مؤمنین کے لئے۔

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا کہ اگر کوئی مسلمان عورت رسول اللہ ﷺ کو اپنا نفس ہبہ کر دے، یعنی مہر کے بغیر آپ سے نکاح کرنا چاہے اور آپ اس سے نکاح کا ارادہ کریں تو آپ ﷺ کے لئے یہ نکاح حلال ہے، اور یہ خاص آپ ﷺ کے لئے ہے، دوسرے مؤمنین کے لئے نہیں، اگر کوئی دوسرا مسلمان کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے اور عورت یوں کہہ دے کہ میں مہر نہیں لوں گی، تب بھی مہر مثل دینا

ہو گا۔

اس آیت کریمہ سے بھی آنحضرت ﷺ کے مقامِ عالی کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لئے نکاح میں بھی وہ خصوصیت عطا فرمائیں جو کسی اور کے حصہ میں نہیں آئیں، مثلاً چار سے زائد کی اجازت، اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت سے بغیر مہر کے نکاح وغیرہ وغیرہ ایسی خصوصیات ہیں جو صرف آنحضرت ﷺ ہی کو ملی ہیں اور ان میں کوئی آپ ﷺ کا مثیل نہیں۔

اللّٰهمّ صلّ على محمّد النّبيّ الأمّيّ وعلى آله وسلّم تسليما

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب ﷺ کی دِل داری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے سلسلہ میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تُرْجِي مَن تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيٓ إِلَيْكَ مَن تَشَآءُ ۖ وَمَنِ ٱبْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ ءَاتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِى قُلُوبِكُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ﴿٥١﴾﴾ (احزاب)

ترجمہ: "آپ (ﷺ) ان میں سے جسے چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے نزدیک ٹھکانہ دیں، اور جسے آپ ﷺ دور کریں اسے طلب کریں تو اس بارے میں آپ پر کوئی گناہ نہیں"۔

ازواج مطہرات کے بارے میں آپ ﷺ کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جسے چاہیں دور کر دیں۔

بیویوں کے درمیان عدل بالخصوص مبیت (رات گزارنے) کا مسئلہ شریعت کا ایک مسئلہ ہے، جس سے بہت سے متعدد بیویاں رکھنے والے لوگ غافل ہیں، بلکہ دوسرے نکاح کی شرط ہی عدل قرار دی ہے اور فرمادیا:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ فَوَٰحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُوا۟ ﴿٣﴾﴾ (النسآء)

"اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کر لو، یا ان لونڈیوں پر بس کر و جو تمہاری ملکیت ہوں، یہ اس سے قریب تر ہے کہ تم زیادتی نہ کرو"۔

تشریح: آنحضرت ﷺ چونکہ ساری انسانیت کے لئے نمونہ تھے، اور زندگی کے ہر شعبہ میں آپ ﷺ نمونہ ہیں، اس لئے آپ نے اپنی بیویوں کے درمیان ایسا عدل فرمایا کہ جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی، آپ سفر میں ہوتے یا حضر میں ہر حال میں اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ عدل کا معاملہ فرماتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پوری زندگی میں کوئی ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں آپ سے دامن عدل چھوٹا ہو، یا کسی زوجہ مطہرہ کا حق آپ نے ادا نہ کیا ہو، اِدھر تو آپ ﷺ کا عدل بے مثال اور اپنی مثال آپ ہے دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ازواج مطہرات کے سلسلہ میں یہ اختیار دے دیا تھا کہ آپ جس کو چاہیں قریب کریں اور جس کو چاہیں دور کریں، یعنی آپ ﷺ سے مبیت میں برابری کا حکم مرتفع فرمادیا تھا۔

آیت بالا میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے نکاح میں جو عورتیں ہیں ان میں باری مقرر کرنے یا نہ کرنے کا آپ ﷺ کو اختیار ہے، کہ جس کو چاہیں باری دینے میں شامل فرمادیں اور جس کو چاہیں نہ فرمائیں، یعنی ازواج کے درمیان باری تقسیم کرنا آپ ﷺ پر واجب نہیں، جیسا کہ امت کے ہر فرد پر واجب ہے، اگر آپ ﷺ نے کسی کو باری میں شمار نہیں فرمایا اور اس کے بعد پھر اس کے لئے باری مقرر کرنا چاہیں تو پھر سے باری میں شامل فرماسکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ تمام بیویوں کے لئے باری مقرر کرتے تھے اور برابری فرماتے تھے، البتہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی لہٰذا آپ ﷺ ان کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیتے تھے اور سفر میں تشریف لے جاتے تو قرعہ ڈالتے تھے، اس طرح آپ سب کی دِل داری فرماتے تھے۔

"صلوات ربی و سلامہ علیہ"

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو تنبیہ کہ ایسا کام نہ کرو جو میرے نبی کے لئے باعث تکلیف ہو

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتَ ٱلنَّبِىِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَـٰظِرِينَ إِنَىٰهُ وَلَـٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَٱدْخُلُوا۟ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَٱنتَشِرُوا۟ وَلَا مُسْتَـْٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى ٱلنَّبِىَّ فَيَسْتَحْىِۦ مِنكُمْ ۖ وَٱللَّهُ لَا يَسْتَحْىِۦ مِنَ ٱلْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَـٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا۟ رَسُولَ ٱللَّهِ وَلَآ أَن تَنكِحُوٓا۟ أَزْوَٰجَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦٓ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ ٱللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾﴾ (احزاب)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے، ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو، لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو، اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو، اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے، سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے میں لحاظ نہیں فرماتا، اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو، تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے، اور تم کو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ، اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو، بیشک تمہاری یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بھاری ہو گی“۔

تفسیر وتشریح: اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ ﷺ کا کیا عالی مقام ہے اس سلسلہ کی بہت سی

آیاتِ قرآنیہ گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں، اُنہیں میں سے ایک آیت کریمہ سورۂ احزاب کی درج کی جاتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے بعض ایسے لوگوں کو تنبیہ فرمائی جو آنحضرت ﷺ کے مکان پر دیر تک بیٹھے باتوں میں مشغول رہے، اور آنحضرت ﷺ کو ان کا زیادہ دیر تک بیٹھنا ناگوار گزراتاہم آپ ﷺ نے ازروئے اخلاق کریمانہ اُن لوگوں سے چلے جانے کے لئے نہیں فرمایا، بلکہ خود ہی اٹھ کر تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول اللہ ﷺ کے دل پر ناگوار گزرنے والی اس بات پر مسلمانوں کو بعض ہدایات فرمائیں جو آیت کریمہ میں واضح ہیں۔

آیت کریمہ میں متعدد احکام بیان فرمائے ہیں، پہلا حکم تو یہی ہے کہ نبی کے گھروں میں داخل مت ہوا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے کے لئے بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ، لیکن اس صورت میں بھی ایسا نہ کرو، کہ جلدی پہنچ جاؤ، اور کھانے کے انتظار میں بیٹھے رہو، دوسرا حکم یہ فرمایا کہ جب کھانا کھا چکو تو وہاں سے منتشر ہو جاؤ، وہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ، ایسا نہ کرو کہ کھانا کھا کر وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہو، اور باتوں میں جی لگائے رہو، کیونکہ اس سے نبی اکرم ﷺ کو ناگواری ہوتی ہے، وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور زبان سے نہیں ہے، کہ تم کھانا کھا کر چلے جاؤ نبی اکرم ﷺ کو تکلیف نہ دو۔

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب (بنت جحش رضی اللہ عنہا) سے نکاح کیا (اور ولیمہ کھا کر وہیں باتیں کرتے ہوئے بیٹھے رہے، حضور اکرم ﷺ نے چاہا کہ یہ لوگ اٹھ کر چلے جائیں، اور آپ ﷺ نے ایسا طرز اختیار فرمایا کہ گویا آپ اٹھ رہے ہیں تاکہ یہ دیکھ کر یہ لوگ بھی مجلس ختم کر کے چلے جائیں، مگر یہ لوگ جمے بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے، جس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوئی، مگر آپ ﷺ نے اپنے کریمانہ اخلاق کی وجہ سے اُن کو اٹھ کر جانے کے لئے نہیں فرمایا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں اِن بیٹھنے والوں کو تنبیہ تھی۔ (اس حدیث کو بخاری نے متعدد مقامات پر روایت کیا ہے)۔

فضیلت:

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے مسلمانوں تم بھی نبی پر درود سلام بھیجا کرو

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ (احزاب)

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر، اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو“۔

تفسیر وتشریح: اصل مقصود آیت کا مسلمانوں کو یہ حکم دینا تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام بھیجا کریں، مگر اس کی تعبیر وبیان میں یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ بھیجنے کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مؤمنین کو اس کا حکم دیا، جس میں آپ ﷺ کے شرف اور عظمت کو مزید بلند فرمادیا کہ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کا جو حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے وہ کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں، عام مؤمنین جن پر رسول اللہ ﷺ کے بے شمار احسانات ہیں ان کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود وسلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمالیا جو کام حق تعالیٰ بھی کرتے ہیں، اور اس کے فرشتے بھی۔

آیت شریفہ میں لفظ ﴿يُصَلُّونَ﴾ وارد ہوا ہے، جس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر رحمت بھیجتے ہیں، لفظ ﴿يُصَلُّونَ﴾ صلاۃ سے ماخوذ ہے،

مفسرین و محدثین نے فرمایا ہے کہ لفظ صلاۃ عربی زبان میں چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، رحمت، دعا، مدح، وثنا، پھر جس کی طرف صلاۃ منسوب ہوگی، اس کی شان اور مرتبہ کے مناسب ثناء و تعظیم اور رحمت و شفقت مراد لیں گے، جیسے کہا جاتا ہے کہ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے اور بھائی بھائی سے محبت کرتے ہیں مگر ظاہر ہے جو محبت باپ کو بیٹے سے ہے، بیٹے کو باپ سے اس طرح کی محبت نہیں ہے، نیز بھائی بھائی اور باپ بیٹے کی محبت جدا ہوتی ہے، لیکن محبت سب ہی کو کہا جاتا ہے، اسی طرح صلاۃ کے معنی سمجھ لو کہ اللہ جل شانہٗ نبی پر صلاۃ بھیجتے ہیں اور فرشتے بھی اور عام مؤمنین بھی، مگر سب کی صلاۃ کے معنی ایک ہی نہیں ہیں، بلکہ ہر ایک کی شان کے مناسب صلاۃ کے معنیٰ مراد ہوتے ہیں، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی صلاۃ رحمت بھیجنا ہے اور فرشتوں کی صلاۃ استغفار ہے، اور مؤمنین کی صلاۃ دعائے رحمت ہے، اور ہر ایک میں مدح و ثناء اور تعظیم و توقیر کے معنیٰ ملحوظ ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی عظمت و توقیر یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر بلند فرمایا، اور آپ ﷺ کے دین کو غالب کیا، اور قیامت تک اس کو باقی رکھا، اور آخرت میں آپ ﷺ کی عظمت اور توقیر یہ ہے کہ آپ ﷺ کو شفاعت کبریٰ نصیب فرمائی، اور مقام محمود عطا فرمایا، اور تمام مقربین اور اولین و آخرین پر آپ ﷺ کی فضیلت ظاہر فرمائی۔

اور لفظ سلام مصدر معنی السلامۃ ہے، اور مراد اس سے نقائص و عیوب اور آفتوں سے سالم رہنا ہے، سلام معنی ثناء کو متضمن ہے، اور اس لئے حرف علی کے ساتھ علیک یا علیکم کہا جاتا ہے۔

اور بعض حضرات نے یہاں لفظ سلام سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات لی ہے، کیونکہ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے، تو مراد ''السلام علیک'' سے یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت اور رعایت کا متولی اور کفیل ہے۔(روح المعانی)

اس آیت میں اللہ جل شانہٗ نے مؤمنوں کو حکم دیا ہے کہ سرورِ عالم ﷺ پر درود بھیجا کریں، علمائے امت کا ارشاد ہے کہ اس صیغہ امر ﴿ صَلُّوا ﴾ کی وجہ سے عمر میں ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا فرض ہے، اور اگر ایک مجلس میں کئی بار آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک کرے یا سنے تو ذکر کرنے اور سننے والے پر حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے، مگر فتویٰ اس پر ہے کہ ایک بار واجب ہے، پھر مستحب ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ ہر بار درود شریف پڑھے اور آقائے دو جہاں ﷺ کی محبت کا ثبوت دے۔

یـا رب صـل وسلـم دائمًـا أبـدًا
علٰی حبیبك من زانت به العصر

اللّٰھمّ صلّ علٰی محمّد النّبيّ
الأمّيّ وعلٰی اٰلہٖ وسلّم تسلیمًا

درود شریف کے فضائل و ثمرات

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "جلاء الأفہام" میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس میں انھوں نے درود و سلام سے حاصل ہونے والے فوائد و ثمرات کو بالتفصیل ذکر کیا ہے ہم اس کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

- درود ایک ایسا عمل ہے جس میں بندہ اور رب تبارک و تعالیٰ دونوں اس میں ساتھ ہیں، اگرچہ دونوں کے درود میں فرق ہے وہ یہ کہ بندہ کے درود کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس سے سوال ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا درود نبی پاک ﷺ پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ ﷺ کا اکرام فرماتے ہیں اور تعریف فرماتے ہیں۔
- درود ایک ایسا عمل ہے جس میں بندہ کے ساتھ فرشتے بھی شریک ہیں۔
- درود کا ایک دفعہ پڑھنا دس رحمتوں کے نزول کا سبب ہے۔
- درود کے ایک دفعہ پڑھنے سے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔
- ایک مرتبہ درود پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔
- دعا سے پہلے درود کا پڑھنا دعا کی قبولیت کا سبب ہے۔
- درود شریف کی کثرت سے سرورِ دو عالم ﷺ کی خصوصی شفاعت نصیب ہونے کی امید ہے۔
- درود شریف گناہوں کے مٹنے کا ذریعہ ہے۔
- درود شریف کی برکت سے روزِ قیامت آپ ﷺ کا قربِ خاص نصیب ہو گا۔
- تنگدست افراد کے لئے درود شریف کا عمل صدقہ کا بدل ہے۔
- درود شریف حاجت کے پورا ہونے کا وسیلہ ہے۔

- درود شریف نماز کی تکمیل ہے۔
- درود شریف کا ورد رکھنے والے کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی جاتی ہے۔ (جیسا کہ حافظ ابو موسیٰ نے اپنی کتاب میں اس سلسلہ کی حدیث ذکر کی ہے)۔
- درود شریف کی کثرت قیامت کی ہولناکی سے نجات کا سبب ہے (جیسا کہ ابو موسیٰ نے اس سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے)۔
- درود و سلام ایک ایسا عظیم عمل ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ اس کا بنفسِ نفیس جواب دیتے ہیں۔
- درود شریف کی برکت سے نسیان ختم اور یادداشت واپس آجاتی ہے۔
- وہ شخص بخیل نہیں جو آپ ﷺ کا نام نامی سن کر آپ ﷺ پر درود بھیجے۔
- درود شریف اپنے پڑھنے والے کو جنت میں لے جائے گا۔
- درود شریف ہدایت کا ذریعہ اور دل کی زندگی ہے۔
- ایسا کلام کامل و مکمل ہے جس کا آغاز حمد پاک اور درود و سلام سے ہوا ہو۔
- ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے ایک روایت منقول ہے کہ درود شریف کی کثرت سے پل صراط پر پورا نور نصیب ہو گا۔
- درود شریف کی کثرت سے دل کی سختی جاتی رہتی ہے۔
- درود شریف کے عمل سے اللہ تبارک و تعالیٰ درود بھیجنے والے کا ذکرِ خیر آسمانوں و زمینوں میں فرماتے ہیں، اس لئے بندہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف کے ذریعہ آپ ﷺ کا اکرام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کے لئے رحمت و برکتوں کا طالب ہوتا ہے، جس کا بدلہ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ دیتے ہیں کہ اس کا مرتبہ بلند اور اس کا ذکرِ خیر آسمان و زمین میں فرماتے ہیں، اس لئے کہ جزاء من جنس العمل ہوتی ہے یعنی جیسا عمل ویسی جزاء۔
- درود شریف بھیجنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ

کی آل و اولاد میں برکتیں نازل فرمائے، جس کے بدلہ اللہ تعالیٰ درود بھیجنے والے کی ذات اور اس کی آل و اولاد پر اور اس کے اعمال و افعال اور عمر میں برکت عطا فرماتے ہیں۔

درود شریف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل ہوتی ہیں، جیسا کہ صلاۃ کے معنی رحمت کے بھی ہیں۔

درود شریف سے رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اضافہ اور اس میں دوام و استمرار نصیب ہوتا ہے، واضح رہے کہ ایمان کی تکمیل کے لئے حضور ﷺ سے محبت ایک لازمی جزء ہے۔

درود شریف بھیجنے والے کے لئے ایک شرف کی بات یہ ہے کہ اس کا نام سرورِ دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے اور اس کا ذکر آپ ﷺ کے پاس ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ہیں جو زمین پر گھومتے ہیں اور درود شریف بھیجنے والے کا درود حضور ﷺ کو پہنچاتے ہیں اور یہی ان کا کام ہے۔

درود شریف کی برکت سے پل صراط پر ثابت قدمی نصیب ہوگی اور اس پر سے گذرنا آسان ہوگا جیسا کہ عبد الرحمن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا خواب بیان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میری امت کا ایک شخص پل صراط پر بڑی مشکل سے گذر رہا ہے، کبھی پھسلتا ہے تو کبھی پھر اٹھ کر چلنے لگتا ہے کہ اتنے میں درود و سلام اس کے کام آتا ہے جس کی برکت سے وہ ثابت قدم ہو کر چلنے لگتا ہے، اس روایت کے راوی ابو موسیٰ المدینی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

درود شریف سے اُس حق کی کچھ ادائیگی ممکن ہے جو آپ ﷺ کا ہر امتی پر ہے، مکمل حق کی ادائیگی تو ممکن ہی نہیں، سرورِ دو عالم ﷺ کے احسانات امت پر کتنے ہیں اس کا شمار نہیں کیا جاسکتا، اس لئے درود شریف کے ذریعہ بہر حال کچھ بھی حق کی ادائیگی ہو جائے تو بڑی سعادت کی بات ہے۔

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من صلی علی مرة صلی اللّٰہ علیہ بہا عشرًا. (صحیح مسلم کتاب الصلاة:٤٠٨، ابوداؤد:١٥٣٠، ترمذی: ٤٨٥)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔

تشریح: اس حدیث پاک میں درود شریف پر اجر و ثواب دس گنا فرمایا گیا ہے، کسی نے خوب کہا ہے: رحمتِ حق بہانہ می جوید، اللہ کی رحمتیں نوازشیں بندوں پر ایسی ہیں کہ ذرا سے عمل پر خوب خوب اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے، قرآن پاک میں بھی فرمایا گیا: "من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها" (شرح مسلم:١/١٧٦) جو کوئی ایک نیکی لے کر حاضر ہوا اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔

صلاة کے یہ معنی مراد لینا بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندہ پر بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی مجلس میں اس کا ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ: بندہ اگر میرا ذکر کسی مجلس میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس کی مجلس سے بہتر مجلس (یعنی فرشتوں کی) مجلس میں کرتا ہوں۔ (انعام:١٦٠)

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ، حرالی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر "صلاة" یعنی درود بھیجنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے بندوں کو کفر کی تاریکی سے نکال کر "دین" کی روشنی یعنی ہدایت کی طرف لاتے ہیں، جیسا کہ سورۂ احزاب کی آیت میں واضح طور پر یہ بات فرمادی گئی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِى يُصَلِّى عَلَيْكُمْ وَمَلَٰٓئِكَتُهُۥ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ۚ وَكَانَ بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾﴾ (احزاب)

"وہ (اللہ تعالیٰ) اور اس کے فرشتے تم پر "صلاة" بھیجتے ہیں تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔"

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "فتح القدیر" میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی طرف "صلاۃ" کی نسبت سے مراد رحمتِ خداوندی ہوتی ہے، اور وہ اس پر یکے بعد دیگر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں محض ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (نسائی:١٣٩٧، عمل الیوم واللیلۃ:٦٣، موارد:٢٣٩٠ مستدرک:١/٥٥٠)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے کہ: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجا اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں اور اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔"

تشریح: گذشتہ حدیث پاک کی بہ نسبت اس حدیث شریف میں مزید اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام کا ذکر ہے جو وہ درود شریف پڑھنے والے پر فرماتے ہیں کہ اس کی دس برائیاں مٹادی جاتی ہیں اور دس مرتبے بڑھادیئے جاتے ہیں، حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ درود شریف کا پڑھنا بڑے ہی فضیلت والے اعمال میں سے ہے، درود شریف کی فضیلت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ اس عمل میں بندہ اور رب دونوں ہی شریک ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ (احزاب)

ترجمہ: "بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں"۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درود شریف پر اگر کوئی اجر وثواب نہ بھی رکھا جاتا تو اس کی فضیلت کے لئے یہی بات کافی تھی کہ اس کی برکت سے حضور ﷺ کی شفاعت نصیب ہونے کی امید ہے، لہٰذا ایک باشعور آدمی اس مبارک عمل سے غافل نہ ہو۔

(فیض القدیر: ٦/١٦٩)

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَوَجَّهَ نَحْوَ صَدَقَتِهٖ فَدَخَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَخَرَّ سَاجِدًا فَأَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ قَبَضَ نَفْسَهٗ فِيْهَا فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَجَلَسْتُ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَجَدْتَ سَجْدَةً خَشِيْتُ أَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ قَبَضَ نَفْسَكَ فِيْهَا فَقَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ علیہ الصلوٰۃ والسلام أَتَانِيْ فَبَشَّرَنِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَسَجَدْتُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ شُكْرًا. (رواہ أحمد والحاکم وصححه فقال هذا حديث صحيح الإسناد، أحمد: ١٩١/١، مجمع الزوائد: ٢٨٧/٢، المستدرك: ٢٢٢/١)

ترجمہ: ”حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سائبان کی جانب تشریف لے گئے اور داخل ہو کر قبلہ رو سجدہ میں گر گئے، اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے خدشہ ہونے لگا کہ کہیں آپ ﷺ کی روح تو پرواز نہیں کر گئی ہے، چنانچہ میں آپ ﷺ کے قریب ہوا کہ اتنے میں آپ ﷺ نے سجدہ سے سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں عبدالرحمن ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اتنا لمبا سجدہ فرمایا: کہ مجھے خدشہ ہونے لگا کہیں آپ ﷺ کی روح تو پرواز نہیں ہوگئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھے یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے محمد ﷺ! جو تم پر درود بھیجے گا تو میں بھی اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو تم پر سلام بھیجے گا تو میرا سلام بھی اس کو پہنچے گا، تو اس خوش خبری کو سن کر میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے سجدۂ شکر ادا کیا۔“

تشریح: علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کا مقامِ بلند کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی کلمۂ شہادت میں اسم اعظم کے ساتھ شامل فرما رکھا ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی محبت کو اپنی

محبت قرار دیا، نیز جس طرح اپنے باری میں فرمایا کہ: جو میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور جو مجھے تنہائی میں یاد کرے تو میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جو کسی مجلس میں میرا ذکر کرے تو میں اس کا ذکر اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں کرتا ہوں، اسی طرح آپ ﷺ کے مقامِ بلند کو واضح فرمایا کہ: جو میرے حبیب ﷺ پر درود بھیجے گا میں اس پر بذاتِ خود دس مرتبہ درود (رحمت) بھیجوں گا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ أَبِیْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ یَوْمٍ وَالْبُشْرٰی فِیْ وَجْهِهٖ فَقُلْنَا اِنَّا لَنَرَی الْبُشْرٰی فِیْ وَجْهِكَ فَقَالَ اِنَّهٗ أَتَانِیَ الْمَلَكُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ "ﷺ" "اِنَّ رَبَّكَ یَقُوْلُ أَمَا یُرْضِیْكَ أَنَّهٗ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْكَ أَحَدٌ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْكَ أَحَدٌ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا.

(رواہ أحمد: ۳۰/۴، النسائی، رقم: ۱۲۸۳، موارد الظمآن: ۲۳۹۱)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ کا چہرۂ انور بشاشت سے چمک رہا تھا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے چہرۂ مبارک سے بشاشت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہاں فرشتہ نے آکر یہ خوشخبری دی کہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ: اے محمد ﷺ! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ جو بھی تم پر ایک مرتبہ درود پڑھے میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں، اور جو ایک مرتبہ سلام کرے میں اس پر دس مرتبہ سلامتی بھیجوں۔"

تشریح: علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اسی رضائے خداوندی کا ایک حصہ ہے جس کا ذکر اور وعدہ سورۂ والضحیٰ میں فرمایا گیا:

﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ ﴾ (الضحیٰ)

ترجمہ: "اور عنقریب آپ کا رب آپ کو عطا سے نوازے گا جس سے آپ ﷺ راضی

ہو جائیں گے۔"

اور یہ بشارت بھی در حقیقت اُمت ہی کے لئے ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی و مسرت کے آثار نمودار ہوئے۔

ذرا غور فرمائیں کہ جب آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے پر یہ نوازشات و عنایات ہیں تو اُس اعزاز و اکرام کا کیا حال ہو گا جب آپ ﷺ کو مرتبہ شفاعت سے نوازا جائے گا اور آپ ﷺ شافعِ محشر ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو شفاعت نصیب فرمائے۔ (آمین)

اس سلسلہ میں احقر کی رائے یہ ہے کہ صرف صلاۃ (یعنی درود) پر یا صرف سلام پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ جس طرح فضیلت درود اور سلام دونوں کی ہے اسی طرح دونوں کو اختیار کیا جائے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی یہی رائے ظاہر کی ہے۔

اس لئے درود و سلام دونوں ہی کو ورد میں رکھنا افضل ہے، ہاں کبھی صرف درود پڑھ لے اور پھر سلام پڑھ لے تو بھی کوئی حرج نہیں، مگر بہتر یہی ہے کہ دونوں کو ساتھ ہی میں پڑھے، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے، ابن علان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب فتوحات میں بھی اسی کو پسند کیا ہے۔ (الفتوحات الربانية: ٣٣٢/٣)

✿ وعنه رضي الله عنه قال: أصبح رسول الله ﷺ يومًا طيب النفس يرى فى وجهه البشر، قالوا: يا رسول الله أصبحت اليوم طيب النفس يُرى فى وجهك البشر، قال: أجل أتانى من ربى عزوجل فقال: من صلى عليك من [illegible] الله له عشر حسنات، ومحا عنه عشر سيئات، ورفع له [illegible] عليه مثلها. (مسند احمد: ٢٩/٤)

ترجمہ: [illegible] ت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ ایک روز صبح کے [illegible] ﷺ [illegible] ﷺ [illegible]

کی کیفیت نمایاں تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ آج تو کافی خوش نظر آرہے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اللہ جل شانہٗ کے پاس سے فرشتہ یہ پیغام لیکر حاضر ہوا ہے کہ جو مجھ پر میری امت میں سے ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھیں گے اور دس گناہ اس کے مٹادیں گے اور اس کے دس درجے بلند فرمائیں گے، اور اس پر بھی ایسے ہی رحمتیں نازل فرمائیں گے جیسے اس نے درود و سلام پیش کیا۔"

تشریح: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سرورِ عالم ﷺ کو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بشارت سے غیر معمولی خوشی ہوئی جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی امت سے کس قدر محبت و شفقت تھی اور آپ ﷺ ہمیشہ اپنی امت کے لئے فکر مند رہتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا

فضیلت:

رسول اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو کتاب اتاری اس کی طرف باطل کسی بھی رُخ سے نہیں آسکتا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴾ (حمٓ السجدة)

ترجمہ: "اس کے پاس باطل نہیں آتا آگے سے نہ پیچھے سے اور وہ اتاری ہوئی ہے حکمت والے کی طرف سے جو ستودہ اوصاف ہے۔"

یہ قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر نازل فرمایا اس کی طرف کسی بھی پہلو کسی بھی جہت سے باطل کے آنے کا احتمال نہیں یہ سراپا حق ہی حق ہے کیونکہ اس کو اتارنے والا اللہ ہے جو حکمت والا ہے اور اپنی ذات اور صفات میں محمود ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا کھولنے کا مطالبہ کروں گا اس پر دربان کہے گا آپ کون ہیں میں کہوں گا محمد! اس پر وہ عرض کرے گا آپ ہی کے لئے (دروازہ کھولنے کا) مجھے حکم دیا گیا ہے آپ (ﷺ) سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہیں کھولوں گا۔ (مسلم)

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم ﷺ کو تسلی دینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾﴾ (حمٓ السجدة)

ترجمہ: ”آپ سے نہیں کہا جاتا مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں کے لئے کہا گیا بے شک آپ کا رب مغفرت والا ہے اور دردناک عذاب والا ہے۔“

تفسیر وتشریح: اس آیت میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو تسلی دی ہے، مطلب یہ کہ آپ کے بارے میں کافر لوگ معاندانہ طریقہ پر کچھ کہتے ہیں جس سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے یہ کوئی نئی چیز نہیں آپ سے پہلے جو رسول گزرے ہیں ان کے بارے میں بھی ایسی باتیں کہی گئیں ہیں۔ ان حضرات نے صبر کیا آپ بھی صبر کریں ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ﴾ ”بلاشبہ آپ کا رب بڑی مغفرت والا ہے۔“ ﴿وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ﴾ ”اور دردناک عذاب والا ہے۔“ آپ ﷺ کے مخالفین اگر اپنی حرکتوں سے باز آگئے اور ایمان قبول کرلیا تو دیگر اہل ایمان کے ساتھ ان کی بھی مغفرت ہو جائے گی اور ان لوگوں نے توبہ نہ کی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے ایمان قبول نہ کیا تو

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کی شہادت کہ بے شک آپ ﷺ لوگوں کی سیدھی راہ دکھلاتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِى مَا ٱلْكِتَٰبُ وَلَا ٱلْإِيمَٰنُ وَلَٰكِن جَعَلْنَٰهُ نُورًا نَّهْدِى بِهِۦ مَن نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾ صِرَٰطِ ٱللَّهِ ٱلَّذِى لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۗ أَلَآ إِلَى ٱللَّهِ تَصِيرُ ٱلْأُمُورُ ﴿٥٣﴾﴾ (الشورٰی)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے قرآن کی وحی کی، آپ (ﷺ) نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان ؟اور لیکن ہم نے اسے نور فرمادیا ہے اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بلاشبہ آپ (ﷺ) صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے خبردار اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔"

فضیلت:

جنات کی جماعت کا سرور دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن سننا اور ایمان لانا

اللہ ربُّ العزت کا ارشاد عالی ہے:

﴿وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقُرْءَانَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓا۟ أَنصِتُوا۟ ۖ فَلَمَّا قُضِىَ وَلَّوْا۟ إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ﴿٢٩﴾ قَالُوا۟ يَٰقَوْمَنَآ إِنَّا سَمِعْنَا كِتَٰبًا أُنزِلَ مِنۢ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِىٓ إِلَى ٱلْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٠﴾ يَٰقَوْمَنَآ أَجِيبُوا۟ دَاعِىَ ٱللَّهِ وَءَامِنُوا۟ بِهِۦ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣١﴾ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِىَ ٱللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُۥ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءُ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٣٢﴾﴾ (احقاف)

ترجمہ: "اور جب ہم نے آپ ﷺ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو پھیر دیا جو قرآن سننے لگے، سو جب یہ لوگ قرآن کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ چپ رہو، پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر چلے گئے، کہنے لگے اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے، وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، وہ حق کی طرف اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دینے والی ہے، اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو، اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا، اور تمہیں سخت عذاب سے بچادے گا، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں عاجز کرنے والا نہیں ہے، اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی نہ ہو گا،

یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔"

تفسیر و تشریح: امام الانبیاء آنحضرت ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ نے جنات کو حاضر فرمایا تاکہ قوم جنات بھی ایمان سے مشرف یاب ہو جائے، چونکہ رسول اللہ ﷺ رسول الثقلین تھے یعنی آپ ﷺ انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور جنات کی طرف بھی، چنانچہ سورۂ احقاف اور سورۂ جن میں جنات کا آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی تفاصیل مذکور ہے، علماء حدیث نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنات کی آبادی میں تشریف لے گئے، اور انھیں احکام دینیہ کی تبلیغ فرمائی، محدثین کی اصطلاح میں اس کو لیلۃ الجن کہتے ہیں۔

حضرات محدثین کرام نے فرمایا ہے کہ لیلۃ الجن کا واقعہ چھ مرتبہ پیش آیا، معالم التنزیل (۱۷۴۱) میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جنات کو تبلیغ کریں، انھیں ایمان لانے کی دعوت دیں، اور قرآن سنائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے نینوا بستی کے رہنے والے جنات میں سے ایک جماعت کو آپ ﷺ کے پاس بھیج دیا، آپ تشریف لے جانے لگے، تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ساتھ چلے گئے، یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم چلتے چلتے شعب الحجون پہنچ گئے (المعلی کے علاقہ کا پرانا نام الحجون ہے) وہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے خط کھینچ کر میرے لئے جگہ تجویز فرمادی، اور ارشاد فرمایا کہ میرے واپس آنے تک اسی جگہ رہنا، آپ ﷺ مجھے چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے وہاں قرآن کریم پڑھنا شروع کیا، آپ ﷺ کے آس پاس گدھوں جیسی چیزیں جمع ہو گئیں، اور میں نے طرح طرح کی سخت آوازیں سنیں، یہاں تک کہ مجھے آپ ﷺ کی جان کا خطرہ ہو گیا، آپ ﷺ کی آواز بھی مجھ سے اوجھل ہو گئی پھر میں نے دیکھا کہ وہ لوگ بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح واپس جارہے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فارغ ہو کر فجر کے بعد تشریف لائے، اور فرمایا کیا تمہیں نیند آگئی

تھی؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے نیند کیا آتی مجھے تو آپ کی جان عزیز کا خیال آرہا تھا، بار بار خیال ہوا کہ میں لوگوں کو بلاؤں تاکہ آپ ﷺ کا حال معلوم کریں، فرمایا اگر تم اپنی جگہ سے چلے جائے تو اس کو کچھ اطمینان نہیں تھا کہ ان میں سے تمہیں کوئی اچک لیتا، پھر فرمایا، کیا تم نے کچھ دیکھا؟ عرض کیا کہ میں نے کالے رنگ کے لوگوں کو دیکھا جو سفید کپڑے لپیٹے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شہر نصیبین کے جنات تھے، انھوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے لئے کچھ بطور خوراک تجویز فرمادیجئے، لہٰذا میں نے ان کے لئے ہڈی اور گھوڑے وغیرہ کی لید نیز اونٹ اور بکری وغیرہ کی مینگنی تجویز کردی، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ان چیزوں سے ان کا کیا کام چلے گا؟ فرمایا وہ جو بھی کوئی ہڈی پائیں، اس پر گوشت ملے گا، جتنا اس دن تھا جس دن اس سے گوشت چھڑایا گیا، اور جو بھی لید پائیں گے، انھیں اس پر وہ دانے ملیں گے جو جانوروں نے کھائے تھے (جن کی لید بن گئی تھی) میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے سخت آوازیں سنیں، یہ کیا بات تھی؟ فرمایا جنات میں ایک قتل ہوگیا تھا اور وہ اسے ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے، وہ میرے پاس فیصلہ کرانے آئے تھے، میں نے ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردیا۔ (انوار البیان)

جنات کی جماعت کا ایمان لانا ایک ایسے وقت میں پیش آیا تھا جب سرور کونین ﷺ طائف سے واپس تشریف لائے تھے اور آپ ﷺ کی ذات عالی پر طائف کے سرداروں کی بے رخی بلکہ بدتمیزی اور ایذارسانی کا شاید حزن وملال تھا، گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دلداری فرمائی کہ یہ انسان ایمان نہیں لارہے ہیں تو آپ ﷺ کبیدہ خاطر نہ ہوں ہم جنات کو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں وہ آپ کی دعوت نہ صرف یہ کہ قبول کریں گے بلکہ اس دعوت کے داعی بن کر واپس ہوں گے۔

جنات کی جماعت کے ایمان لانے کے بعد سفر معراج پیش آیا تھا اسراء ومعراج بھی آنحضرت ﷺ کے مقام عالی اور مرتبہ کی بلندی پر واضح دلالت کرتا ہے۔

(تفسیر بغوی:۷۲۶۵، تاریخ ابن ہشام:۱۴۱۹، تاریخ طبری:۲۳۴۴)

فضیلت:

جو لوگ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائے وہ لوگ ہدایت پر ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَصَدُّوا۟ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَٰلَهُمْ ﴿١﴾ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَءَامَنُوا۟ بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّـَٔاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱتَّبَعُوا۟ ٱلْبَٰطِلَ وَأَنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّبَعُوا۟ ٱلْحَقَّ مِن رَّبِّهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ ٱللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَٰلَهُمْ ﴿٣﴾﴾ (محمد)

ترجمہ: "جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع فرمادیا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور جو کچھ محمد ﷺ پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہ ان کے رب کی طرف سے امر واقعی ہے اللہ ان کے گناہوں کا کفارہ فرمادے گا اور ان کے حال کو درست فرمادے گا۔ یہ اس وجہ سے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے حق کا اتباع کیا جو ان کے رب کی طرف سے ہے اسی طرح اللہ لوگوں کے لئے ان کے احوال بیان فرماتا ہے۔"

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمۃ للعالمین ﷺ کے لئے عظیم خوشخبریوں کا اعلان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَٰطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ ٱللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾﴾ (فتح)

ترجمہ: "بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی، تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرمادے، اور آپ ﷺ پر اپنی نعمت پوری کر دے، اور آپ کو صراط مستقیم پر چلائے، اور اللہ آپ ﷺ کی ایسی مدد فرمائے گا جو زبردست ہو۔ (انوار البیان)

تفسیر و تشریح: صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے وحی الٰہی کی روشنی میں کفارانِ مکہ سے صلح فرمائی، صلح نامہ بظاہر ایسا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ صلح مسلمانوں نے دب کر کی ہے، اس لئے بہت سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دل ہی میں حزین و غمگین تھے، اور غمگین بھی کیوں نہ ہوتے آخر کئی سو کیلو میٹر کا سفر طے کر کے حدیبیہ جو مکہ مکرمہ سے قریب ہی ہے، وہاں تک پہنچ چکے تھے، اور اچانک مکہ میں داخل ہونے سے روک دیئے گئے تو اس پر جتنا بھی حزن و ملال ہو کم ہے، لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے تھے، اس لئے ان حضرات نے اس صلح کو قبول کر لیا، اور واپس مدینہ منورہ ہونے لگے، اسی واپسی میں سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کریمات نازل ہوئیں جن میں فرمایا گیا کہ اے مسلمانو یہ جو صلح ہوئی ہے اس کو دب کر صلح مت سمجھو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف تمہارے لئے کھلی ہوئی فتح ہے۔

آیت بالا میں رسول اللہ ﷺ کے لئے پانچ خوشخبریاں ہیں ۱ فتح مبین حاصل ہونا ۲ غفران الذنوب یعنی اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت ۳ اتمام نعمت ۴ ہدایت برائے استقامت ۵ زبردست مدد۔

آیت کریمہ میں جو گناہوں کی معافی کا بیان ہے وہ باجماع امت گناہ حقیقی اور واقعی مراد نہیں ہیں کیونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہوں کا صدور نہیں ہو سکتا، اس سے مراد بعض وہ امور ہیں جن میں خطائے اجتہادی ہو گئی، اور اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو متنبہ فرمادیا، جیسا کہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے میں آپ نے فدیہ لینے والوں کی رائے سے موافقت فرمائی اور جیسا کہ بعض منافقین نے جہاد میں نہ جانے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی، یا جیسا کہ حضرت ابن ام مکتوم نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کے آنے پر آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ اس وقت نہ آتے تو اچھا تھا اور اس کا اثر آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر ظاہر ہو گیا کیونکہ اس وقت آپ ﷺ کافروں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے وغیرہ وغیرہ ......اس کے باوجود اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ ﷺ کے بارے میں فرمادیا کہ ہم نے سب کچھ معاف فرمادیا، اور ساتھ ہی اپنی نعمت کے اتمام کی خوشخبری بھی سنادی، نیز گناہوں کی مغفرت سے کنایہ ہے کہ آپ ﷺ سے کسی قسم کا کوئی مواخذہ نہ ہو گا کیونکہ آپ ﷺ سید البشر ہیں، اور اولین وآخرین انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار ہیں، اور یہ کرامت وفضیلت ایسی ہے کہ کسی کو بھی عطا نہیں کی گئی، جس کا خاص طور پر ظہور قیامت کے روز شفاعت عظمیٰ کی صورت میں ہو گا، جبکہ تمام پیغمبر نفسی نفسی کہتے ہوں گے، اور ہر پیغمبر کو کسی نہ کسی امر پر مواخذہ کا اندیشہ ہو گا، اگرچہ وہ تقصیر نہ تو گناہ ہو گی اور نہ کسی امر خداوندی کی خلاف ورزی، اس لئے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، شفاعت والی حدیث مبارک میں ہے کہ جب اہل محشر روز حشر کی شدت سے گھبرا کر اول حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور پہلے رسول اور نبی ہیں اور ہمارے باپ

ہیں تاکہ وہ ہمارے لئے شفاعت کر دیں، تو حضرت آدم علیہ السلام اپنی اس لغزش کی بناء پر جو بھولے سے سرزد ہو گئی تھی معذرت کریں گے، اور فرمائیں گے "لست لہا" میں اس مقام اور مرتبہ کے لائق نہیں، بالآخر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں یہ درخواست لے کر جائیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام اول تو یہی عذر کریں گے، "لست لہا" کہ میں بھی مقام شفاعت میں کھڑے ہونے کا اہل نہیں اور بعد ازاں اہل محشر کو یہ مشورہ دیں گے "ولکن ائتوا محمدًا (ﷺ) عبداً غفر اللّٰه له ماتقدم من ذنبه وماتأخر "لیکن تم سب محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کی اگلی اور پچھلی تمام تقصیرات کو اللہ نے معاف کر دیا ہے، یعنی یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ خطرہ نہیں ہے کہ ان سے کسی تقصیر پر کوئی سوال اور مواخذہ ہو، لہٰذا تم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کرو۔ (صحیح بخاری) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا۔ اور میں پہلا شخص ہوں گا جو قبر سے نمودار ہو گا۔ اور میں سب سے پہلے شفاعت قبول کیا جانے والا ہوں گا۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں بنی آدم کا قیامت کے دن سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا اور اس پر مجھے فخر نہیں ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اور میں پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نمودار ہوں گا اور اس پر مجھے فخر نہیں۔)

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول انور ﷺ کو شاہد و مبشر و نذیر بنا کر بھیجا اور ان کی توقیر کرنے کا حکم فرمایا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٩﴾﴾ (فتح)

ترجمہ: "بلاشبہ ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کرو۔"

تفسیر و تشریح: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی تین بڑی صفات بیان فرمائیں اور (شاہد ہونا) دوسرے (مبشر ہونا) تیسرے (نذیر ہونا) عربی میں شاہد گواہ کو کہتے ہیں قیامت کے دن آپ ﷺ اپنی امت کے عادل ہونے کی گواہی دیں گے جیسا کہ سورۃ البقرہ ﴿وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ اور سورۃ الحج ﴿لِيَكُونَ ٱلرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ﴾ میں بیان فرمایا دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ آپ ﷺ مبشر ہیں جس کا معنی ہے بشارت دینے والا اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ آپ نذیر ہیں یعنی ڈرانے والے ہیں، تبشیر یعنی ایمان اور اعمال صالحہ پر اللہ کی رضا اور اللہ کے انعامات کی بشارت دینا اور کفر پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب سے ڈرانا یہ حضرت انبیاء علیہم السلام کا کام تھا خاتم الانبیاء ﷺ نے بھی اسے پورے اہتمام کے ساتھ انجام دیا اور احادیث شریفہ میں

آپ ﷺ کے انذار اور تبشیر کی سینکڑوں روایات موجود ہیں اور الترغیب والترہیب کے عنوان سے علماء امت نے بڑی بڑی کتابیں تالیف کی ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ صفات توریت شریف میں بھی مذکورہ ہیں آنحضرت سرور عالم ﷺ کی مذکورہ صفات بیان فرمانے کے بعد اہل ایمان سے خطاب فرمایا:

﴿ لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝٩ ﴾ (فتح)

کہ ہم نے ان کو اس لئے رسول بنا کر بھیجا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ﴿ کے دین﴾ کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو﴿ اس کے موصوف بالکمالات ہونے کا عقیدہ رکھو﴾ ور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو﴿ عقیدہ تعظیم کے ساتھ عیوب اور نقائص سے اس کی تسبیح اور تقدیس میں بھی لگے رہو﴾

اللّٰهم صلّ على محمّد النبيّ الأمّي وعلى آله وسلّم تسليمًا

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دے کر آنحضرت ﷺ کے مقام و عظمت کو بلند فرمایا، اور یہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں جانباز جاںنثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی رضامندی سے نواز دیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ (فتح:۱۰)

ترجمہ: ”بلاشبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔“

اللهم صل على محمد النبي الامي وعلى اله وسلم تسليما

فضیلت:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کے لئے ایسی جنت کی بشارت جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَّيْسَ عَلَى ٱلْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى ٱلْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى ٱلْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾ ﴾ (فتح)

ترجمہ: ”نابینا پر کوئی گناہ نہیں، اور لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبر داری کرے وہ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص روگردانی کرے وہ اسے دردناک عذاب دے گا۔“

تفسیر و تشریح: اس آیت میں پہلے تو یہ بیان فرمایا کہ معذورین کے جہاد میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے کوئی حرج نہیں پھر اس آیت میں قاعدہ کلیہ بیان فرمادیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبر داری کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل فرمادے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے روگردانی کریگا یعنی ہٹے گا اسے دردناک عذاب دے گا۔

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان رضا اور مزید انعامات

پھر اسی سورت میں چند آیات کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَٰبَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝١٨﴾ (فتح)

ترجمہ: "بالتحقیق اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ آپ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔"

تفسیر و تشریح: جس وقت مقام حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کا قیام تھا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے اس وقت مکہ والوں کے آڑے آجانے کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سے کچھ ایسی فضا بن گئی تھی کہ جیسے جنگ کی ضرورت پڑ سکتی ہے، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی جس میں یہ تھا کہ جم کر جہاد کریں گے پشت پھیر کر نہ بھاگیں گے، بیعت کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ سے جو بیعت کر رہے ہیں ان کی یہ بیعت اللہ تعالیٰ ہی سے ہے، آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور دعوت قبول کرنے والوں کو خود بھی اللہ کے دین پر چلاتے ہیں، جو آپ ﷺ کی فرماں برداری کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتا ہے۔

اس بیعت میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار بھی آجاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کا بھی، قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بھی ذکر ہے چنانچہ سورۂ نساء میں واضح ارشاد فرمایا: ﴿مَن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔

اللهم صل على محمد النبي
الأمي وعلى آله وسلم تسليما

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کا خواب سچا کر دکھلایا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ صَدَقَ ٱللَّهُ رَسُولَهُ ٱلرُّءْيَا بِٱلْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ إِن شَآءَ ٱللَّهُ ءَامِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا۟ فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿٢٧﴾﴾ (فتح)

ترجمہ: "بیشک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو واقع کے مطابق ہے، انشاء اللہ تم ضرور ضرور مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سروں کو مونڈنے والے ہوں گے اور اپنے بالوں کو کتروانے والے ہوں گے تمہیں کوئی خوف نہیں ہو گا، سو اللہ نے جان لیا جو تم نے نہیں جانا، سو اس سے پہلے عنقریب ہی ایک فتح نصیب فرمادی۔"

اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليما

فضیلت:

اللہ تعالیٰ شانہ کی گواہی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں

اللہ تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدًا ۝٢٨ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ﴾ (فتح)

ترجمہ: "اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

تفسیر و تشریح: نبی آخر الزمان سیدنا حضرت محمد ﷺ بن عبد اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ ﷺ کی رسالت کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی پاک کتاب میں بیان فرمایا ہے، جیسا آیت بالا سے معلوم ہوا، لہٰذا کوئی شخص اُس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس بات کا اقرار نہ کرلے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

بہت سے لوگ ہیں جو توحید کے قائل ہیں، اللہ تعالیٰ کو خالق اور مالک اور رازق سب ہی کچھ مانتے ہیں، یہ بھی کہتے ہیں کہ وہی ایک ذات ہے جو ساری کائنات کا نظام چلا رہی ہے، اور سب کچھ اُسی ایک ذات کے اختیار میں ہے، مارنا، جِلانا، موت وزندگی غرض ہر ایک چیز اُسی ایک ذات کے اختیار میں ہے لیکن محمد ﷺ کی رسالت کے قائل نہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول نہیں مانتے ایسے لوگ یا ایسی قومیں ہر گز مومن نہیں ہو سکتیں، لہٰذا ہر شخص کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ آخرت میں نجات کے لئے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا اور ان کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول ماننا ضروری ہے اس کے بغیر نجات ممکن نہیں، آپ ﷺ کی رسالت کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد جگہ ذکر کیا ہے، سورۂ منافقون میں ارشاد فرمایا: ﴿وَٱللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُۥ﴾ اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا فرض ہے۔

فضیلت:

رسول اکرم ﷺ کی برکت سے قرآن کریم میں صحابہ کی تعریف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا ۖ سِيمَاهُمْ فِى وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِى ٱلْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْـَٔهُۥ فَـَٔازَرَهُۥ فَٱسْتَغْلَظَ فَٱسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِۦ يُعْجِبُ ٱلزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ ٱلْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًۢا ﴿٢٩﴾ ﴾ (فتح)

ترجمہ: "محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ کبھی رکوع میں ہیں کبھی سجود میں ہیں اور اللہ کے فضل اور رضامندی کو تلاش کرتے ہیں، ان کی شان یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں، ان کی یہ مثال توریت میں ہے، اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ جیسے کھیت ہو اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسے قوی کیا پھر وہ کھیتی موٹی ہو گئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی جو کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگیں تاکہ اللہ ان کے ذریعے کافروں کے دلوں کو جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔"

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کی عظمت اور خدمت عالی میں حاضری کے آداب کا بیان

ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَرْفَعُوٓاْ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجْهَرُواْ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٢﴾﴾ (الحجرات)

ترجمہ: ”اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو، اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم بعض بعض سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔“

تفسیر و تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضری کے آداب بیان فرمائے ہیں، ان آداب سے آپ ﷺ کے مقام بلند کا کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس سلسلہ میں سورۂ حجرات کی ابتدائی چند آیات نازل ہوئیں جن میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کے آداب بیان فرمائے۔

سورۂ نور میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَّا تَجْعَلُواْ دُعَآءَ ٱلرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُم﴾ (النور:٦٣)

ترجمہ: ”تم اپنے درمیان رسول اللہ کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔“

مطلب یہ کہ رسول ﷺ کو پکارنا آپس کے عام آدمیوں کے ایک دوسرے کو پکارنے کی طرح نہیں ہونا چاہیے، یعنی تم عام آدمیوں کو جس طرح ان کا نام لے کر بآواز بلند پکارتے ہو، اس طرح رسول اللہ ﷺ کو نہ پکارا کرو، اس معاملہ میں آپ ﷺ کا انتہائی ادب ملحوظ رکھنا چاہیے، ذرا سی بے ادبی بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مواخذہ سے نہ بچ سکے گی۔

اللّٰهمّ صلّ علی محمّد النّبیّ الأمّیّ وعلی آله وسلّم تسلیمًا

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کو دور سے پکارنے والے عقل نہیں رکھتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ ٱلْحُجُرَٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝٤ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا۟ حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٥﴾ (الحجرات)

ترجمہ: ”بیشک جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ ﷺ کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کی طرف نکل آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا، اور اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔“

تفسیر و تشریح: نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات جن گھروں میں رہتی تھیں انہیں حجرات سے اللہ تعالیٰ نے تعبیر فرمایا ہے، کیونکہ یہ گھر چھوٹے چھوٹے تھے اور پختہ عمارتیں بھی نہ تھیں، کھجوروں کی ٹہنیوں سے بنائی گئی تھیں۔

اس آیت کریمہ کے سبب نزول میں صاحب معالم التنزیل نے کئی واقعے لکھے ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عرب کے کچھ لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ آج اس شخص کے پاس چلیں جو نبوت کا دعوی کرتا ہے، اگر وہ واقعی نبی ہیں تو ہمیں سب لوگوں سے آگے بڑھ کر ان پر ایمان لاکر سعادت مند ہونا چاہیے، اور اگر وہ نبی نہیں ہیں بلکہ انہیں بادشاہت ملنے والی ہے تو ہمیں ان کے زیر سایہ

زندگی گزارنی چاہیے (بہرحال ان سے تعلق قائم کرنے میں فائدہ ہے) اس کے بعد حاضر ہوئے تو یا محمد یا محمد کہہ کر آوازیں دینے لگے۔ جس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قبیلہ بنی عنبر کے آدمی دوپہر کے وقت آئے تھے انھوں نے پکارا یامحمد اُخرج إلینا (اے محمد ﷺ ہماری طرف نکلیے) دوپہر کا وقت تھا آپ ﷺ آرام فرمارہے تھے، ان لوگوں کی چیخ، پکار سے آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن تمام انبیا (علیہم السلام) کی امتوں سے زیادہ میرے امتی ہوں گے اور میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو جنت کے دروازوں کو کھٹکھٹائے گا۔ (مسلم: کتاب الایمان))

اللّٰهمّ صلّ علی محمّد النّبيّ الأمّيّ وعلی آله وسلّم تسلیما

فضیلت:

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی آواز پست رکھتے ہیں ان کے قلوب خالص تقوے والے ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَٰتَهُمْ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ أُوْلَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمْتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝٣﴾ (الحجرات)

ترجمہ: "بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوی کے لئے خاص کر دیا ہے، ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔"

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آیت بالا نازل ہونے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس طرح پست آواز سے بات کرتے تھے کہ جیسے کوئی شخص رازداری کی باتیں کر رہا ہو، اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جب یہ آیتیں نازل ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنی آہستہ بات فرماتے تھے کہ صرف رسول اللہ ﷺ ان کی بات سن سکیں حتیٰ کہ بعض مرتبہ آپ ﷺ سوال فرماتے کہ کیا کہا؟

حضرات علماء کرام نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے سامنے بھی آواز بلند کرنا حرام ہے جیسا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں ایسا کرنا حرام تھا، کیونکہ آپ ﷺ کا احترام اب بھی واجب ہے اور آپ ﷺ کو قبر شریف میں برزخی حیات حاصل ہے، صحیح حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد عالی ہے: "الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون" یعنی انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں نماز پڑھتے ہیں، لہٰذا جب صلاۃ و سلام پیش کرے تو دھیمی آواز میں سلام پیش کرے۔

فضیلت:

معراج کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیاں دیکھیں

اللہ ربّ العزت والجلال کا ارشادِ عالی ہے:

﴿وَٱلنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝١ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝٢ وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ ۝٤ عَلَّمَهُۥ شَدِيدُ ٱلْقُوَىٰ ۝٥ ذُو مِرَّةٍ فَٱسْتَوَىٰ ۝٦ وَهُوَ بِٱلْأُفُقِ ٱلْأَعْلَىٰ ۝٧ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۝٨ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝٩ فَأَوْحَىٰٓ إِلَىٰ عَبْدِهِۦ مَآ أَوْحَىٰ ۝١٠ مَا كَذَبَ ٱلْفُؤَادُ مَا رَأَىٰٓ ۝١١ أَفَتُمَـٰرُونَهُۥ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۝١٢ وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝١٣ عِندَ سِدْرَةِ ٱلْمُنتَهَىٰ ۝١٤ عِندَهَا جَنَّةُ ٱلْمَأْوَىٰٓ ۝١٥ إِذْ يَغْشَى ٱلسِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۝١٦ مَا زَاغَ ٱلْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝١٧ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ ءَايَـٰتِ رَبِّهِ ٱلْكُبْرَىٰٓ ۝١٨﴾ (النجم)

ترجمہ: "قسم ہے ستاروں کی جب وہ غروب ہونے لگے تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا اور نہ غلط راستہ پر پڑا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتا۔ وہ نہیں ہے مگر جو وحی کی جاتی ہے، اس کو سکھایا ہے بڑے طاقت والے نے، وہ طاقتور ہے، پھر وہ اصلی صورت میں نمودار ہوا، اور وہ بلند کنارہ پر تھا پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا پھر وہ اس حال میں تھا کہ دونوں کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، پھر اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی نازل فرمائی جو نازل کرنی تھی، دل نے جو کچھ دیکھا اس میں غلطی نہیں کی، کیا تم اس چیز میں جھگڑتے ہو جو کچھ اس نے دیکھا اور یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اس کو ایک بار اور دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے قریب۔"

اس کے قریب جنت المأویٰ ہے جبکہ سدرۃ المنتہیٰ کو وہ چیزیں ڈھانپ رہی تھیں جنہوں

نے ڈھانپ رکھا تھا، نہ تو نگاہ ہٹی نہ بڑھی یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا۔

تفسیر و تشریح: سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں آنحضرت ﷺ کی نبوت ورسالت کو ثابت کیا گیا اور آپ ﷺ کے ہر قول وعمل کو وحی الٰہی اور اس کا حجت اور نمونۂ ہدایت ہونا ذکر کیا گیا ہے اور یہ حق تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو ایسا مقام وعصمت وحفاظت کا عطا کیا گیا ہے کہ راہ حق سے بلا ارادہ بھی انحراف اور لغزش کا احتمال نہیں رہا اور ظاہر ہے کہ بغیر اس مقام وعصمت کے وہ ذات ہادی عالم کیوں کر بنائی جاسکتی تھی اس لئے عصمت کالازمۂ نبوت ہونا عقلا بھی ثابت ہوا۔ (تکملہ تفسیر معارف القرآن از مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ)

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر انوار البیان میں لکھتے ہیں آیت شریفہ میں جو (النجم) میں وارد ہوا ہے بظاہر یہ صیغہ مفرد کا ہے لیکن چونکہ اسم جمع ہے اس لئے تمام ستارے مراد ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ ثریا مراد ہے جو سات ستاروں کا مجموعہ ہے ستارے چونکہ روشنی دیتے ہیں اور ان کے ذریعہ لوگ ہدایت پاتے ہیں جیسے فرمایا: ﴿وَعَلَٰمَٰتٍۚ وَبِٱلنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُونَ ﴿١٦﴾﴾ (النحل) اس لئے اس کی قسم کھا کر آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت اور وحی کو ثابت فرمایا ہے کیونکہ یہ چیزیں قلوب کے منور ہونے کا ذریعہ ہیں رسول ﷺ تو کبھی بھی مشرک نہ تھے نبوت سے پہلے بھی موحد تھے اور نبوت کے بعد آپ کا موحد ہونا توحید کی دعوت دینا قریش کو ناگوار تھا اور وہ یوں کہتے تھے کہ صحیح راہ سے بھٹک گئے ہیں اور آپ ﷺ کو کاہن یا ساحر یا شاعر کہتے تھے ستارہ کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ تمہارے ساتھی یعنی محمد ﷺ جو کچھ بتاتے ہیں اور جو دعوت دیتے ہیں وہ سب حق ہے۔ ان کے بارے میں یہ سب خیال نہ کرو کہ وہ راہ سے بھٹک گئے اور غیر راہ پر پڑ گئے ان کا دعوائے نبوت اور توحید کی دعوت اور وہ تمام امور جن کی دعوت دیتے ہیں یہ سب حق ہیں سراپا ہدایت ہیں ان میں کہیں سے کہیں تک بھی راہ حق سے ہٹنے کا نہ کوئی احتمال

ہے اور نہ یہ بات ہے کہ انہوں نے یہ باتیں اپنی خواہش نفسانی کی بنیاد پر کہی ہوں ان کاسب باتیں بتانا صرف وحی سے ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ان پر وحی کی گئی اسی کے مطابق سب باتیں بتارہے ہیں ان کا فرمانا سب سچ ہے انھیں اللہ کی طرف سے بطریق وحی بتایا گیا ہے اور چونکہ ستاروں کے غروب ہونے سے صحیح سمت معلوم ہو جاتی ہے اس لئے ﴿وَٱلنَّجۡمِ﴾ کے ساتھ ﴿إِذَا هَوَىٰ﴾ بھی فرمایا یعنی جس طرح ستارہ ہدایت بھی دیتا ہے اور صحیح سمت بھی بتاتا ہے اسی طرح تمہارے ساتھی یعنی محمد ﷺ نے جو کچھ فرمایا اور سمجھایا حق ہے اور راہ حق کے مطابق ان کا اتباع کروگے تو صحیح سمت پر چلتے رہوگے تم بچپن سے ان کو جانتے ہو اور ان کے اعمال صادقہ اور احوال شریفہ سے واقف ہو ہمیشہ اس نے سچ بولا ہے جانتے پہچانتے ہوئے ان کی تکذیب کیوں کرتے ہو (جس نے مخلوق سے کبھی جھوٹی باتیں نہیں کیں وہ خالق تعالیٰ شانہ پر کیسے تہمت رکھے گا)

تو ابتداء میں آپ کی شان رسالت بیان کرتے ہوئے اصل مقصد یعنی شب معراج میں آیات کبریٰ اور قدرت کے عظیم نشانیوں کے مشاہدہ کا مضمون شروع فرمایا گیا پہلی اور دوسری آیت میں تو ستارے کے غروب کی قسم کھاکر یہ اعلان فرمایا کہ ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوَىٰ﴾ اور اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کی عصمت وحفاظت ظاہر فرمائی گئی اور یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ہر لغزش اور گمراہی سے محفوظ فرمایا ہے پھر تیسری اور چوتھی آیت میں آپ ﷺ کے ہر نطق کی خواہشات نفس سے پاکی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ وحی الٰہی ہیں اور شریعت میں جو درجہ وحی الٰہی میں قرآن کریم ہے وہی درجہ آپ ﷺ کے فرمان مبارک کا ہے اور اس سے ذرہ برابر انحراف کرنے کی کسی بھی مؤمن کو اجازت نہیں ہے جیسے کہ ارشاد فرمایا گیا آیۃ شان رسالت کی اس تحقیق وحجیت اقوال رسول ﷺ کے بعد پانچویں آیت ﴿عَلَّمَهُۥ شَدِيدُ ٱلۡقُوَىٰ﴾ سے وحی الٰہی لانے والے قاصد فرشتہ کی قوت وعظمت بیان کی گئی ہے کہ وہ

قاصد پیغامات خداوندی پہنچانے میں نہ مرعوب ہو سکتا ہے اور نہ کوئی طاقت اور زور اس کو مغلوب کر سکتا ہے کیونکہ وہ خود ہی ایسے مضبوط قوی اور زور والا ہے اسی کے ساتھ ظاہر حسن وجمال اور وقار بھی پیکر ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں ذومرۃ مشہور مفسر حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لہٰذا معلوم ہو گیا کہ رسول ﷺ پر وحی لانے والا قاصد بھی کسی تقصیر و غلطی کا شکار نہیں ہو سکتا پھر اللہ کے رسول ﷺ نے اس قاصد کو خوب اچھی طرح پہچانا اس کو اور نہایت قریب سے بھی دیکھا کہ پہلے افق اعلیٰ پر نمایاں ہوا پھر اور قریب ہوا اور افق سماء کی بلندی سے نیچے کی طرف نزول کیا اور اتنا قریب ہوا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور آنکھ کے مشاہدہ کی دل تصدیق کرنے لگا تو ایسی قوتوں والے قاصد نے اس قرب کے بعد جو پیغام دیا اور پہنچایا وہ یقیناً ہر طرح حجت ہے، ایک مرتبہ کی رؤیت کے بعد دوسری مرتبہ کی رؤیت ﴿ وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ﴾ سے بیان فرمائی گئی اس دوسری رؤیت کا محل ومقام ساتواں آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ تھا جس کا مشاہدہ آپ ﷺ نے شب معراج میں فرمایا تو اس طرح ان ابتدائی مضامین کے بعد شب معراج کے احوال کی طرف کلا منتقل ہوا اور سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جنت الماوی ہونا اور سدرۃ المنتہیٰ پر تجلیات کے برسنے کا ذکر فرمایا گیا اور یہ کہ وہاں آپ ﷺ نے اپنے رب کی آیات کبری کا مشاہدہ فرمایا۔ روایات صحیحہ سے یہ تو ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جبریل امین کو ان کی اصلی صورت میں جس پر ان کو پیدا کیا گیا دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں جبکہ غار حرا میں وحی نازل ہو چکنے کے بعد سلسلۂ وحی رک گیا تھا اور وحی کے شوق وانتظار میں بے چین ہو کر باہر میدانوں اور پہاڑوں کی طرف نکل جاتے تو اس زمانے میں ایک مرتبہ دیکھا کہ آسمان وزمین کے درمیان اپنی عظیم جسامت سے افق سما کو گھیرے ہوئے ہیں اس عظیم الشان فرشتہ کو دیکھ کر آپ پر رعب اور کپکپی طاری ہو گئی آپ گھر لوٹے اور فرمایا "دثرونی دثرونی" جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا دوسری مرتبہ جبریل امین

کو اصلی صورت میں شب معراج میں دیکھا جس کا ذکر ﴿وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ﴿١٣﴾ عِندَ سِدْرَةِ ٱلْمُنتَهَىٰ ﴿١٤﴾﴾ میں ہے اور اس رؤیت کو رؤیت جبریل اور انہیں کے قرب اور تدلی پر محمول کرنے والے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بھی بعض ائمہ محدثین اسی کے مطابق قرار دیتے ہیں۔

تو اس طرح رؤیت جبریل ایک مرتبہ زمین پر ہوئی اور ایک مرتبہ ملکوت سماوات پر سدرۃ المنتہیٰ کے قریب۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ قرب جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا اور ﴿فَأَوْحَىٰٓ إِلَىٰ عَبْدِهِۦ مَآ أَوْحَىٰ﴾ کے بھی معنی یہ بیان کئے کہ جبریل نے وحی کی اللہ کے بندہ محمد ﷺ کو جو بھی وحی کی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دوسری بار جبریل کو اپنی اصلی صورت پر دیکھا۔

اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی اٰلہ وسلم تسلیما

فضیلت:

شب معراج میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہونا

اس مسئلہ میں اختلاف ہے جمہور علماء کرام کی یہ تحقیق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا۔

"فالحاصل أن الراجح عند أكثر العلماء أن رسول الله ﷺ رآى بعينى رأسه ليلة الإسراء، لحديث ابن عباس وغيره مما تقدم و إثبات هذا لا يأخذونه إلابالسماع من رسول الله ﷺ هذامما لاينبغى أن يتشكك فيه."

ترجمہ: "مطلب یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ حضور ﷺ نے معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ کا سر کی آنکھوں سے دیدار کیا ہے اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث ہیں اور چونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو حضور ﷺ سے سنے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی لازماًان حضرات نے یہ بات آپ ﷺ سے سنی ہو گی اس لئے اس میں شک کرنا مناسب نہیں۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب جل جلالہ کا دیدار کیا ہے اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور مفسر ہیں قسم کھا کر کہتے تھے اور حضرت عروۃ بن زبیر بھی دیدار کے قائل تھے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام اصحاب کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت کعب بن احبار، زہری اور معمر اور دیگر اہل علم بھی اسی کے قائل ہیں "قال بن عباس رضی اللہ عنہ: أتعجبون أن تكون الخلة لإبراهيم والكلام لموسى والرؤية لمحمد ﷺ."

یہ دیدار سر کی آنکھوں سے ہوا یا دل سے ہوا؟ اس بارے میں امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے رآه بفؤاده مرتين یعنی یہ دیدار دل سے ہوا دو مرتبہ۔ محققین نے لکھا ہے:

ثم المراد برؤية الفؤاد رؤية القلب لا مجرد حصول العلم لأنه صلى الله عليه وسلم كان عالما بالله على الدوام بل مراد من أثبت له أنه رآه بقلبه أن الرؤية التي حصلت له خلقت في قلبه كما يخلق الرؤية بالعين لغيره والرؤية لا يشترط لها شيء مخصوص عقلا ولو جرت العادة بخلقها في العين. (فتح الباري ٨/٦٠٨) مطلب یہ ہے کہ قلب مبارک سے دیدار الٰہی مجرد علم کے درجہ میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم تو آنحضرت ﷺ کو پہلے سے حاصل تھا، بلکہ مراد یہ ہے کہ قلب مبارک سے دیدار الٰہی اس طرح حاصل ہوا جیسے کہ سر کی آنکھوں سے حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ دل کو بھی دیکھنے کی وہ صلاحیت عطا فرمادیں جو سر کی آنکھوں کو حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: جن علماء کے نزدیک آنکھوں سے دیدار نصیب ہوا ان کا یہ قول (لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ) (الانعام: ١٠٣) کے منافی نہیں کیونکہ یہ دیدار عالم بالا میں حاصل ہوا جو عالم آخرت میں سے ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے تعلیم الدین میں لکھا ہے اور آخرت میں تو مؤمنین کو باری تعالیٰ کا دیدار نصیب ہونا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے، اور اس کے دلائل کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔

سدرۃ کیا ہے؟

سدرۃ: عربی میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور المنتہی کے معنی ہیں انتہاء کی جگہ عالم بالا میں جنۃ الماوی کے قریب سدرۃ المنتہی ہے یعنی بیری کا وہ درخت جس کے پاس چیزیں آکر منتہی ہو جاتی ہیں یعنی ٹھہر جاتی ہیں۔ زمین سے جو کچھ اعمال وغیرہ اوپر جاتے ہیں وہ پہلے

وہاں ٹھہرتے ہیں پھر اوپر جاتے ہیں اوپر سے جو کچھ نازل ہوتا ہے پہلے وہاں ٹھہرایا جاتا ہے پھر نیچے اترتا ہے۔ حدیث شریف کی کتابوں میں معراج شریف کا واقعہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے۔ اس میں سدرۃ المنتہی کا بھی تذکرہ فرمایا ہے صاحب معراج ﷺ کی حضرات انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں، آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہی کی طرف لے جایا گیا۔ دیکھتا ہوں کہ اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے کہ ہجر بستی کے مٹکے ہوتے ہیں اور اس کے پتے اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے کہ ہاتھی کے کان، اس درخت کو سونے کے پتنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا، دوسری روایت میں ہے کہ اسے ایسے الوان (یعنی رنگوں) نے ڈھانپ رکھا تھا جنھیں میں نہیں جانتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب سدرۃ المنتہی کو اللہ کے حکم سے ان چیزوں نے ڈھانپ لیا جنھوں نے ڈھانپا تو وہ بدل گیا (یعنی پہلی حالت نہ رہی) اس میں بہت زیادہ حسن آگیا اس وقت اس کے حسن کا یہ عالم تھا کہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے حسن کو بیان نہیں کر سکتا چونکہ اس کے حسن اور سونے کے پتنگوں اور الوانوں کے ڈھانپنے کی وجہ سے اس کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی اس لئے تفخیمًا للشان ﴿إِذْ يَغْشَى ٱلسِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ﴾ فرمایا۔

اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليما

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کے دعا فرمانے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کی حقانیت واضح کرنے کے لئے آپ ﷺ کے ذریعہ بہت سے معجزات ظاہر فرمائے، انھیں میں سے ایک بڑا معجزہ شق القمر کا بھی ہے جس کا ذکر سورۂ قمر کی ابتدائی آیت کریمہ میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ ۝١﴾ (القمر)

ترجمہ: "قیامت قریب آپہنچی اور چاند شق ہو گیا۔"

تفسیر وتشریح: رسول اکرم ﷺ نے جب اہل مکہ کو بتایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو انھوں نے کہا کہ ہمیں اپنی نبوت کی دلیل پر کوئی نشانی دکھائی، آنحضرت ﷺ نے چاند کو اشارہ کیا وہ دو ٹکڑے ہو گیا، یہ حدیث شریف صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ انھیں کوئی نشانی یعنی معجزہ دکھادیں، لہٰذا آپ ﷺ نے انھیں چاند کا پھٹنا دکھادیا۔ (صحیح بخاری:۲/۲۲)

بخاری کی ایک دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ پر اور دوسرا پہاڑ کے نیچے آگیا آپ ﷺ نے فرمایا حاضر ہو جاؤ۔ (صحیح بخاری:۲/۱۲)

تفسیر معالم التنزیل میں مذکور ہے کہ شق القمر کے وقت قریش نے یہ کہہ دیا کہ ہم پر جادو کر دیا ہے، پھر جب باہر سے آنے والے مسافروں سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ہاں ہم نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھے، جب مسافروں سے تصدیق ہو گئی تو ان میں بعض

مشرکین نے کہا کہ اگر ہم پر جادو کر دیا ہے تو سارے لوگوں پر تو جادو نہیں کیا۔ (انوار البیان)

سورۂ قمر میں آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل قاطعہ اور براہین واضحہ بیان کئے گئے ہیں جن میں شق القمر کا واقعہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی ہے تو دوسری جانب رسول اللہ ﷺ کی رسالت ثابت کرنے کے لئے ایک ایسی دلیل ہے جس کا کوئی صاحب عقل انسان انکار نہیں کر سکتا اور حتیٰ کہ وہ ایک تاریخی حقیقت بن گئی جس میں کسی طرح کا تردد اور تامل کا امکان نہیں رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ چاند ایسے دو ٹکڑے ہوا کہ ایک ٹکڑا مغرب کی طرف تھا اور دوسرا مشرق کی طرف۔

معجزۂ شق القمر کا وقوع قرآن کریم احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، اور علاوہ ازیں تاریخی نقول سے اس کا مشاہدہ بھی ثابت ہے، ظاہر ہے کہ جس چیز کا ثبوت کلام خداوندی اور احادیث رسول ﷺ اور مشاہدہ سے ہو چکا ہو اس کا انکار کرنا یا اس کی تاویل کرنا خلاف عقل ہے، اس پر بلا تردد ایمان لانا لازم ہے، جس طرح قرآن کریم کی تصریحات کی وجہ سے جنت و جہنم پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا، اسی طرح قرآن کریم کی ہر بیان کردہ چیز پر ایمان لائے بغیر ایمان کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

آیت مبارکہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں یہ روایت بیان کی ہے کہ ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال قبل ایک مرتبہ کچھ مشرکین مکہ جمع ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے، جن میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، اسود بن عبد المطلب، زمعہ بن الاسود، نضر بن حارث وغیرہ وغیرہ بھی تھے، آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ، رات کا وقت تھا اور چودھویں رات کا چاند نکلا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا اچھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان بھی لے آؤ گے، لوگوں نے کہا ہاں ہم ایمان

لے آئیں گے، حضور اقدس ﷺ نے حق تعالیٰ سے دعا کی جس کے بعد چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل ابی قیقعان پر تھا، دیر تک لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے، حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑوں سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے، اور حضور اقدس ﷺ اس وقت یہ فرما رہے تھے: "اشھدوا اشھدوا" اے لوگو! گواہ رہو، گواہ رہو۔

مشرکین مکہ نے کہا کہ: محمد ﷺ نے تمام لوگوں پر جادو کر دیا ہے، بہتر یہ ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو، کیونکہ ناممکن ہے کہ محمد ﷺ تمام لوگوں پر جادو کر دیں، اگر وہ بھی اسی طرح کا مشاہدہ بیان کریں تو سچ ہے اور اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمد ﷺ نے تم پر سحر کیا ہے، چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر دیکھا ہے، مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحرٌ مستمر ہے یعنی عنقریب اس کا اثر زائل ہو جائے گا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(شق القمر کے واقعہ کی تفصیلات ہم نے ابن کثیر رحمہ اللہ کی البدایہ والنہایہ اور ابن حجر رحمہ اللہ کی فتح الباری سے لی ہیں)۔ (تفسیر معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی جو مجھ سے پہلے (انبیاء علیہم السلام) میں سے کسی کو عطا نہیں کی گئی، میری مدد کی گئی رعب کے ذریعہ کہ ایک مہینہ کی مسافت کی دوری تک، اور زمین کو میرے لیے مسجد بنا دیا گیا اور پاکی حاصل کرنے کی چیز بنا دیا گیا، جس میرے امتی میں سے کسی کو نماز کا وقت آپہنچے بس چاہئے کہ وہ نماز پڑھ لے، اور اموال غنیمت میرے لیے حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا، اور مجھے مقام شفاعت عطا کیا گیا، اور ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ (بخاری)

فضیلت:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے ذلیل ہوں گے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحَآدُّونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ كُبِتُواْ كَمَا كُبِتَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَقَدْ أَنزَلْنَآ ءَايَـٰتٍۭ بَيِّنَـٰتٍ ۚ وَلِلْكَـٰفِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝٥﴾ (المجادلة)

ترجمہ: "بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے، اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں۔"

تفسیر وتشریح: ان آیات میں کافروں کا دنیا میں ذلیل ہونا اور آخرت میں ذلت کے عذاب میں مبتلا ہونا بیان فرمایا ہے، ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں (جیسے کفار مکہ تھے) وہ دنیا میں ذلیل ہوں گے جیسے کہ ان سے پہلے لوگ ذلیل ہو چکے ہیں، چنانچہ غزوات میں کفار مکہ اور ان کے ساتھیوں کے ذلیل ہونے کا سبب بھی بتادیا (وہ یہ کہ ہم نے کھلی کھلی واضح آیات اتاریں) انھوں نے تسلیم نہ کیا لہٰذا مستحق سزا ہوئے، دنیا میں تو انھوں نے ذلت کا منہ دیکھ ہی لیا، آخرت میں بھی ان کو ذلت کا عذاب ہو گا۔ ﴿وَلِلْكَـٰفِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾

آگے چل کر اسی سورۂ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحَآدُّونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُو۟لَـٰٓئِكَ فِى ٱلْأَذَلِّينَ ۝٢٠﴾ (المجادلة)

ترجمہ: "بے شک جو لوگ اللہ کا اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں یہ لوگ بڑی ذلت والوں میں ہیں۔"

فضیلت:

آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ نے مال فئی میں مالکانہ حقوق دے کر آپ ﷺ کا اکرام فرمایا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

﴿ وَمَآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنۡهُمۡ فَمَآ أَوۡجَفۡتُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ خَيۡلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُۥ عَلَىٰ مَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيرٌ ۝٦ ﴾ (الحشر)

"اور جو کچھ مال فیٔ اُن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو دلوا دیا، سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ دوڑائے اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے۔"

تفسیر وتشریح: لفظ فیٔ فاء سے باب افعال کا صیغہ ہے لوٹا أفاء لوٹایا، چونکہ کافروں کا مال مسلمانوں کو مل جاتا ہے اور ان کی املاک ختم ہو کر مسلمانوں کے ملک میں آ جاتی ہیں، اس لئے جو مال جنگ کئے بغیر بطور صلح مل جائے، اس کو فیٔ کہتے ہیں اور جو مال جنگ کر کے ملے اس مال کو غنیمت کہتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ مال فیٔ پر رسول اللہ ﷺ کو مالکانہ اختیار حاصل تھا، پھر ان کے جو مصارف بیان فرمائے ہیں، یہ اسی طرح ہے جیسے مالکوں کو اموال کے بارے میں احکام دیئے گئے ہیں کہ فلاں فلاں جگہ پر خرچ کرو۔

بنو نضیر کے مال بطور صلح مل گئے اور اس میں کوئی جنگ لڑنی نہیں پڑی تھی اس لئے ان اموال میں کسی کو کوئی حصہ کا استحقاق نہیں تھا، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ بات آئی کہ ہمیں ان اموال میں سے حصہ دیا جائے، اس وسوسہ کو دفع فرمادیا، اور فرمایا ﴿فَمَآ أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ﴾ کہ تم نے اس میں گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے، یعنی تمہیں اس میں کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑی اور کوئی جنگ نہیں لڑنی پڑی، یعنی پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جس پر چاہا مسلط فرمادیا اور اب محمد رسول اللہ ﷺ کو بنو نضیر پر مسلط فرمادیا، لہٰذا ان اموال کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو ہی ہے۔

(انوار البیان)

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض فرمائی اور آپ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے پر سخت وعید بیان فرمائی

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی اطاعت امت پر فرض فرمائی ہے اور قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس چیز کو بیان فرمایا ہے سورۂ حشر کی درج ذیل آیت میں بھی اسی حکم کو واضح فرمایا ارشاد عالی ہے:

﴿مَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْ أَهْلِ ٱلْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ كَىْ لَا يَكُونَ دُولَةًۢ بَيْنَ ٱلْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ ۚ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ۝٧﴾ (الحشر)

ترجمہ: "اللہ نے جو کچھ اپنے رسول کو بستیوں میں رہنے والوں سے بطورِ فیٔ مال دلوایا سو وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے ہے اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے تاکہ یہ مال لوگوں کے درمیان دولت بن کر نہ رہ جائے جو مالدار ہیں اور رسول جو تمہیں دیں وہ لے لو، اور جس سے وہ روکیں اس سے رک جاؤ۔"

تفسیر و تشریح: اس آیت شریفہ میں یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر امر و نہی قرآن مجید میں موجود ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں احکام و مسائل بیان فرمائے ہیں، اور بہت سے احکام اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ بھی بتلائے ہیں، ان میں آنحضرت ﷺ کے اعمال بھی ہیں، اور اقوال اور تقریرات بھی، اسی بات کو سورۂ اعراف کی ایک آیت میں رسول اللہ ﷺ کی صفات بیان فرماتے ہوئے اس طرح فرمایا:

﴿يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (اعراف:۱۵۷)

ترجمہ: ”یعنی آپ (ﷺ) ان کو اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں، اور انھیں برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور ان کے لئے خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔“

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح بخاری میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور اُن عورتوں پر جو (ابرو یعنی بھنوں کے بال) چننے والی ہیں (تاکہ بھنویں باریک ہو جائیں) اور اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو حسن کے لئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں“ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجتے ہیں؟ فرمایا کہ میں اُن پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی اور جن پر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں لعنت آئی ہے، وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے سارا قرآن پڑھ لیا مجھے تو یہ بات کہیں نہ ملی، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تجھے ضرور یہ بات مل جاتی، کیا تو نے یہ نہیں پڑھا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (الحشر:۷)

ترجمہ: ”یعنی اور رسول اللہ ﷺ جو تمہیں دیں وہ لے لو، اور جس سے وہ روکیں اس سے رک جاؤ۔“

یہ سن کر وہ عورت کہنے لگی کہ ہاں یہ تو قرآن میں ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جن کاموں کے کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے، لہٰذا قرآن کی رو سے بھی ان کاموں کی

ممانعت ثابت ہوئی کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جن باتوں کا حکم دیں ان پر عمل کرو اور جن چیزوں سے روک دیں ان سے رک جاؤ۔ (صحیح بخاری ۲۷۲۵)

اس آیت کریمہ سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا فرض ہونا ثابت ہوا، نیز یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ سنت مبارکہ حجت ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارک پر عمل کرنا مسلمانوں پر فرض ہے، اور آپ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں شامل ہے جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت (۸۰) میں فرمایا ﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ جو شخص اطاعت کرے رسول (ﷺ) کی تو اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری اللہ تعالیٰ ہی کی فرماں برداری ہے کیونکہ آپ جو حکم دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَىٰ آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا

فضیلت:

رسول اکرم ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ﴾ (الصف:٦)

ترجمہ: "اور جب کہ عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں، مجھ سے پہلے جو تورات ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہو گا ان کی بشارت دینے والا ہوں۔"

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بنی آدم کا سردار ہوں اور میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو قبر سے اٹھوں گا اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (رواہ مسلم فی کتاب الفضائل)

اللهم صل على محمد النبي الامي وعلى اله وسلم تسليما

فضیلت:

رسول اللہ ﷺ کی ذات عالی پر طعن کرنے والوں کی تردید، اور آپ ﷺ کے لئے ایسے اجر و ثواب کی بشارت جو کبھی ختم نہ ہو گا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۞ مَآ أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۞ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۞﴾ (القلم)

ترجمہ: "نٓ! قسم ہے قلم کی اور فرشتوں کے لکھنے کی، آپ اپنے رب کی نعمتوں کی وجہ سے مجنون نہیں ہیں، اور بلاشبہ آپ کے لئے ایسا اجر ہے، جو ختم ہونے والا نہیں۔"

تفسیر و تشریح: سرور کائنات ﷺ کی ذات عالی پر بہت سے نکموں نے دیوانگی کا بہتان لگایا، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ہرزہ سرائی کی تردید فرمائی، اور نہ صرف یہ کہ تردید فرمائی بلکہ کبھی نہ ختم ہونے والے اجر کا بھی اعلان فرمایا۔

یعنی یہ لوگ آپ ﷺ کو دیوانہ کہہ رہے ہیں اور آپ ﷺ انھیں توحید کی دعوت دے رہے ہیں انجام کار دعوت کی مشغولیت پر اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو بڑا اجر و ثواب ملے گا جو کبھی ختم نہ ہو گا۔

اس میں شک نہیں کہ دنیا میں بہت سے مصلحین اور رہنما گزرے ہیں کہ جن کو شروع میں لوگوں نے دیوانہ کہہ کر پکارا، مگر اسی کے ساتھ تاریخ ہمیں یہ بھی بتائی ہے کہ واقعی دیوانوں اور ان دیوانہ کہلانے والوں کے حالات میں زمین آسمان کا فرق رہا ہے، پس جس طرح پہلے مصلحین پر نکتہ چینی کرنے والوں کا انجام ہوا، وہی ان بدلگام لوگوں کا ہو گا، ان

کانام ونشان تک مٹ جائے گا، لیکن آپ ﷺ کا روشن نام وکام جریدۂ عالم پر ہمیشہ سنہرے حرفوں میں لکھارہے گا، ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا آپ ﷺ کی حکمت ودانائی کی داد دے گی، اورآپ ﷺ کے کامل ترین انسان ہونے کو بطور اجماعی عقیدہ کے تسلیم کرے گی، جس کی لازوال وبرتری کو قلم ازل لوح محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا، بھلا پھر کسی کو کیازیب دے گا کہ وہ اس روشن گوہر آبدار کو داغ دار کر سکے۔

آنحضرت ﷺ کے دعوائے نبوت سے پہلے تمام اہل مکہ آپ ﷺ کو اپنی قوم کا بہترین آدمی تسلیم کرتے تھے، اورآپ ﷺ کی دیانتداری وامانت داری اور عقل وفراست پر اعتماد رکھتے تھے، مگر جب آپ ﷺ نے ان کے سامنے قرآن پیش کرنا شروع کیاتو انھوں نے آپ ﷺ پر دیوانہ ہونے کی تہمت لگائی، اس کے جواب میں فرمایاگیا کہ قرآن ہی اس تہمت کی تردید کے لئے کافی ثبوت ہے، یہ اعلیٰ درجہ کا فصیح وبلیغ کلام جو ایسے بلند پایہ مضامین پر مشتمل ہے اس کا پیش کرنا تو اس بات کی دلیل ہے کہ محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوا ہے نہ یہ کہ کہاجائے معاذاللہ آپ ﷺ دیوانے ہوگئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ ان کفاران قریش کی تہمت کی تردید فرمائی بلکہ اس پر مزید اضافہ فرماتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے فضل وکرم اوراجر عظیم کا اظہار فرمادیا﴿ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ﴾ اور بے شک آپ (ﷺ) کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

آپ ﷺ کی انتہائی فصاحت وبلاغت اور حکمت ودانائی جس نے موافق ومخالف سب کو موہ لیاہے اورآپ ﷺ کے ایسے پاکیزہ اخلاق کہ سب کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے ایسی مقدس ہستی کو دیوانہ کہہ دینا توخود کہنے والوں کے دیوانہ پن کی دلیل نہیں تواور کیا ہے؟ بلاشبہ وہ ذات عالی جس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے نہ ختم ہونے والے اجر کااعلان فرمادیااُس ذات عالی کو مجنوں ودیوانہ کہنے والاخود ہی دیوانہ ہے۔(انوارالقرآن)

فضیلت:

آنحضرت ﷺ بلند اخلاق پر فائز ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝٤﴾ (القلم)

ترجمہ: ”اور بے شک آپ ﷺ بڑے اخلاق والے ہیں۔“

تفسیر وتشریح: اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کی تعریف بھی ہے اور آپ ﷺ کی دشمنوں کی تردید بھی ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ کاملہ سے نوازا ہے، آپ ﷺ کے اخلاق ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو آپ ﷺ کو مجنون کہتے تھے، آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو احادیث شریفہ میں جو آپ ﷺ کے مکارم اخلاق اور معاشرت ومعاملات کے واقعات لکھے ہیں، ان کا مطالعہ کر لیا جائے، توریت شریف تک میں آپ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کا ذکر پہلے سے موجود تھا۔ (صحیح بخاری، ص:۱۸۵)

آپ ﷺ صاحب خلق عظیم تھے، اپنی امت کو بھی اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے تھے، مؤطا امام مالک میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ حُسْنَ الأَخْلاَقِ“ کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن مؤمن کے ترازو میں جو سب سے زیادہ بھاری چیز رکھی جائے گی، وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے، اور یہ بھی فرمایا کہ فحش گو اور بدکلام کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتا ہے۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

آپ ﷺ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ مجھے تم میں سب سے زیادہ وہ لوگ محبوب ہیں جن

کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہیں، اور یہ بھی فرمایا کہ ایمان والوں میں کامل ترین وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔(مشکوٰۃ المصابیح، ص:٤٣١)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک مؤمن اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے رات کو نماز پڑھنے والے اور دن بھر روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔(سنن ابو داؤد، فی باب حسن الخلق)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کس طرح رہتے تھے، انھوں نے کہا کہ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں رہتے تھے، جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان کیا کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو، ہاں اگر فی سبیل اللہ جہاد میں کسی کو مارا ہو تو اور بات ہے، اور اگر کسی سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچی تو اس کا انتقام نہیں لیا، ہاں اگر اللہ کی حرمت والی چیزوں میں سے کسی کے بے حرمتی ہونے لگتی تو آپ ﷺ اس کا انتقام لے لیتے تھے۔(مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آپ ﷺ فحش گو نہ تھے، نہ بالتکلّف فحش گوئی فرماتے تھے، اور نہ بازاروں میں شور و شغب فرماتے، اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، بلکہ معاف فرماتے اور درگزر فرمادیتے تھے۔(ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی مجھ سے کبھی کوئی نقصان ہو گیا تو کبھی ملامت نہیں فرمائی، اگر آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے کسی کی طرف ملامت ہوتی تو فرماتے کہ چھوڑو جانے دو، جو چیز مقدر میں تھی وہ پیش آنی ہی تھی۔(مشکوٰۃ المصابیح، ص:٥١٩)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی شخص مصافحہ کرتا تو آپ ﷺ اس کی طرف سے اپنا چہرہ نہیں پھیر لیتے تھے جب تک وہی اپنا چہرہ نہ

پھیر لیتے تھے، اور آپ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کسی پاس بیٹھنے والے کی طرف ٹانگیں پھیلائے ہوئے ہوں۔ (ترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب آپ ﷺ نے (یمن جانے کے لئے) رخصت فرمایا تو جب انھوں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو آخری وصیت یہ فرمائی کہ "أحسِن خُلُقكَ لِلنَّاس" کہ لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔ (رواہ الإمام مالك)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا "کان خلقه القرآن" یعنی آپ ﷺ قرآنی اخلاق کا مکمل عملی نمونہ تھے۔ (مسلم)

آنحضرت ﷺ کے ازواج مطہرات کے ساتھ مکارم اخلاق

رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ اخلاق عالیہ میں سب سے زیادہ فائق تھے، اور اپنی امت کو بھی اس بات کی ترغیب دی، ارشاد فرمایا: "خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لأهلی" تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور میں تم سب میں اپنے گھر والوں کے لئے سب سے زیادہ بہتر ہوں۔ (ترمذی)

آنحضرت ﷺ کا دیہاتیوں کے ساتھ کریمانہ اخلاق

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے، کہ ایک بدو آیا اور مسجد کے اندر پیشاب کرنے لگا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اس کو منع کیا، اور کہا کہ رک جا، یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو پیشاب کرنے سے رو کو مت، اس کے بعد آپ نے اس شخص کو بلایا اور کہا دیکھو یہ مسجدیں کسی قسم کی گندگی پیشاب وغیرہ کے لئے نہیں ہیں، یہ تو قرآن پاک کی تلاوت کرنے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے ہیں، پھر آپ ﷺ نے ایک ڈول پانی منگوایا اور اسے جگہ پر بہادیا۔ (تاکہ مسجد کی زمین پاک ہو جائے)۔ (صحیح مسلم باب وجوب غسل البول)

اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کس قدر حلیم و بردبار اور غصہ کو پی جانے والے تھے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں پیشاب کرنے والے اس دیہاتی کی اتنی بڑی غلطی پر بھی غصہ کا اظہار نہیں فرمایا اور غصہ کرنے کے بجائے نرمی اور شفقت کا معاملہ فرمایا، اور انتہائی محبت و ہمدردی سے اس کو نصیحت فرمائی، اور پھر اُس سے یہ نہیں فرمایا کہ تم ہی نے اس جگہ کو خراب کیا ہے تو تم ہی اس کو صاف کرو، بلکہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس جگہ پر پانی ڈال کر صاف کریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سب بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک حضور ﷺ مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہوئے، آپ ﷺ نجران کی بنی ہوئی چادر میں ملبوس تھے، اتنے میں ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے آیا اور اس نے چادر کا پلو پکڑ کر آپ ﷺ کو پوری قوت سے اپنی طرف کھینچا، جس سے آنحضرت ﷺ اس اعرابی کی جانب لوٹ گئے، اور آپ ﷺ کی گردن مبارک میں اس چادر کے کنارے کا نشان پڑ گیا (دیہاتی کے اس رویہ کے باوجود) آپ ﷺ اس کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے، اور فرمایا کیا بات ہے؟ دیہاتی نے کہا: اے محمد ﷺ آپ کے پاس جو مال ہے اس میں سے مجھے کچھ دیجئے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو کچھ مال دینے کا حکم فرمایا۔(صحیح البخاری باب البرود والحبرة والشملة)

اس حدیث پاک سے آنحضرت ﷺ کی انتہائی نرم خوئی کا اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے، آپ ﷺ کس قدر حلیم و بردباد اور لوگوں پر کس قدر مہربان اور شفیق تھے، کہ ایک دیہاتی شخص کے اس ناروا سلوک پر بھی آپ ﷺ نے کوئی مؤاخذہ نہیں فرمایا، نہ ہی اس کو کسی قسم کی تنبیہ فرمائی بلکہ اس کی ناشائستہ حرکت پر اپنے غصہ کو ضبط کیا اور نہ صرف یہ کہ ناگواری نہیں فرمائی بلکہ ناگواری کا اثر بھی ظاہر ہونے نہیں دیا اور مزید یہ کہ آپ ﷺ اس کی طرف دیکھ کر ہنسے، اور اس کی حاجت پوری فرمانے کا حکم دیا، بلاشبہ یہ آپ ﷺ کا پیغمبرانہ اخلاق عالی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کا بچوں کے ساتھ شفیقانہ وکریمانہ اخلاق

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات) کسی بچہ کی رونے کی آواز سنتے اور آپ ﷺ نماز پڑھاتے ہوتے تو اس کی ماں کی پریشانی کے خیال سے نماز مختصر فرمادیتے، اور کوئی چھوٹی سی آیت یا مختصر سورۃ تلاوت فرمالیتے تھے۔

حضرت ابوہریرۃ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں جب صبح کی نماز پڑھائی اور نماز پڑھانے ہی میں آپ ﷺ نے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی تو آپ ﷺ نے نماز کو مختصر فرمادیا، آپ ﷺ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ آج آپ نے نماز کو اتنا مختصر کیوں فرمادیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے کسی بچہ کی رونے کی آواز سنی تھی تو مجھے یہ خیال ہوا کہ اس کی ماں نماز کی حالت میں اضطراب وپریشانی میں نہ پڑجائے (اس لئے نماز کو مختصر کردیا)۔

آنحضرت ﷺ کا نوجوانوں کے ساتھ کریمانہ اخلاق

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نہایت رحم دل اور شفیق ومہربان تھے، ہم نے اپنے قبیلہ کے وفد کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں بیس دن قیام کیا، تو آپ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ ہم لوگ اپنے گھر واپس جانے کے مشتاق ہیں، لہذا آپ ﷺ نے ہم سے دریافت فرمایا، کہ ہم اپنے پیچھے اپنے گھر والوں میں سے کس کس کو چھوڑآئے ہیں؟ ہم نے پوری تفصیل بیان کردی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ، اور وہیں مستقل رہو۔ (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن المطلب ہوں اللہ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس کو دو حصوں میں تقسیم فرمادیا مجھے ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا اس کے بعد اللہ نے جب انسانوں کو قبائل میں تقسیم فرمایا تو مجھے بہتر قبیلہ عنایت فرمایا پھر انہیں جب خاندانوں میں تقسیم فرمایا مجھے ان میں بہتر خاندان میں بنایا۔ (رواہ مسلم)

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے لئے مکہ مکرمہ کو حلال فرما کر آپ ﷺ کا اکرام فرمایا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَآ أُقْسِمُ بِهَٰذَا ٱلْبَلَدِ ۝١ وَأَنتَ حِلٌّۢ بِهَٰذَا ٱلْبَلَدِ ۝٢﴾ (البلد)

ترجمہ: ”میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور آپ اس شہر میں حلال ہونے کی حالت میں داخل ہونے والے ہیں۔“

تفسیر وتشریح: سورۂ بلد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک شہر کی قسم فرما کر یہ خوشخبری ارشاد فرمائی کہ اے ہمارے پیارے نبی تمہارے لئے (ہم عنقریب) اپنے شہر محرم کو حلال کردیں گے، اس میں آپ ﷺ کا بہت بڑا اعزاز ہے کہ جس شہر میں اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کے لئے قتل وقتال کی اجازت نہیں دی اور ہمیشہ اس کی حرمت برقرار رکھی آنحضرت ﷺ کی ذات عالی ایسی بلند وبالا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ ﷺ کو وہ مقام رفیع ملا کہ آپ ﷺ کے لئے اس حرمت والے شہر کی حرمت کچھ وقت کے لئے ختم کردی گئی تاکہ آپ ﷺ اس شہر مبارک پر قبضہ کر کے اسے غیروں کے کافرانہ ومشرکانہ تسلط سے آزاد کرادیں۔

مکہ مُعظّمہ حرم ہے اس میں قتل وقتال ممنوع ہے، مشرکین مکہ بھی اس بات کو جانتے اور مانتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ شانہ نے اول تو اس کی قسم کھا کر اس کی عزت کو بیان فرمادیا، اور ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کو پیشگی یہ خبر دے دی کہ ایک دن آنے والا ہے جب آپ

ﷺ اس میں فاتحانہ داخل ہوں گے، اور اس دن آپ ﷺ کے لئے اس شہر میں قتل حلال کر دیا جائے گا، چنانچہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ سے تشریف لائے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، اور بہت سے لوگوں کے بارے میں امان کا اعلان کر دیا جو اسلام کے اور مسلمانوں کے دشمن تھے ان کی معافی کا عام اعلان فرمادیا، البتہ بعض لوگوں کے قتل کا حکم دیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ: بلاشبہ اللہ پاک نے جس دن آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا مکہ معظمہ (میں قتل وقتال) کو حرام قرار دے دیا تھا، اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا، اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا۔ (انوار البیان)

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حرم مکہ کو حلال کر کے ایسا اکرام فرمایا کہ کسی اور کو یہ مرتبہ عظیمہ اور اعلیٰ شرف نہیں ملا۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا

فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہم نے آپ کو نہیں چھوڑا ہے اور آپ کے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے اور عنقریب آپ کا رب آپ کو عطا فرمائے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالضُّحَىٰ ۝١ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝٢ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۝٣ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝٤ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝٥﴾ (الضحیٰ)

ترجمہ: ”قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے، آپ (ﷺ) کے پروردگار نے آپ کو نہیں چھوڑا، اور نہ دشمنی کی، اور آخرت آپ کے لئے بدر جہا بہتر ہے اور عنقریب آپ کا رب آپ کو عطا فرمائے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے۔“

تفسیر و تشریح: سورۂ ضحیٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس کے سبب نزول میں تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیماری کی وجہ سے دو تین رات نماز نہیں پڑھی یعنی تہجد کی نماز کا ناغہ ہو گیا، ایک عورت (اُمِّ جمیل ابو لہب کی بیوی) نے کہا بس جی سمجھ میں آگیا کہ جو شیطان ان کے پاس آتا تھا اس نے ان کو چھوڑ دیا، دو تین رات سے قریب نہیں آیا۔

ایک دوسرا قول یہ لکھا ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذوالقرنین، اصحاب کہف اور روح کے بارے میں دریافت کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا ان شاء اللہ کہنا رہ گیا تھا لہٰذا چند دن تک وحی نازل نہیں ہوئی، اس پر مشرکین نے کہا کہ محمد (ﷺ) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور اس سے بغض کر لیا، اس پر یہ سورۂ ضحیٰ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کی قسم کھا کر فرمایا کہ آپ ﷺ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا۔

اور یقیناً آخرت آپ ﷺ کے لئے دنیا سے بہت بہتر ہے آگے ارشاد فرمایا:۔

﴿ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ﴾

ترجمہ: ”اور یقیناً آخرت آپ (ﷺ) کے لئے دنیا سے بہتر ہے۔“

تفسیر وتشریح: یوں تو آخرت دنیا کی بہ نسبت ہر ایک مؤمن کے لئے بہتر ہی ہے، تاہم آپ ﷺ کو آخرت میں جن عظیم مراتب وبلند مقامات سے نوازا جائے گا وہ ایسے ہوں گے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی ان پر رشک کریں گے، آنحضرت ﷺ کی ساری کاوشیں زندگی بھر یہی رہیں کہ ہر انسان کی آخرت سدھر جائے، آپ ﷺ بھی ہمیشہ آخرت ہی کے سلسلہ میں متفکر رہتے اور دنیا اور دنیا کی عیش وعشرت سے دور ہی رہتے، یہاں تک آپ ﷺ آخرت کے ایسے مشتاق تھے کہ جب آپ ﷺ کو عمر کے آخری مرحلہ میں اس کا اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو ہمیشہ دنیا ہی میں رہیں اور چاہیں تو آخرت کا سفر فرمالیں تو آنحضرت ﷺ نے اس دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور آخرت کا سفر قبول فرمایا، دنیا کی بے ثباتی اور اس کا زوال ہمیشہ آپ ﷺ کے پیش نظر ہوتا، دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سے ہمیشہ بے رغبتی فرماتے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر آرام فرما تھے کہ اس چٹائی کے نشانات آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پڑ گئے، جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کے پہلو کو جھاڑا، اور عرض کیا یارسول اللہ کیا اچھا ہوتا کہ آپ ﷺ ہمیں اجازت دیتے کہ آپ کے لئے چٹائی پر کچھ (نرم بچھونا) بچھا دیتے، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا دینا، میری اور اس دنیا کی مثال تو ایک مسافر کے مانند ہے جو تھوڑی دیر کسی درخت کے سایہ میں آرام کرے اور پھر اپنا سفر شروع کر دے۔(أخرجه أحمد والترمذي وابن ماجه وقال الترمذي: حسن صحيح)

آخرت آپ ﷺ کے لئے کیوں نہ بہتر ہو کہ وہیں پر تو آپ ﷺ کو مقام محمود عطا

فرمایا جائے گا، نہر کوثر عطا کی جائے گی، اس کے علاوہ اور بہت سے مراتب اور مقامات آپ ﷺ کو ملیں گے جن کو ایک محدود انسانی عقل سوچ نہیں سکتی۔

آیت کریمہ میں "أولیٰ" اور "أخری" سے لفظی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں، کہ آپ ﷺ کے لئے ہر آنے والا دور پچھلے دور سے شاندار اور روشن مستقبل کا آئینہ دار ہو گا، حضور ﷺ کو یہ خوشخبری اس وقت دی گئی جب مٹھی بھر چند آدمی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، اور ساری قوم آپ ﷺ کی مخالف تھی، بظاہر کامیابی کے آثار دور دور تک کہیں نظر نہ آتے تھے، اسلام کی شمع مکہ ہی میں ٹمٹما رہی تھی، اور اسے بجھا دینے کے لئے ہر طرف طوفان اٹھ رہے تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) سے فرمایا کہ ابتدائی دور کی مشکلات سے آپ ذرا پریشان نہ ہوں، ہر بعد کا دور پہلے دور سے آپ کے لئے بہتر ثابت ہو گا، آپ ﷺ کی قوت، آپ ﷺ کی عزت و شوکت، اور آپ کی قدر و منزلت برابر بڑھتی چلی جائے گی، اور آپ ﷺ کا اثر و نفوذ پھیلتا چلا جائے گا، پھر یہ وعدہ صرف دنیا ہی تک محدود نہیں ہے اس میں یہ وعدہ بھی شامل ہے کہ آخرت میں جو مرتبہ آپ ﷺ کو ملے گا، وہ اس مرتبہ سے بھی بدرجہا بڑھ کر ہو گا، جو دنیا میں آپ ﷺ کو حاصل ہو گا۔

طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ: حضور ﷺ نے فرمایا میرے سامنے تمام فتوحات پیش کی گئیں جو میرے بعد میری امت کو حاصل ہونے والی ہیں، اس پر مجھے بڑی خوشی ہوئی، تب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کے یہاں آنحضرت ﷺ کی محبوبیت

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝٥﴾ (الضحیٰ)

ترجمہ: ”آپ ﷺ کا رب کو اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ (ﷺ) راضی ہو جائیں گے۔“

تفسیر وتشریح: اس میں اللہ تعالیٰ نے متعین کر کے یہ نہیں بتایا کہ کیا دیں گے، اس عموم میں ارشاد ہے کہ آپ کی ہر مرغوب چیز اتنی دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے، آپ ﷺ کی مرغوب چیزوں میں دین اسلام کی ترقی اور دنیا میں اس کا پھیل جانا، پھر امت کی ہر ضرورت اور خود آپ ﷺ کا دشمنوں پر غالب آنا، ان کے ملک میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا، اور دین حق پھیلانا سب داخل ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اذاً لا أرضى و واحد من أمتي فى النار“۔ (قرطبی) یہ بات ہے تو میں اس وقت راضی نہیں ہوں گا جب تک میری امت میں ایک آدمی بھی جہنم میں رہے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کے بارے میں میری شفاعت قبول فرمائیں گے حتی کہ کہا جائے گا ”رضِيتَ يا محمد“ اے محمد! (ﷺ) کیا آپ راضی ہو گئے؟ میں عرض گزار ہوں گا ”یارب رضيتُ“ ہاں اے میرے رب میں راضی ہو گیا۔ (رواه البزار والطبرانی فی الأوسط)

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي

فَإِنَّهُۥ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾ (ابراھیم) اور پھر آیت ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾ (المآئدة) تلاوت فرمائی (پہلی آیت کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اور دوسری کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے) اس کے بعد آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور گریہ وزاری کرتے ہوئے بار بار "یارب أمتی، یارب أمتی" عرض کرنے لگے، بامر الٰہی جبریل امین تشریف لائے اور پوچھا آپ ﷺ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: امت کے لئے روتا ہوں، حکم الٰہی ہوا آپ ﷺ کو امت کے سلسلہ میں خوش کر دیا جائے گا، اس لئے آپ ﷺ آزردہ اور رنجیدہ نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد عالی ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾ (یعنی آپ کا رب آپ کا اتنا کچھ دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے) کا تعلق اگر دنیاوی عروج وترقی سے مانا جائے تو وہ وعدہ بھی رسول اقدس ﷺ کی حیات مبارکہ میں پورا ہوا، کہ سارا ملک عرب، سواحل جنوب سے لے کر شمالی جانب سلطنت روم کی شامی اور سلطنت فارس کی عراقی سرحدوں تک، اور مشرق میں خلیج فارس سے لے کر مغرب میں بحر احمر تک آپ ﷺ کے زیر نگیں ہو گیا، عرب کی سرزمین تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک قانون اور ضابطہ کے تحت آ گئی جو طاقت بھی اس سے ٹکرائی وہ پاش پاش ہو کر رہ گئی، کلمۂ توحید "لاإله إلا الله محمد رسول الله" سے وہ پورا ملک گونج اٹھا جس میں مشرکین اور اہل کتاب اپنے جھوٹے کلمے بلند رکھنے کے لئے آخری دم تک ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے، لوگوں کے صرف سر ہی اطاعت میں نہیں جھک گئے بلکہ ان کے دل بھی مسخر ہو گئے، اور عقائد، اخلاق اور اعمال میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا، پوری انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی، ایک جاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم صرف سال کے اندر اتنی بدل گئی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی برپا کی ہوئی یہ مکمل حکومت اس طاقت کے ساتھ اٹھی کہ ایشیا، افریقہ،

اور یورپ کے ایک بڑے حصہ پر چھاگئی، اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس کے اثرات پھیل گئے، کچھ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو دنیا میں دیا اور آخرت میں جو کچھ دے گا اس کی عظمت کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ (ماخوذ از انوار القرآن حضرت شیخ الحدیث مولانا نعیم صاحب قاسمی)

پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اپنی نعمتیں بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَـاوَىٰ ۝٦ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ ۝٧ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ ۝٨ فَأَمَّا ٱلْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ وَأَمَّا ٱلسَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝١٠ وَأَمَّابِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١﴾ (الضحیٰ)

ترجمہ: ”کیا اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانہ دیا اور اللہ نے آپ (ﷺ) کو بے خبر پایا سو راستہ بتایا اور اللہ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا تو آپ (ﷺ) یتیم پر سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکئے اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کریں۔“

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے سینۂ انور کو اپنی تجلیات کے لئے منشرح فرمادیا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝٢ ٱلَّذِىٓ أَنقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣﴾ (الشرح)

ترجمہ: "کیا ہم نے آپ (ﷺ) کے خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا، اور ہم نے آپ (ﷺ) پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر کو بوجھل کیا ہوا تھا۔"

تفسیر وتشریح: یہ استفہام تقریری ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس کو جانتے اور مانتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کا سینہ کھول دیا سینہ کو نور نبوت سے بھی بھر دیا، اور علم ومعرفت سے بھی، ایمان کی دولت سے بھی، صبر وشکر سے بھی، کتاب وحکمت سے بھی، قوت برداشت سے بھی، وحی کی ذمہ داری اٹھانے سے بھی، دعوت ایمان پر اور دعوت احکام پر استقامت سے بھی، اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ پر انعامات فرمائے ہیں، ان میں ایک بہت بڑا انعام شرح صدر بھی ہے۔

آپ ﷺ کی برکت سے آپ ﷺ کی امت کو بھی شرح صدر کی نعمت حاصل ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ ﴿فَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يَهْدِيَهُۥ يَشْرَحْ صَدْرَهُۥ لِلْإِسْلَٰمِ﴾ (انعام:۱۲۵) کی تلاوت کی پھر فرمایا بیشک جب نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو پھیل جاتا ہے، عرض کیا گیا رسول اللہ! کیا اس کی کوئی نشانی ہے؟ فرمایا کہ ہاں اس کی نشانی ہے کہ دار الغرور (دھوکہ والا گھر یعنی دنیا) سے بچتا رہے اور دار الخلود (یعنی ہمیشہ رہنے کے گھر) کی طرف توجہ رکھے

اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری رکھے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان کما فی المشکوٰۃ، ص:٤٤٦)

بعض حضرات نے یہاں ان روایات کا بھی ذکر کیا ہے۔ جن میں آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک کو چاک کر کے علم اور حکمت سے بھر دیا گیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے یہ کام کیا۔

پہلی مرتبہ: یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ ﷺ اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کے ہاں بچپن میں رہتے تھے اور ایک مرتبہ معراج کی رات پیش آیا۔ (بخاری / مسلم)

دوسری بار: شق صدر کا واقعہ آپ ﷺ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح ابن حبان اور دلائل ابی نعیم وغیرہ میں مذکور ہے۔

تیسری بار: یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا جیسا کہ (مسند ابی داؤد طیالسی ص۱۲۱۵) اور دلائل ابی نعیم (ص:٦٩ ج:١) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ حافظ ابن الملقن نے شرح بخاری میں اور حافظ عسقلانی نے فتح الباری باب المعراج میں "باب ماجاء فی قوله عزوجل وكلم الله موسىٰ تكليمًا" میں بعثت کے وقت شق صدر کا ثابت ہونا تسلیم کیا ہے نیز اس واقعہ کا بوقت بعثت پیش آنا مسند بزار میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس حدیث کے مغائر ہے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے دربارۂ اسراء و معراج صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور بخاری کے راوی ہیں مگر جعفر بن عبد اللہ بن عثمان الکبیر جس کی ابوحاتم رازی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور عقیلی نے اس میں کلام کیا ہے۔

چوتھی بار: یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جیسا کہ بخاری و مسلم اور ترمذی اور نسائی وغیرہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس بارے میں روایتیں متواتر اور مشہور ہیں۔ یہ چار مرتبہ کا شق صدر روایات صحیحہ اور احادیث معتبرہ سے ثابت ہے۔

(سیرت مصطفیٰ ﷺ (ج:۱ص:۷۶،۷۵) از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

بعض روایات میں پانچویں مرتبہ بھی شق صدر کا ذکر آیا ہے جیسا کہ در منثور میں (ص: ۳۶۳ ج:۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اس وقت آپ ﷺ کی عمر میں بیس سال چند ماہ تھی صاحب در منثور نے یہ واقعہ زوائد مسند احمد سے نقل کیا ہے۔

لیکن یہ روایت ثابت و معتبر نہیں ہے کماذ کرہ الشیخ محمد ادریس فی سیرۃ المصطفیٰ ﷺ۔

(آنحضرت ﷺ کا ارشاد عالی ہے: "کُنْتُ نَبِیًّا وآدمُ بَیْنَ الرُّوحِ والجَسَد" یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) روح اور جسم کے درمیان تھے)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے ذکر مبارک کو بلندی عطا فرمائی

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾﴾ (الشرح)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔"

تفسیر وتشریح: آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک بلند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا، اذان میں، اقامت میں، تشہد میں، خطبوں میں، کتابوں میں، وعظوں میں، تقریروں میں، تحریروں وغیرہ وغیرہ ... میں آپ ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عالم بالا میں بلایا آسمانوں کی سیر کرائی، سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا، جب کسی آسمان تک پہنچتے تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام دروازہ کھلواتے تھے، وہاں سے پوچھا جاتا کہ آپ کون ہیں؟ وہ جواب دیتے: میں جبریل ہوں، پھر سوال ہوتا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ وہ جواب دیتے محمد (ﷺ)، اس طرح سے تمام آسمانوں میں آپ ﷺ کی رفعت شان کا چرچا ہوا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حضرات سے اس کی تفسیر میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں میں آپ ﷺ کا تذکرہ فرمایا، اوران کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کے تشریف لانے کی بشارت دیں، اور آخرت میں آپ ﷺ کا ذکر بلند ہو گا، جبکہ آپ ﷺ کو مقام محمود عطا کیا جائے گا، اور اس وقت اولین وآخرین رشک کریں گے، آپ ﷺ کو کوثر عطا کیا جائے گا، دنیا میں اہل ایمان تو محبت اور عقیدے سے آپ ﷺ کا ذکر کرتے ہیں، اہل کفر میں بھی بڑی تعداد میں ایسے لوگ

گزرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جنہوں نے دنیاداری کی وجہ سے ایمان قبول نہیں کیا، لیکن آپ ﷺ کی رسالت و نبوت اور رفعت عظمت کے قائل ہوئے، آپ ﷺ کی توصیف و تعریف میں کافروں نے مضامین بھی لکھے ہیں، اور نعتیں بھی کہیں ہیں، اور سیرت کے جلسوں میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کی صفات و کمالات برابر بیان کرتے رہتے ہیں۔﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:﴿فَإِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ إِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦﴾ (الشرح)

ترجمہ: "بے شک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بے شک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔"

اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ فرمایا کہ جو مشکلات درپیش آئیں ہمیشہ نہیں رہیں گی اور اسے مستقل ایک قانون کے طریقے پر بیان فرمادیا کہ بے شک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بے شک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے، اس کلمے کو دو مرتبہ فرمایا جو آنحضرت ﷺ کے لئے بہت زیادہ تسلی کا باعث ہے۔ تفسیر درمنثور میں بحوالہ عبدالرزاق وابن جریر و حاکم و بیہقی حضرت حسن سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بہت خوشی کی حالت میں ہنستے ہوئے باہر تشریف لائے آپ ﷺ فرمارہے تھے "لن یغلب عسر یسرین" کہ ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں ہوگی اور آپ یہ پڑھ رہے تھے:﴿فَإِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ إِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦﴾

حضرات علماء کرام نے فرمایا کہ جب کسی اسم کو معرف باللام ذکر کیا جائے پھر اسی طرح دوبارہ اس کا اعادہ کیا جائے تو دونوں ایک ہی شمار ہوں گے اور اگر کسی اسم کو نکرہ لایا جائے اور پھر اس کا بصورت نکرہ اعادہ کر دیا جائے تو دونوں علیحدہ علیحدہ سمجھا جائے گا۔ جب آیت کریمہ میں﴿عُسْرِ﴾ کو دوبارہ معرفہ لایا گیا اور یسر کو دوبارہ نکرہ لایا گیا تو ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیوں کا وعدہ ہو گیا اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ پوری دنیا ایک ہی ہے اس

میں جو مشکلات ہیں ان کا مجموعہ شئ واحد ہے مشکلات کے بعد دنیاہی میں آسانی آتی رہتی ہے، ایک آسانی تو یہ ہوئی اور دوسری آسانی وہ ہے جو اہل ایمان کو آخرت میں نصیب ہوگی جس کا ﴿فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْيُسْرَىٰ ۝٧﴾ (اللیل) میں وعدہ فرمایا ہے اور وہ بہت بڑی نعمت ہے یہ دنیا کی تھوڑی سی مشکلات جن کے بعد دنیا میں اور آخرت میں بڑی بڑی آسانیاں نصیب ہو جائیں اس کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔

اس کے بعد اللہ جل شانہ نے حکم دیا: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَٱنصَبْ ۝٧﴾ (الشرح) جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کے کام میں لگ جائیں یعنی داعیانہ محنت میں آپ کا اشتغال خوب زیادہ ہے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دین حق کی دعوت دیتے ہیں اللہ کے احکام پہنچاتے ہیں۔

اس میں بہت سا وقت خرچ ہو جاتا ہے یہ خیر ہے اللہ تعالیٰ شانہ کے حکم سے ہے اس میں مشغول ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اس کا اجر بھی بہت زیادہ ہے ایسی عبادت جس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہو بندوں کا توسط بالکل ہی نہ ہو ایسی عبادت کرنا بھی ضروری ہے جب آپ ﷺ کو دعوت اور تبلیغ کے کاموں سے فرصت مل جایا کرے تو آپ اپنی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جایا کریں، تاکہ اس عبادت کا کیف بھی حاصل ہو اور وہ اجر و ثواب بھی ملے جو براہ راست عبادت اور انابت میں ہے (اور حقیقت میں یہ جو بلاواسطہ عبادت ہے یہی اصل عبادت ہے بندوں کو جو توحید اور ایمان کی دعوت دی جاتی ہے اس کا حاصل بھی تو یہی ہے کہ سب لوگ ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں جس کے لئے ان کی تخلیق ہوئی ہے، جیسے سورۂ والذاریات کی آیت ﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝٥٦﴾ (الذاریات) میں بیان فرمایا ہے) رسول اللہ ﷺ اس پر عمل کرتے تھے فرائض ادا کرتے تھے ان کے ساتھ عبادات میں بھی مشغول رہتے تھے۔ آپ ﷺ راتوں رات نماز میں کھڑے رہتے تھے

جس سے آپ ﷺ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے۔

﴿وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَب ﴿٨﴾﴾ (الشرح)

ترجمہ: ”اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجئے۔“

یعنی نماز، دعا، مناجات، ذکر، تضرع، زاری میں مشغول ہو جائیں۔

فَانْصَبْ کا ترجمہ ”محنت کیا کیجئے“ کیا گیا ہے کیونکہ یہ نصب بمعنی مشقت سے مشتق ہے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ عبادات میں اس قدر لگنا چاہئے کہ نفس تھکن محسوس کرنے لگے، نفس کو آسانی پر نہ چھوڑیئے، اگر نفس کا آرام اور رضامندی دیکھی تو وہ فرض بھی ٹھیک طرح سے ادا نہ ہونے دے گا۔

اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليما

فضیلت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کوثر عطا فرمائی

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَـٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ①﴾ (الکوثر)

ترجمہ: ”بے شک ہم نے آپ ﷺ کو کوثر عطا فرمائی۔“

تفسیر وتشریح: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت سے نوازا، سید الانبیاء والرسل بنایا، قرآن عظیم عطا فرمایا، بہت بڑی امت آپ ﷺ کے تابع بنائی، آپ ﷺ کو سارے عالم اور ساری اقوام کی طرف مبعوث فرمایا، اور آپ ﷺ کے نور ایمانی کو پورے عالم میں پھیلایا، اور آخرت میں آپ ﷺ کو بہت بڑی خیر سے نوازا، مقام محمود بھی عطا فرمایا، اور وسیلہ بھی عطا فرمایا جو جنت میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے، جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ مجھے ہی ملے گا، اور آپ ﷺ کو نہر کوثر عطا فرمائی، یہ نہر کوثر بھی خیر کثیر کا ایک حصہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں (شب معراج) جنت میں چل پھر رہا تھا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہر ہے، اس کے دونوں جانب موتیوں کے بنائے ہوئے ایسے قبے ہیں کہ موتیوں کو اندر سے تراش کر ایک ایک موتی کا ایک قبہ بنا دیا گیا ہے، میں نے دریافت کیا، اے جبریل یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے، اس کے اندر کی مٹی بہت تیز خوشبودار مشک ہے۔ (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے حوض کا طول اور عرض اتنا زیادہ ہے کہ اس کے ایک طرف سے دوسری طرف

جانے کے لئے ایک ماہ کی مدت درکار ہے، اس کے گوشے برابر ہیں (یعنی طول وعرض دونوں برابر ہیں) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے، اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ ہے، اور اس کے لوٹے اس قدر ہیں، جتنے آسمان کے ستارے ہیں، جو اس میں سے پیئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص:٤٨٧ از مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا حوض اس قدر عریض وطویل ہے کہ اس کی دو طرفوں کے درمیان اس فاصلہ سے بھی زیادہ فاصلہ ہے جو ایلہ سے عدن تک ہے، سچ جانو وہ برف سے زیادہ سفید اور اس شہد سے زیادہ میٹھا ہے جو دودھ میں ملا ہوا ہو، اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں اور میں (دوسری امتوں) کو اپنے حوض پر آنے سے ہٹادوں گا، جیسے (دنیا میں) کوئی شخص دوسرے اونٹوں کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا اس روز آپ ہم کو پہچانتے ہوں گے؟ ارشاد فرمایا ہاں (ضرور پہچان لوں گا اس لئے کہ) تمہاری ایک علامت ہوگی جو کسی اور امت کی نہ ہوگی، اور وہ یہ کہ تم حوض پر میرے پاس اس حال میں آؤ گے کہ وضو کے اثر سے تمہارے چہرے روشن ہوں گے اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح:٤٨٧)

(ایلہ یہ ملک شام کا ایک شہر ہے جو بحر قلزم کے کنارے پر واقع ہے، اور عدن یہ ملک یمن کا مشہور شہر ہے)

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آسمان کے ستاروں کی تعداد میں حوض کے اندر سونے چاندی کے لوٹے نظر آرہے ہوں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح:٤٨٧)

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس حوض میں دو پرنالے گر رہے ہوں گے، جنت (کی نہر) سے اس کے پانی میں اضافہ کر رہے ہوں گے، ایک پرنالہ سونے کا، اور دوسرا

چاندی کا ہو گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح:٤٨٧)

احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہر کوثر جنت میں ہے، میدان قیامت میں اس سے ایک شاخ لائی جائے گی، جس میں اوپر سے پانی آتا رہے گا، اور اہل ایمان اس میں سے پیتے رہیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا حوض اتنا بڑا ہے، جتنا عدن اور عمان کے درمیان فاصلہ ہے، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور مشک سے بہتر اس کی خوشبو ہے، اس کے پیالے آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں جو اس میں سے ایک مرتبہ پی لے گا، اس کے بعد وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہو گا، سب سے پہلے اس پر مہاجر فقراء آئیں گے کسی نے (اہل مجلس میں سے) سوال کیا کہ یارسول اللہ ان کا حال بتایئے، ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں (دنیامیں) جن کے سروں کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے (بھوک و تھکن کے باعث) بدلے ہوتے تھے، ان کے لئے (بادشاہوں اور حاکموں) کے دروازے نہیں کھولے جاتے تھے، اور عمدہ عورتیں ان کے نکاح میں نہیں دی جاتی تھیں، اور (ان کے معاملات کی خوبی کا یہ حال تھا کہ) ان کے ذمہ جو (کسی کا حق) ہوتا تھا سب چکا دیتے تھے، اوران کا حق (جو کسی پر) ہوتا تھا پورا نہ لیتے تھے، (بلکہ تھوڑا بہت) چھوڑ دیتے تھے۔

یعنی دنیامیں ان کی مالی اعتبار سے کمزوری کی حالت یہ تھی کہ بال سدھارنے اور کپڑے صاف رکھنے کا مقدور بھی نہ تھا، اور ظاہر کے سنوارنے کا ان کا ایسا خاص دھیان بھی نہ تھا کہ بناؤ سنگار کے چوچلوں میں وقت گزارتے، اور آخرت سے غفلت برتتے، ان کو دنیامیں افکار و مصائب ایسے درپیش رہتے تھے، کہ چہروں پر ان کا اثر ظاہر تھا، اہل دنیا ان کو حقیر سمجھتے تھے کہ مجلسوں اور تقریبوں اور شاہی درباروں میں ان کو دعوت دے کر بلانا تو کیا معنی ان کے لئے ایسے مواقع میں دروازے ہی نہ کھولے جاتے تھے، اور وہ عورتیں جو ناز

ونعمت میں پلی تھیں ان خاصان خدا کے نکاحوں میں نہیں دی جاتی تھیں، مگر آخرت میں ان کا یہ اعزاز ہو گا کہ حوض کوثر پر سب سے پہلے پہنچیں گے، دوسرے لوگ ان کے بعد اس مقدس حوض سے پی سکیں گے۔ (بشر طیکہ اہل ایمان ہوں اور اس میں پینے کے لائق ہوں)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں حوض (کوثر) پر تمہارے پلانے کا انتظام کرنے کے لئے پہلے سے پہنچا ہوا ہوں گا، جو میرے پاس سے گزرے گا پی لے گا، اور جو اس میں سے پی لے گا، کبھی اسے پیاس نہیں لگے گی، پھر فرمایا بہت سے لوگ میرھ پاس سے گزریں گے، جنہیں میں پہچانتا ہوں گا، اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان آڑ لگا دی جائے گی، میں کہوں گا کہ یہ میرے آدمی ہیں جواب میں کہا جائے گا، کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں نکال لی تھیں، اس پر میں کہوں گا، دور ہوں، دور ہوں، جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

فضیلت:

آنحضرت ﷺ کے کار نبوت میں کامیاب ہو جانے اور اس کے ثمرات کے ظہور کا اعلان

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝١ وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا ۝٣﴾ (النصر)

ترجمہ: "جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہو جائے اور آپ دیکھ لیں کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، تو آپ ﷺ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہیے، اور اس سے مغفرت کی دعا مانگتے رہیے، بلاشبہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

تفسیر و تشریح: سورت کا موضوع و مضمون اس سورت کریمہ کا مرکزی موضوع و مضمون یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے مطلع فرمایا کہ عرب میں اسلام کی فتح مکمل ہو گئی، اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے لہٰذا وہ کام مکمل ہو گیا، جس کے لئے آپ (ﷺ) دنیا میں بھیجے گئے تھے، اس کے بعد آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح کرنے میں مشغول ہو جائیں، کہ اس کے فضل سے آپ اتنا بڑا کام انجام دینے میں کامیاب ہو گئے، اور اس سے دعا کریں کہ اس خدمت کی انجام دہی کے بعد اللہ تعالیٰ کی تسبیح و حمد اور استغفار میں لگ جائیں۔

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ "لما نزلت قرأها النبی ﷺ علی أصحابه ومنهم أبوبکر وعمر وسعد بن أبی وقاص، ففرحوا واستبشروا وبکی العباس، فقال ﷺ: مایبکیك یاعم؟ قال نعیت إلیك نفسك. قال: إنه لکما

تقول''(قرطبی) (یعنی جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اس کی تلاوت فرمائی، جس میں حضرت ابو بکر وحضرت عمر، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم وغیرہ حضرات موجود تھے، سب سن کر خوش ہوئے، کہ اس میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے، مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ رونے لگے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا کہ اس میں تو آپ ﷺ کی وفات کی خبر مضمر ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔

اس مقام پر آدمی غور کرے تو دیکھ سکتا ہے کہ ایک نبی اور ایک عام دنیوی رہنما کے درمیان کتنا فرق عظیم ہے، کسی دنیوی رہنما کو اگر اپنی زندگی ہی میں وہ انقلاب عظیم برپا کرنے میں کامیابی نصیب ہو جائے، جس کے لئے وہ کام کرنے اٹھا ہو، تو اس کے لئے جشن منانے اور اپنی قیادت پر فخر کرنے کا موقع ہوتا ہے، لیکن یہاں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور رسول ﷺ کو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تیئس سال کی مختصر مدت میں ایک پوری قوم کے عقائد، افکار، عادات، اخلاق، تمدن، تہذیب، معاشرت، معیشت، سیاست، اور حربی قابلیت کو بالکل بدل ڈالا، اور جہالت وجاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم کو اٹھا کر اس قابل بنا دیا، کہ وہ دنیا کو مسخر کر ڈالے، اور اقوام عالم کی امام بن جائے، مگر ایسا عظیم کارنامہ ان کے ہاتھوں انجام پانے کے بعد انھیں جشن منانے کا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح کرنے اور اس سے مغفرت کی دعا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

مکہ مکرمہ ایک مرکزی اور نہایت اہم مقام تھا، قبائل عرب کی نظریں اس پر لگی ہوئی تھیں، چنانچہ جوں ہی مکہ مکرمہ فتح ہوا پھر تو سارا عرب امنڈ پڑا، اور لوگ جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے، حتی کہ سارا عرب اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا، اور مکہ اللہ کا دار السلطنت بن گیا، اس سے پہلے ایک ایک دو دو کر کے لوگ اسلام لاتے تھے، فتح مکہ کے بعد تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا، اور ۹ھ میں جس کو عام الوفود کہا جاتا ہے یہ کیفیت ہو گئی کہ

گوشہ گوشہ سے وفود حاضر ہونے لگے، حتی کہ ۱۰ھ میں جب سرور کائنات ﷺ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے، اس وقت پورا عرب اسلام کے زیر نگیں آچکا تھا۔

اس سورت کریمہ میں حضور ﷺ کی رحلت اوروفات کی پیشین گوئی کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی شایان شان آداب عالیہ کی تلقین فرمائی گئی ہے، یعنی جب آپ دیکھ لیں کہ جس عظیم مقصد کے لئے آپ کو دنیا میں بھیجا گیا ہے، اس کے اثرات اس درجہ نمایاں ہوگئے، کہ لوگ جوق درجوق برضاورغبت، اس کو قبول کرنے کے لئے حاضر خدمت ہونے لگیں، تو سمجھ لیجئے کہ دنیا میں آپ ﷺ کے تشریف لانے کا مقصد پورا ہوگیا، اور سفر کامیاب رہا، آپ ﷺ کی مساعی کے نتیجہ میں نصرت وفتح آپہنچی، لہذا آپ ﷺ ہمہ تن اللہ کی تسبیح وحمد میں وقف ہوجایئے، اور شکر گزار ہوجایئے، کہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے آپ ﷺ اتنا بڑا کام سرانجام دینے میں کامیاب ہوگئے، اور باطنی فتح کے ساتھ ظاہری فتح بھی آپ ﷺ کو نصیب ہوگئی ہے تو تسبیح وحمد اور استغفار وطلب مغفرت میں لگ جایئے۔

یارب صل وسلم دائما أبدا
علی حبیبك طه سید الرسل

بخاری کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ (آنحضرت ﷺ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد) ان الفاظ میں دعا فرماتے تھے:

سُبحانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنا وبِحَمدِكَ، اللّٰهُمَّ اغفِر لي"

اور حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں:

"سبحانَ اللهِ وبحمدِهِ، أستغفِرُ اللّٰهَ وأتوبُ إليهِ"

خِتَامُهُ مِسْكٌ

اس سورت مبارکہ سے امت کے لئے یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی بھی عمل صالح کریں یا کوئی عبادت یا ریاضت یا کوئی بھی دینی خدمت انجام دیں، اوراپنی جان کوراہ خدامیں کھپادیں تواس کواپناذاتی کمال نہ سمجھیں بلکہ اس کواللہ تعالیٰ کافضل وکرم اوراس کااحسان سمجھیں کہ اس نے اپنے دین کی خدمت کی توفیق عطافرمائی، اوراللہ تعالیٰ کی حمد وثناء تسبیح اوردعاواستغفارخوب زیادہ کریں۔

تم الكتاب بعون الله الملك الوهاب فالحمدلله
أولًا وآخرًا وظاهرًا وباطنًا
يارب صل وسلم دائمًا أبدًا
على حبيبك خير الخلق كلهم

ربنا تقبّل منا إنك أنت السميع العليم
وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم

وآخردعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين والصّلاة والسلام
على نبى الرحمة سيدنا محمد بن عبدالله الأمين وعلى
آله وصحبه ومن اهتدى بهديه إلى يوم الدين

زمزم پبلشرز کی دیگر مطبوعات

- آسان تفسیر قرآن مجید (مکمل تین جلدیں)
- اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے اسباب (صفحات: ۱۶۰)
- الجزء فی فضائل القرآن (صفحات: ۴۰۹)
- اے ایمان والو! منتخب آیات کا ترجمہ و تفسیر (صفحات: ۴۲۱)
- الدعاء المسنون (صفحات: ۵۶۵)
- برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ (صفحات: ۹۴۷)
- بنیادی اسلامی عقائد (صفحات: ۴۰)
- پیام سیرت (صفحات: ۳۰۸)
- تاجرو! جنت کیسے جاؤ گے؟ (صفحات: ۱۸۳)
- حیاۃ الصحابۃ (۳ جلد مکمل)
- دروس القرآن فی شہر رمضان (صفحات: ۶۷۴)
- سنت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم (صفحات: ۵۳۵)
- سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۳ جلدیں، بڑی سائز)
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نصیحتیں (دورنگہ) (صفحات: ۵۶۴)

9 789695 863770 07634

زمزم پبلشرز
+92 302 8478551
+92 21 32729089
zamzampublisher@gmail.com
www.zamzampublishers.com.pk
www.facebook.com/zamzampublisher
ZAM ZAM PUBLISHERS